اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

https://www.znzlibrary.com/

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now

باکس میں موجود ناولز یا کیٹیگری والے ناولز پڑھنے کے لئے ناول نام یا کیٹیگری نام پر کلک کریں

Famous Youtube Novels

Novel Name : Yaar E Sitamgar

Lams E Junoon By Zoya Ali Shah

Dedar E Yaar By Gumnam Larki

Shehr E Dil Novel By Kitab Chehra

Wajib E Ishq Novel By Gumnam Larki

Dastane Rooh E Basil By Saleha Iqbal

Yaar Yaaron Se Ho Na Juda Novel Season 3

Qarar E Mann Romantic Novel By Zara Hayat

Atish E Ishq An American Monster By Saleha Iqbal

Novels Categories

Web Special

Short Novels

Long Novels

Digest Novels

Romantic Novels

Facebook Novels

Ebook Novels PDF

Youtube Novels PDF

مکمل ناول

دلِ بے قرار

پلوشہ صافی

وہ طلوعِ آفتاب کا وقت تھا۔ درانی پیلس میں زندگی معمول پر چل پڑی تھی۔ تابش درانی اپنی رعب دار وجیہہ شخصیت لیے تھری پیس سوٹ میں آفس کے لیے تیار ہو کر کمرے سے باہر آئیں۔ ان کی اہلیہ سیرت بیگم، جو پچپن برس کی ہو کر بھی خود کو تیس سال سے اوپر نا مانتی، وہ ملازمہ کے ساتھ ناشتے کے اہتمام میں مصروف تھیں۔ یوں تو درانی ہاوس میں تین ہی نفوس رہائش پذیر تھے۔ تابش صاحب، سیرت بیگم اور ان کی اکلوتی بیٹی عرشیہ درانی۔ مگر

ڈائننگ ٹیبل پر ناشتے کے لوازمات ایسے سجائیں جاتے جیسے کسی بڑے گھرانے کی دعوت ہو۔

اس سنگ مرمر کے بنے ٹیبل کی سربراہی سیٹ سنبھال کر تابش صاحب کنکارے۔

"اولس یار۔۔۔۔آج کی شیڈول کیا ہے۔۔۔؟ان کی کڑک دار آواز سے لاؤنج میں کھڑا سیکرٹری فوراً ڈائننگ ایریا میں آیا اور ڈائری کے اوراق پلٹتا تفصیلات بتانے لگا۔

سیرت بیگم خود کو لاپرواہ دکھاتی اپنا ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گئیں۔یہ رویہ پچھلے پچیس برس سے معمول بن چکا تھا۔تابش صاحب کا دن آفس کے

کام سے شروع ہو کر آفس کے کام پر ختم ہوتا۔ وہیں سیرت بیگم کا دن شوہر سے بغض و عناد اور سوشل پارٹیز اور ایگزیبیشنز کے دورے کرتے تمام ہوتا۔ اپنے اپنے انا کو تسکین دینے کے چکر میں وہ ایک خوشحال فیملی کی طرح طرزِ زندگی گزارنا فراموش کر چکے تھے جس کا سب سے برا اثر تابش صاحب اور سیرت درانی کی بیٹی عرشیہ درانی پر پڑا۔

عرشیہ کی پرورش اس کی نینی یعنی کیئر ٹیکر نے کی۔ اُس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا ڈیڈ اور مام کو بیشتر اوقات ایک دوسرے سے قطع گفتگو یا بحث و مباحثہ میں کرتے دیکھا تھا۔ پیار و محبت سے رہنا، میاں بیوی کے مابین کا رشتہ، والدین کی شفقت، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے پیار جیسے صفات سے وہ انجان تھیں۔

سیرت کے بہ نسبت تابش صاحب میں بیٹی کے لیے کچھ شفقت باقی تھی۔وہ اپنے فارغ وقت میں عرشیہ کے ساتھ پارک کے لیے نکل جاتے مگر پارک میں بیٹھے ہوئے بھی وہ سوشل میڈیا پر اپنا مقام مطالعہ کرنے لگ جاتے اور معصوم عرشیہ بڑی آنکھوں میں نمی لیے انہیں دیکھتی رہ جاتی۔اس معصوم بچی کو دل کی گہرائی سے ماں باپ کی کمی محسوس ہوتی۔ عرشیہ کے والدین اس کے پاس ہو کر بھی اس کے اپنے نا تھے۔تابش صاحب اور سیرت بیگم کی ذمہ داری اولاد پیدا کر کے نینی کو سونپنے تک تھی، یہ احساس عرشیہ کو اندر ہی اندر کھانے لگا وہ بہت چڑچڑے پن کا شکار ہونے لگی۔ معصومیت کی جگہ غصے نے لیں لی اور دل شکنی کو اکڑ کا پردہ چڑھ گیا۔

وقت کے ساتھ ساتھ عرشیہ کی بد سلوکی، بدمزاجی اور طیش و غضب میں اضافہ ہونے لگا۔ناسیرت بیگم کی ڈانٹ اثر کرتی اور ناتابش صاحب کا غصہ

کام آتا۔ عرشیہ کی بد تمیزی کو قابو کرنے ڈیڈ نے اپنے جیب کا در اس پر وا کر دیا۔ یہ سوچ کر کہ ڈانٹ ڈپٹ سے نا سہی تو دولت اور شہرت کے دباؤ میں آکر ٹھیک ہو جائے گی مگر اس سے عرشیہ کو مزید شے مل گئی۔ وہ دل کھول کر پیسہ برباد کرنے لگی۔ پھر چاہے پوشاک ہو، جیولری، گاڑی اور خوراک کا انداز۔ عرشیہ کے ہر طرز سے بگڑی امیر زادی کے ایثار جھلکتے تھے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

دوسری طرف دو کمروں کے چھوٹے مکان میں ہلکی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھیں۔ خزاں کے موسم میں درخت سے گرتے پتے اور فضا میں مخلوط خاک و دھند نے صحن میں شور مچار کھا تھا۔ برآمدے کے پلر سے لٹکے پیلے بلب کی

روشنی میں رکھا مرغی کا پنجرہ ویران پڑا تھا نا جانے وہاں رہنے والی اکلوتی مرغی بلی کے ڈر سے کہاں چھپی تھی۔

باہری گیٹ کا زنگ زدہ لاک چابی سے کھول کر وہ سائکل گھسیٹتے اندر داخل ہوا۔یوں تو چیک شرٹ اور جینز زیب تن کئے گھنے بال اور شیو نفاست سے بنائے وہ خوب رو وجیہہ مرد کے نقوش کسی شہزادے سے کم نا تھا مگر قسمت نے اس کے زندگی میں غربت اور تنگ دستی ہی لکھی تھی۔سوکھے درخت کے سہارے سائکل پارک کر کے وہ ایک کمرے میں در آیا۔

سامنے لکڑی کے چارپائی پر ایک بزرگ سن خاتون نڈھال پڑی کھانس رہی تھی۔

"امی۔۔۔۔ چلیں اٹھے۔۔۔۔میں دوائی لے آیا۔۔۔۔"دائیں سائیڈ پر رکھے پرانے میز پر سے پانی کا اسٹیل کا گلاس اٹھائے وہ ان کے پاس آیا۔

"نہیں لینی مجھے کوئی دوائی۔۔۔۔۔یہ واپس کرادو۔۔۔۔اتنی محنت سے ایک ایک روپیہ کماتے ہو اور سارا میری دوائی پر خرچ ہو جاتا ہے ہونہہ۔۔۔۔۔ میں نہیں کھاوں گی۔۔۔۔۔"امی نے کھانستے ہوئے صاف انکار کیا۔

"آپ پر خرچ نہیں کروں گا تو کس پر کروں گا۔۔۔۔۔آپ ہی تو میری دنیا ہو۔۔۔۔۔"پیغام ان کی انکار نظر انداز کر کے شربت پلانے لگا۔

امی نے ماتھے پر بل ڈالے جبراً اس کے ہاتھ سے سیرپ کا گھونٹ پیا۔ پانی پینے نے بعد ان کی کھانسی میں آرام آنے لگا۔ پیغام ان کے نبض پر ہاتھ رکھے بخار چیک کر رہا تھا۔

"کام کیسا چل رہا ہے۔۔۔۔" امی نے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"بس چل ہی رہا ہے۔۔۔۔۔ شو کی ریٹنگ بہت کم آ رہی ہے۔۔۔۔۔ آج کل سب کے پاس موبائل فونز ہیں۔۔۔۔۔ ہر گھر میں انٹرنیٹ کی سہولت موجود ہیں۔۔۔۔۔ بڑے بڑے ایل ای ڈی لگیں ہیں۔۔۔۔۔ ڈش اینٹینا لگیں ہیں۔۔۔۔۔ ریڈیو کون سنتا ہے۔۔۔۔۔" پیغام نے امی کو واپس لیٹا کر آہ بھری۔

"ناامید نہیں ہوتے۔۔۔۔۔ان شاءاللہ ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔تم پریشان مت ہو۔۔۔۔۔اللہ کے رحمت پر یقین رکھو۔۔۔۔ سارے دن سب کے لیے اچھے یا برے نہیں ہوتے۔۔۔ناہی اللہ انسان کو ایک قسم کی تنگی دیتا ہے۔۔۔۔کچھ چیزوں میں تنگی ہوتی ہیں تو کچھ چیزوں میں آسانی۔۔۔۔انسان تو پریشانیوں کی گنتی کرنے پر ماہر ہے لیکن نعمتوں کا حساب رکھنا بھول جاتا ہے۔۔۔۔۔"امی نے اسے امید دلائی۔

پیغام سر اثبات میں ہلاتے اٹھ بیٹھا۔

"اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتا ہوں۔۔۔۔۔سرکاری نوکری کے لیے دس لاکھ مانگ رہیں ہیں۔۔۔۔۔اور نیجی نوکری میں تو ایم اے پاس کو اب پری

اسکول کی ٹیچنگ بھی مشکل سے ملتی ہیں۔۔۔۔جب تک کوئی ڈھنگ کی نوکری ملتی ہے ریڈیو میں آر جے کا کام ہی کرنا پڑے گا۔۔۔۔"اس کی آواز میں افسردگی در آئی۔

"کبھی کبھی سوچتی ہوں۔۔۔کاش تیرے بابا زندہ ہوتے یا ان کے ساتھ ساتھ میں بھی مر جاتی۔۔۔۔"امی آبدیدہ ہو گئی۔انہیں پیغام کے بابا کی یاد آرہی تھی۔

"پھر وہی بات امی۔۔۔۔ابھی تو کہا میں نے۔۔۔۔آپ میری دنیا ہو۔۔۔اگر خدانہ خاصتہ آپ نا ہوتیں تو میرے زندگی کا کیا مطلب ہوتا۔۔۔میں اکیلے جی کر کیا کرتا۔۔۔۔"پیغام خفہ ہونے لگا۔

امی نے بھیگی پلکوں کے گوشے صاف کئے اور پیغام کی ناراضگی دور کرنے مسکرادی۔

"چلیں اب کھانا کھاتے ہیں۔۔۔۔اور خبردار دوبارہ مرنے کی بات کی۔۔۔۔۔میں سخت ناراض ہو جاؤں گا۔۔۔۔" پیغام نے قدرے خفگی سے ٹوکا اور اٹھ کر صحن میں بنے چھوٹے کچن کے سمت بڑھ گیا۔

"اچھا نہیں کرتی۔۔۔۔۔" امی نے اس کے پیچھے آواز لگائی تھی۔

جاتے جاتے ان کی صدا پر مسکرا کر پیغام نے سر کو جنبش دیا۔

تھوڑی دیر بعد دستر خوان بچھا کر پیغام ان کے روبہ رو بیٹھا اور اپنی تمام تر مشکلات بھلا کر وہ ماں بیٹا رات کا کھانا کھانے لگیں۔اللہ کا یہی تو نظام ہے کوئی محل میں ہو کر بھی خوش نہیں اور کوئی جھونپڑی میں بیٹھے بھی اس کی ان گنت نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

یہ منظر سنگ مرمر کے پتھر سے بنے عالی شان پیلس کا ہے۔درانی پیلس اپنی تمام تر خوبصورتی لیے سرسبز و شاداب لان کے بیچوں بیچ کھڑا تھا۔اس پیلس کا بڑا آہنی مین گیٹ برف جیسے سفید رنگ کا ہے۔اندر داخل ہوتے ہی سرخ اینٹوں سے راہداری بنائی گئی ہیں اور اس کے دائیں بائیں جانب سبز لان کا راج ہے۔دائیں جانب لان میں گول میز اور چار آرام دہ چیئرز رکھی ہے اور

دونوں اطراف کی کیاریوں میں رنگین پھولوں نے منظر کو مزید دلکش بنادیا ہے۔دوسری طرف بائیں جانب کے لان میں دوڈولفین کی شکل میں خوبصورت سا فوارہ بنایا گیا ہے جس سے ہر وقت صاف وشفاف پانی بہتا آبشار کے سے منظر کشی کرتا ہے۔

پورچ میں سے گزر کر درانی پیلس کا لاؤنج شروع ہوتا ہے جہاں ایک جانب بلیک اینڈ وائٹ کے امتزاج سے بنے صوفے رکھیں ہیں۔ سینٹرل ٹیبل پر کرسٹل کا بنا گلدان رکھا ہے جہاں روز تازے پھول سجائیں جاتے ہیں۔ دوسرے سمت اوپن کچن کے سامنے بڑا اور جدید ماڈل ڈائننگ ٹیبل ہے اور اس کے ساتھ ہی دیوار کے ساتھ بڑا سا ایکویریئم لگایا ہے جہاں ہر قسم کی چھوٹی مچلیاں تیرتی زندگی کے سفر پر رواں دواں ہیں۔اسی ہال میں چار وسیع و عریض کمرے ہیں۔ جس میں ایک ماسٹر بیڈ روم مسٹر اینڈ مسز تابش درانی کے زیر استعمال ہے۔ساتھ ہی دوسرا کمرہ تابش صاحب کا اسٹڈی روم ہے۔

تیسرا کمرا سیرت بیگم کے سیٹنگ روم کے طور پر آمادہ کیا گیا ہے جہاں ان کے ایگزیبیشن کا سامان رکھا جاتا ہے وہی آخری کمرہ بطور گیسٹ روم مہمانوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

اوپن کچن کے ساتھ گولائی میں اوپر کو سفید رنگ کی سیڑھیاں جاتی ہیں۔ اوپری منزل کے پانچ کمروں میں سے ایک ماسٹر بیڈ روم عرشیہ کا بیڈ روم ہے۔اور باقی کے چار کمرے تقریباً بند ہی رہتے ہیں۔ عرشیہ کے بیڈ روم میں ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت ڈیکوریشن رکھی نظر آتی ہیں۔ بیشک اسے ماں باپ کی توجہ حاصل نہیں تھی مگر دونوں کے جیب ہمیشہ اس کے لیے وا تھے۔

عرشیہ درانی لمبے قد، بڑی آنکھیں، ستواں ناک اور عنابی ہونٹ کی حامل، اپنی اٹھارویں سالگرہ پر پنک کلر کا لانگ گاون پہنے بڑی آنکھوں میں ہلکا لائنر

لگائیں لمبی ساتواں ناک میں نت لگائیں، دلکش گلابی ہونٹوں پر لپ گلوس، کمر تک آتے لمبے کالے بال کھلے رکھیں، لمبے قد کے ساتھ ہیل پہنے بہت حسین لگ رہی تھی۔ آج وہ تیار ہو کر بہت خوشی خوشی کمرے سے باہر آئی۔ کہی نا کہی اسے امید تھی کہ آج کے دن مام اور ڈیڈ اسے گلے لگائیں گے۔ بہت دعائیں دیں گے اور مل کر اس کی برتھ ڈے منائیں گے۔ مگر اس کے توقعات کے برعکس ڈیڈ اور مام کی بحث چل رہی تھی۔

"تم نے کبھی میری کوئی بات مانی ہے جواب مانو گی۔۔۔" تابش صاحب پورے تاب سے چلائیں۔

"ہاں تو تم کہاں میری سنتے ہو۔۔۔ ہمیشہ اپنی مرضی چلائی ہے۔۔۔۔" سیرت بیگم نے جواب دینے میں دیر نا لگائی۔

"یہ جو دن رات تم پارٹیز میں لگی ہو۔۔۔۔میری مہربانی سے ہے۔۔۔۔۔
میں چاہوں تو تمہیں پائی پائی کے لیے ترسادوں۔۔۔۔"تابش صاحب انگلی
اٹھائے سیرت بیگم کے سر پر آ گئے۔

"زبان سنبھال کے بات کرو۔۔۔۔۔تم نے یہ دولت میرے جہیز میں
دیئے کمپنی سے بنائی ہے۔۔۔۔۔تمہاری اپنی کیا اوقات تھی سب جانتے
ہیں۔۔۔۔"سیرت بیگم نے اسی جوش کا مظاہرہ کیا۔

عرشیہ آنکھوں کی پتلیاں کبھی دائیں جانب گھما کر ڈیڈ کو دیکھتی تو کبھی بائیں
جانب کر کے مام کو دیکھتی۔

"بہت غرور ہے تمہیں اپنی اس ایک کمپنی پر۔۔۔۔۔جاو لے لو۔۔۔۔ تمہارے منہ پر مارتا ہوں میں وہ۔۔۔۔۔اس سے دس گنا زیادہ جائیداد میں بنا چکا ہوں۔۔۔۔بار بار ایک کمپنی کا احسان مت جتاو۔۔۔۔۔"تابش صاحب استحزیہ ہنسے تھے۔

سیرت بیگم کے تاثرات مزید بگڑ گئے۔عرشیہ کتنی دیر سے وہاں کھڑی تھی کسی کو اس کی موجودگی محسوس نہ ہوئی۔مام اور ڈیڈ کی بڑھتی آوازوں سے تنگ آکر وہ الٹے قدم پلٹ گئی اور بھاگ کر کمرے میں آگئی۔

بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگائیں گھٹنوں کے گرد بازو حمائل کر کے وہ چھپ کر سسکنے لگی۔بچپن سے اب تک زندگی کے تلخ و شیریں حالات فلم کی مانند ذہن کے پردوں پر گردش کر رہیں تھے۔آخری مرتبہ کب اس نے مام ڈیڈ

کو اچھے کپل کی طرح بات کرتے سنا تھا اسے یاد نا آیا۔وہ دنیا کے سامنے کتنی ہی مضبوط بن جاتی مگر اندر سے وہ اب بھی ڈری سہمی معصوم بچی ہی تھی جسے والدین کے پیار و شفقت کی اشد ضرورت تھیں۔

دن کی روشنی ڈھل کر شام کی تاریکی میں تبدیل ہو گئی۔لاؤنج میں سے آتی آوازیں تھم چکی تھیں۔عرشیہ اسی جگہ بیٹھی خلاء میں دیکھ رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"عرشیہ۔۔۔ایسے تاریکی میں کیوں بیٹھی ہو۔۔۔" پچاس سالہ نینی ہاتھوں میں ٹرے لیے اندر داخل ہوئی۔ایک ہاتھ بڑھا کر انہوں نے سوئچ بورڈ دبایا اور ایک جھٹکے سے پورا کمرا روشن ہو گیا۔

عرشیہ نے ایک نظر سر اٹھا کر ٹرے کو دیکھا تھا۔نینی نے کھانے پینے کے اشیا سے لبریز ٹرے اس کے سامنے رکھی اور خود دوزانو ہو کر اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی۔

"چلو۔۔۔۔۔کھانا کھالو۔۔۔۔۔"نینی نے بہت نرمی سے کہا۔

اس کے لیے عرشیہ اپنی اولاد جیسی تھی۔چھ مہینے کی عمر سے اب تک نینی ہی اس کی پرورش اور دیکھ بھال کرتی رہی تھی۔وہ الگ بات تھی کہ عرشیہ کبھی نینی کو دل میں وہ جگہ نہیں دے پائی جس کی وہ حقدار تھیں۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔۔"عرشیہ نے بہت بھاری آواز میں جواب دیا۔

"بھوک کیسے نہیں ہے۔۔۔۔۔ صبح سے کچھ نہیں کھایا تم نے۔۔۔۔۔"نینی اس کے انکار کو خاطر میں نہ لاتے نوالہ بنانے لگی۔"میں کھلاتی ہوں اپنی بچی کو۔۔۔۔"انہوں نے نوالہ اس کے منہ کے آگے کیا۔

عرشیہ کے عصاب تن گئے اس نے زور سے نینی کا ہاتھ پرے دھکیلا۔

"تمہیں سمجھ نہیں آئی میری بات۔۔۔۔۔مجھے نہیں کھانا۔۔۔۔چلی جاو یہاں سے۔۔۔۔"عرشیہ یک دم کھڑی ہو کر غرائی۔

"عرشیہ۔۔۔۔میری بچی۔۔۔۔۔"نینی ہکا بکا اسے دیکھنے لگی۔

"نہیں ہوں میں تمہاری بچی۔۔۔۔۔تمہاری ذمہ داری صرف میرے ایٹین ائیر ہونے تک تھی اور وہ مدت آج پوری ہو چکی ہے۔۔۔۔۔اب تمہارا مجھ پر کوئی حق نہیں ہے۔۔۔۔نکل جاو میرے روم سے۔۔۔۔"عرشیہ نے بازو دراز کر کے دروازے کے سمت اشارہ کیا۔

نینی کو اس کے الفاظ سمجھنے میں وقت لگا۔عرشیہ انہیں اپنی جگہ ساکت کھڑے دیکھ کر بے قابو ہونے لگی۔اس نے زور سے ٹرے کو لات دے ماری۔جوس کا گلاس فرش پر گر پڑا۔دیگر برتن آپس میں ٹکرا گئے۔کمرے میں گونجتے آوازوں سے نینی سہم کر پھدک پڑی اور تیزی سے ٹرے اٹھائے کمرے سے باہر نکل گئی۔

زیادہ تر رشتے قدرتی طور پر نہیں مرتے۔وہ خود غرضی، کوتاہی، غور و فکر کی کمی، لاپرواہی، جھوٹ اور شفقت سے عاری رویئے سے مارے جاتے ہیں۔ تابش درانی اور سیرت درانی کے کوتاہیوں نے عرشیہ کے دل سے انسانیت کو ہی مار دیا تھا۔

نینی کے جانے کے بعد وہ اٹھ کر آئینے کے سامنے آئی اور زور زور سے آنکھیں مسل کر لائنز صاف کیا پھر ہتھیلی کی پشت سے گلابی ہونٹوں کی لپسٹک رگڑی اور خوبصورت چہرے کا میک اپ بگاڑ کر اس نے بالوں کو نوچ کر خراب کر دیا۔غصے سے آنکھیں سرخ اور پُرنم ہو گئی تھیں۔اٹھارویں سالگرہ کا تحفہ یوں ملے گا اس نے سوچا نہ تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

وقت تیز رفتاری سے بڑھنے لگا۔ سردی کی شامیں لمبی اور خشک ثابت ہو رہی تھیں۔ البتہ دن میں دھوپ نے خنکی میں بھی ہلکی تپش برقرار رکھی۔

اس دن تابش صاحب اپنی تمام تر وجیہہ شخصیت لیے تھری پیس سوٹ اور بوٹ میں تیار خاکی بالوں کو سائیڈ پر ٹکائیں لمبے ڈگ بھرتے کالج کے روش پر چلتے پرنسپل آفس میں در آئیں۔ صبح ہی صبح انہیں کالج کے عملہ کے جانب سے کال کر کے عجلت میں بلایا گیا تھا۔ عرشیہ تپے تاثرات چہرے پر پھیلائیں پہلے سے وہاں موجود تھی۔ ڈیڈ نے ایک نظر اسے گھورا اور پرنسپل صاحبہ کے مقابل نشست پر تشریف فرما ہو گئے۔

"معاف کیجیئے گا درانی صاحب۔۔۔۔۔آپ کو یوں آنا پڑا۔۔۔۔۔بات ہی کچھ ایسی تھی۔۔۔۔۔۔عرشیہ کو ریسٹیگیٹ کرنے سے قبل میرا آپ سے ملنا لازم تھا۔۔۔۔۔"پرنسپل صاحبہ ٹیبل پر کہنیاں رکھتی آگے ہوئی۔

"ایسا کیا کیا ہے کہ ریسٹیگیٹ کرنا پڑ رہا ہے۔۔۔۔۔"تابش صاحب کی سرد آواز سے پیچھے کھڑی عرشیہ کے گلے میں گھٹلی بن کر معدوم ہوئی۔

"آپ کی بیٹی۔۔۔۔۔سیگریٹ نوشی کرتے ہوئے پکڑی گئی ہیں۔۔۔۔"

پرنسپل صاحبہ نے بنا نکتہ جوڑے سچ سے روشناس کرایا۔

"واٹ۔۔۔۔۔۔"تابش صاحب کے آبرو پھیل گئے۔وہ یک ٹک پرنسپل صاحبہ کو دیکھنے لگے۔

"صرف یہی نہیں۔۔۔۔جب ڈیوٹی ٹیچر نے روکا تو آگے سے بد تمیزی کرنے لگی۔۔۔۔ کہتی ہے کہ میرے باپ نے کبھی نہیں روکا تو تم کون ہوتی ہو۔۔۔۔"پرنسپل صاحبہ نے جوں کے توں عرشیہ کا کہا جملہ دہرایا۔

اس بات پر تابش صاحب شرمسار ہوتے نظریں جھکا گئے۔

"اس لیے مجھے آپ کو ارجنٹلی یہاں بلانا پڑا درانی صاحب۔۔۔۔کیا آپ کو اپنی بیٹی کے سموکنگ کا علم ہے۔۔۔۔کیا آپ کو معلوم ہے وہ دن بہ دن کتنی بے لحاظ اور بد تمیز ہوتی جا رہی ہیں۔۔۔۔۔اسکا یہ بیہویر کالج میں مزید برداشت نہیں کیا جائے گا۔۔۔۔۔"پرنسپل صاحبہ نے سختی سے خبردار کیا

ان کے انکشاف پر تابش صاحب جہاں پہلے حیران ہوئے تھے وہی اب اندر ہی اندر غصے سے آگ بگولا ہونے لگیں۔

"عرشیہ کے جانب سے میں معذرت خواہ ہوں۔۔۔۔۔میں اسے سمجھا دوں گا۔۔۔۔۔پلیز آپ اسے ریسٹیگیٹ مت کیجیئے۔۔۔۔۔آئی پرامس وہ دوبارہ ایسی حرکت نہیں کرے گی۔۔۔۔۔"تابش صاحب منت پر اتر آئیں۔

عرشیہ کو ایک طرف اپنا راز افشاں ہونے پر دکھ ہو رہا تھا تو دوسری طرف پرنسپل صاحبہ کے الفاظ پر غصہ آنے لگا۔اسے ڈیڈ کا یوں معافی مانگنا بالکل نہ بھایا۔

"ٹھیک ہے درانی صاحب۔۔۔۔آپ ملک کے نامور صنعت کار ہیں۔۔۔۔ آپ اتنا کہہ رہیں ہیں تو ایک اور چانس دے دیتی ہوں۔۔۔۔ مگر اگلی دفعہ وارننگ نہیں ملے گی۔۔۔۔"پرنسپل صاحبہ تابش درانی کی عزت کا مان رکھتے ہوئے راضی ہو گئیں۔

تابش صاحب کے چہرے پر سکون کی لہر دوڑ گئی۔وہ پرنسپل صاحبہ کے مشکور ہوئے اور جانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پیچھے مڑنے پر نظر عرشیہ پر ڈالی اور اس کے گرد بازو حمائل کر کے اپنے ساتھ پرنسپل آفس سے باہر لیں جانے لگیں۔آفس سے نکلتے ہی تابش صاحب کے تاثرات بدل گئے۔انہوں نے اس پر سے بازو کا حلقہ ہٹا دیا۔دونوں خاموشی سے آگے پیچھے ہوتے کوریڈور میں چلتے کالج سے باہر آ گئیں۔کالج سے گھر تک پورا راستہ ڈیڈ

خاموش رہیں۔وہی عرشیہ کا دل بے ترتیب دھڑکنے لگا۔ڈیڈ کی یہ خاموشی طوفان سے قبل کی خاموشی تھی۔

سیرت بیگم سفید سلک کی ساڑھی میں نت ست تیار صوفے پر بیٹھے ٹانگ پر ٹانگ رکھے کوئی میگزین پڑھ رہی تھی جب بے وقت تابش کو لاؤنج میں داخل ہوتے دیکھا۔ان کے پیچھے عرشیہ بھی بے باقی سے اندر داخل ہوئی تو مام حیرانگی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا بات ہے تابش۔۔۔۔۔تم اور عرشیہ ایک ساتھ اس وقت۔۔۔۔۔۔"

سیرت بیگم کی آواز سے فکر مندی جھلک رہی تھی۔

"یہ اپنی لاڈلی سے پوچھو۔۔۔۔۔کیا گل کھلا رہی ہے۔۔۔۔۔"تابش صاحب اتنی شدت سے غرائیں کہ عرشیہ کے ساتھ ساتھ مام بھی سہم کر پھدک پڑی۔

مام نے بے یقینی سے عرشیہ کو دیکھا تھا۔

"کب سے کر رہی ہو سمو کنگ۔۔۔۔۔اور کیا کیا کرتی ہو۔۔۔۔"ڈیڈ ایڑیوں کے بل گھومے اور عرشیہ کو بالوں سے جکڑ لیا۔

عرشیہ نے سختی سے لب بھینچ کر سانس روک لی۔وہ درد کی وجہ سے سسکی روکنے کی کوشش کرنے لگی۔

"تابش کیا کر رہے ہو۔۔۔۔ چھوڑو اسے۔۔۔۔"سیرت بیگم نے تیزی سے آگے آکر تابش صاحب کا بازو پکڑ لیا مگر عرشیہ کے بالوں پر ان کی گرفت بہت سخت تھیں۔

"یہ سب تمہاری حرکتوں کی وجہ سے ہوا ہے۔۔۔۔آج مجھے اس کی وجہ سے پرنسپل کے ہاتھ جوڑنے پڑے۔۔۔۔ایسی تربیت دے رہی ہو تم اسے۔۔۔۔۔"رخ موڑ کر انہوں نے سیرت بیگم پر چلانا شروع کیا۔

"اکیلے مجھے الزام مت دو۔۔۔۔۔ عرشیہ تمہاری بھی ذمہ داری ہے۔۔۔۔۔ اور یہ ذمہ داری نبھائی ہے تم نے۔۔۔۔ایک بچی نہیں سنبھالی جاتی تم سے۔۔۔۔۔۔"سیرت بیگم الزام تراشی میں کہاں پیچھے رہنے والی تھی۔

ان دونوں کے بحث کے دوران عرشیہ مزمت کرتے اپنے بال چھڑا کر ڈیڈ کے شکنجے سے آزاد ہوتے ان کے روبہ روآئی۔

"آپ دونوں کی ذمہ داری مجھے پیدا کر کے چھوڑ دینے تک تھی۔۔۔۔جو آپ دونوں نے بہت اچھے سے نبھائی ہیں۔۔۔۔۔اب میری لائف میں دخل اندازی مت کریں۔۔۔۔۔"عرشیہ کی بلند آواز پر تابش صاحب اور سیرت بیگم دونوں نے اسے گھورا۔

عرشیہ کا جواب بجھتے انگاروں پر مٹھی کا تیل ڈالنے کے مانند ثابت ہوا۔تابش صاحب نے سیرت کو پرے کرتے ہاتھ ہوا میں بلند کیا اور پوری قوت سے عرشیہ کے گال پر جھڑ دیا۔عرشیہ اس تھپڑ کے لیے تیار نہ تھی اس لیے اپنا

توازن قائم نہ رکھ پائی اور صوفے پر گر پڑی۔ سیرت بیگم نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

"بد تمیز۔۔۔۔۔بہت لمبی زبان ہو گئی ہے تمہاری۔۔۔۔اگر یہاں رہنا ہے تو اپنے آپ کو سدھارو عرشیہ۔۔۔۔۔ورنہ میں تمہیں پھر سے کرنل شیری کے پاس بورڈنگ میں بھیج دوں گا۔۔۔۔۔"انگلی اٹھا کر تنبیہ کرتے انہوں نے آخری فقرہ کہا اور کمرے کے سمت بڑھ گئے۔

عرشیہ پرنم آنکھوں سے فرش کو تکتی صوفے پر اوندھے منہ پڑی رہی۔

"یہ سب کیا ہے عرشیہ۔۔۔۔۔تم سموکنگ کرتی ہو۔۔۔۔کب سے کر رہی ہو۔۔۔۔۔"تابش صاحب کے مقابلے مام نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"آپ کو کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔۔میں کچھ بھی کروں۔۔۔۔"عرشیہ کا غصہ اپنی جگہ برقرار تھا۔

"بکواس مت کرو۔۔۔۔۔جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔۔۔۔"سیرت بیگم نے دانت پیستے اسے بازو سے کھینچ کر سیدھا کیا۔

"ایک سال سے۔۔۔۔۔اور ڈرنک بھی کرتی ہوں۔۔۔۔اور کچھ سننا ہے۔۔۔۔۔"عرشیہ نے اپنا بازو جھڑکتے دوٹوک الفاظ میں جواب دیا۔

Zubi Novels Zone

"واٹ۔۔۔۔۔دماغ خراب ہے تمہارا۔۔۔۔۔صرف اسموکنگ پر اتنا بڑا بھوال مچا ہے گھر میں۔۔۔۔۔ڈرنکنگ کا پتا چلا تو پتا نہیں کیا ہو گا۔۔۔۔" سیرت بیگم نے مستقبل کا اندیشہ ظاہر کیا۔

"اووو پلیز زززمام۔۔۔۔۔آپ دونوں کے پاس میرے لیے ٹائم ہی کہاں ہے۔۔۔۔۔وہ تو پرنسپل کی وجہ سے ڈیڈ کو پتا چل گیا ورنہ کبھی پتا نہ چلتا۔۔۔۔اب یہ اچھی ماں بن کر اپنا وقت ضائع نہ کریں۔۔۔۔"عرشیہ مام کی دور اندیشی سے بالکل متاثر نہ ہوئی۔

سیرت بیگم اسے مزید کچھ کہتی کہ ان کا موبائل بجنے لگا۔

"تمہیں میں بعد میں دیکھتی ہوں۔۔۔۔۔نینی اسے کمرے میں لے جاو۔۔۔۔"اسے ڈانٹ کر مام نے نینی کو ہدایت دی اور خود مڑ کر کمرے کے جانب چل پڑی۔

عرشیہ نے بھیگے رخسار صاف کئے اور دل میں پرنسپل کو کوستی سیڑھیوں کے جانب بھاگ گئی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

آزاد ریڈیو 88 کے سٹوڈیو میں معمول کا رش لگا تھا۔ہر کارکن اپنے اپنے حصے کے کام سرانجام دیتا نظر آیا۔ بڑے سے کھلے ہال میں دائیں اور بائیں جانب تین تین کیبن بنے تھے۔دائیں جانب ایک کیبن میں خبروں کا سلسلہ جاری

تھا دوسرے میں اسپورٹس کے مطابق رپوٹنگ ہو رہی تھیں تو تیسرے کیبن میں ٹیکنکل اسٹاف بیٹھی ان دونوں چینلز کے نشریات سامعین تک پہنچا رہیں تھے۔

ایسے ہی بائیں جانب دو کمروں میں آر جے کا سیٹ اپ بنا تھا جہاں مقررہ وقت کا آر جے اپنے پروگرام کرنے میں مشغول تھا اور تیسرے کمرے میں ان سے متعلق ٹیکنکل اسٹاف اپنا وظیفہ نبھا رہیں تھے۔

اوپری منزل کا پہلا بڑا کیبن آزاد ریڈیو 88 کے سی ای او اورہان منور کا تھا۔ اس ریڈیو اسٹیشن کی بنیاد اورہان کے دادا اسد حسن صاحب نے 1983 میں رکھی تھیں۔ پچیس سال تک وہ خود اس ریڈیو اسٹیشن کو اپنی خدمات پیش کرتے رہیں تھے پھر اورہان کے بابا منور حسن نے زمہ داری سنبھالی مگر طبعیت میں ناسازی کے باعث پچھلے پانچ سالوں سے یہ ذمہ داری اورہان نے اپنے کندھوں پر لیں لی تھیں۔ اورہان کو اپنے دادا اور بابا کے ریڈیو

اسٹیشن سے بہت پیار تھا۔ ٹیکنالوجی کے بڑھتے دور میں بھی وہ اسے آگے بڑھانے کی بھرپور کوشش کرتا رہا۔ چونکہ آج کل ہر نوجوان کے پاس موبائل اور انٹرنیٹ دستیاب ہے اس لیے اسے کوئی فائدہ بھی حاصل نا تھا مگر اورہان نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ بابا کے حیات رہنے تک وہ اپنا پورا وقت آزاد ریڈیو 88 اور اس کے کارکنان کو فراہم کرے گا۔

اورہان اور پیغام تعلیمی دور سے ایک دوسرے کے بہت اچھے دوست تھے۔ جب بھی کوئی ایک مشکل میں ہوتا تو دوسرا جان دینے بھی حاضر رہتا۔ اپنے دوست کی بے روزگاری اور معاشی حالت دیکھ کر اورہان نے ہی پیغام کو اپنے ریڈیو اسٹیشن میں آر جے بنایا۔ حالانکہ شروع شروع میں پیغام کو ریڈیو میں بولنا اور سامعین سے گفتگو کرنا زرا بھی پسند نہ تھا مگر دیکھتے دیکھتے اس کے چاہنے والے بڑھنے لگیں۔ دیگر شوز کے مقابلے آر جے پیغام کا شو "جلتے دیئے" اور "شامِ پیغام" لوگوں میں مقبول ہونے لگا اور اس مقبولیت کی

اصل وجہ آرجے پیغام کی درد بھری مضبوط آواز تھی۔اس کی آواز میں کوئی جادو تھا جو اپنے سننے والے کو اَن دیکھے جال میں جکڑ لیتا۔اسے مقناطیسی کشش کہتے یا قدرتی کرشمہ پر پیغام کی آواز کو سننے والا چاہ کر بھی اس کے آواز کے نشے سے نکل نہ پاتا۔

پیر کی رات 10 بج کر 3 منٹ ہونے کو تھے۔ٹریفک جام میں پھنسے نوجوان نے گاڑی کی ایل ای ڈی اسکرین پر انگلی چلائی اور ایف ایم 88 لگا لیا۔ایسے ہی سڑک کنارے پکوڑے کی دکان پر بیٹھے اڈھیر عمر آدمی نے موبائل پر ریڈیو آن کیا۔گاڑیوں دکانوں حتہ کہ بیشتر گھروں میں اس وقت ریڈیو ایف ایم 88 گونج رہا تھا۔

اسٹوڈیو میں اس وقت خاموشی کا راج تھا۔سب کارکنان اپنے اپنے کیبن میں بیٹھے اپنے مقررہ شوز چلا رہیں تھے۔پیغام ٹریفک سے بچتے بچاتے ابھی ابھی پہنچا تھا۔دس بجتے ہی پیغام کے آنے تک اس کی ٹیکنکل ٹیم اس کے سلیکٹ کئے ہوئے غزلیں چلاتی۔اس وقت بھی اس کے کیبن میں وہ گانے گونج رہیں تھے۔اسٹوڈیو میں لگے آے سی نے موسم سرما میں بھی کیبن کو کافی گرم کیا ہوا تھا۔پیغام نے کیبن میں داخل ہوتے اپنا اوور کوٹ اتار کر چیئر کی پشت پر ڈالا اور نشست سنبھال کر ہیڈ فون کانوں پر لگائیں۔میز پر رکھا مائک اسٹینڈ اپنے برابر درست کیا۔میز پر دیگر الیکٹرونک الات بھی رکھیں ہوئے تھے جو اسے اچھا شو کرنے میں مدد دیتے۔ان میں ایک الا جسے microphone processor کہتے ہیں۔اس ڈیوائس سے آواز اونچی یا ہلکی کی جاتی ہے۔اس پر چھوٹے چھوٹے کمپریسر لگائیں گئے ہیں جسے گھما کر آواز کی ٹیون برابر کر سکتے ہیں۔

دوسرا الا audio mixer consule کہلاتا ہے جس سے آر جے اپنی آواز کم اور بیک گراؤنڈ میں چلتے گانوں کا والیوم بڑھاتا ہے۔اس ڈیوائس سے آر جے اپنی آواز اور گانوں کی والیوم کنڑول کرتا ہے۔

اس کے علاوہ کیبن میں on air کا اسکرین موجود ہوتا ہے جہاں شو لائف ہونے پر لائٹ جلتی ہے اور کسی مداخلت کے باعث شو کی لائف براڈکاسٹ بند ہونے پر بند ہوتی ہے جس سے آر جے کو اشارہ ملتا ہے کہ کب بولنا ہے اور کب نہیں۔ایک بڑا کمپیوٹرڈیوائس بھی ٹیبل پر موجود ہوتا ہے جہاں سے آر جے اپنے سلیکٹ کئے ہوئے پلے لسٹ سے گانے چلا سکتا ہے۔

ایسے دیگر کئی الات ہیں جو کہ ٹیکنکل روم میں رکھیں ہوتے ہیں جہاں سے یہ لائف براڈکاسٹ سامعین تک پہنچایا جاتا ہے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اپنے سامنے پڑے الات پر مطلوبہ سیٹنگ کر کے پیغام نے شیشے سے نظر آنے والے ٹیکنکل ڈائریکٹر کو انگوٹھے کے اشارے سے ریڈی ہونے کا اشارہ کیا۔

ڈائریکٹر نے سر کو خم دے کر بڑے سوفٹ وئیر پر کچھ بٹن دبائیں تو آن ائیر کی لائٹ روشن ہوئی۔ پیغام نے میوزک ہلکی کر دی اور اپنی آواز کا جادو بکھیرنے لگا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔۔۔۔شروع کرتا ہوں ذات یکتا کے بابرکت نام سے۔۔۔۔السلام علیکم پاااااکستان۔۔۔۔جہاں جہاں تک میری آواز پہنچ رہی ہیں۔۔۔ان سب سامعین کو میرا پیار بھرا اسلام۔۔۔اس وقت دس بج کر پندرہ منٹ ہو رہیں ہیں۔۔۔مجھے کہتے ہے آر جے پیغام اور میں

"جلتے دیئے" پروگرام میں آپ سب کو خوش آمدید کہتا ہوں۔۔۔امید کرتا ہوں آپ سب اللہ کے حفظ وامان میں ہونگے۔۔۔۔اس کے عطا کردہ ہر ہر نعمت کے شکر گزار ہونگے۔۔۔۔۔بے شک وہ سب کا رازق ہے۔۔۔۔۔"

تعارفی کلمات کہہ کر وہ رکا۔

اس کا ہاتھ والیوم کے بٹن پر تھا۔اپنی بات مکمل کر کے پیغام نے میوزک کی آواز بڑھائی۔

"جلتے دیئے پروگرام میں ہم شعر وشاعری کا ماحول سجاتے ہیں اور کچھ منتخب شدہ گیت۔۔۔۔آپ سب کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔۔۔۔۔ساتھ ساتھ میری نصیحت اور امید بھری گفتگو بھی چلتی رہتی ہے۔۔۔۔۔"دوبارہ گفتگو کرتے ہوئے اس کی انرجی میں اضافہ نظر آیا۔

"آغاز کرتے ہیں عبیداللہ علیم صاحب کے شعر سے۔۔۔۔کہتے ہیں۔۔۔۔ عزیز اتنا ہی رکھو کہ جی سنبھل جائے۔۔۔۔ عزیز اتنا ہی رکھو کہ جی سنبھل جائے۔۔۔۔اب اس قدر بھی نہ چاہو کہ دم نکل جائے۔۔۔۔۔۔واہ کیا کہنے ہیں۔۔۔۔بہت خوب۔۔۔۔۔" پیغام نے پہلا شعر سنا کر اپنی آواز ہلکی کی اور بیک گراؤنڈ میں چلتے گانوں کا والیوم تیز کیا۔

"آتے ہیں دوسرے شعر کے جانب۔۔۔۔۔" سانس لے کر پھر سے اپنی آواز کی ٹیون بڑھائی۔

"کچھ تو مجبوریاں رہی ہونگی۔۔۔۔کچھ تو۔۔۔۔۔ مجبوریاں رہی ہونگی۔۔۔۔یوں کوئی بے وفا نہیں ہوتا۔۔۔۔یہ الفاظ بشیر بدر صاحب کے ہیں۔۔۔۔" ہر شعر کے بعد وہ تھوڑی دیر کا وقفہ ضرور لیتا تھا۔

"ایک ہمارے نامور شاعر بشیر بدر صاحب ہیں۔۔۔۔اور ایک معروف پاکستانی اداکار بدر منیر صاحب ہیں۔۔۔۔دونوں نے اپنے اپنے فیلڈ میں کمال کارکردگی دکھائی ہے۔۔۔۔مزے کی انفارمیشن شئیر کرتا چلوں۔۔۔۔بدر منیر صاحب نے 732 پشتو اردو اور پنجابی فلموں میں اپنی اداکاری کے جوہر دکھائے ہیں۔۔۔۔واقعی یہ کافی بڑی تعداد ہیں۔۔۔۔ہمیں ایسے فنکاروں کی ہمیشہ پذیرائی کرنی چاہیئے۔۔۔۔"صرف شعر و شاعری سے سامعین بور ناہو جائیں اس لیے پیغام ہمیشہ بیچ بیچ میں دوسری انفارمیشن یا مزاحیہ تحریر بھی سنایا کرتا تھا۔

"اگلے شعر کی طرف بڑھنے سے پہلے لیتے ہیں چھوٹا سا کمرشل بریک۔۔۔۔کہیں جایئے گا مت۔۔۔۔پکچرا ابھی باقی ہے میرے

دوست۔۔۔۔اور جنہوں نے ابھی ابھی ایف ایم 88 کو ٹیون اِن کیا ہے۔۔۔۔میں ہوں آر جے پیغام۔۔۔۔ملتے ہیں چھوٹے سے بریک کے بعد۔۔۔۔" بریک کا اعلان کر کے پیغام نے دو انگلیاں اٹھا کر ڈائریکٹر کو دو منٹ تک کمرشل چلانے کا اشارہ کیا۔

ڈائریکٹر نے سر کو ہلاتے کمپیوٹر پر کمرشل چلانے شروع کئے۔آن ائیر کی لائٹ بند ہو گئی تو پیغام سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر پیچھے کو ہوا۔اتنی دیر میں اسٹاف بوائے ٹرے میں چائے کا مگ رکھے اسٹوڈیو میں داخل ہوتا نظر آیا۔ سٹاف بوائے کا شکریہ ادا کرتے اس نے مگ اٹھایا اور گرم گرم چائے کے مزے لینے لگا۔وہ گھونٹ بھرنے کے ساتھ ساتھ موبائل بھی دیکھ رہا تھا۔ اس کا پرسنل نمبر ماسوائے اورہان کے کسی کے پاس نہیں تھا۔اس کی وجہ یہی تھی کہ پیغام کو لوگوں کے ساتھ زیادہ گھلنا ملنا پسند نہیں تھا۔ٹیکنکل ٹیم کے

جانب سے فیسبوک اور انسٹا گرام پر آر جے پیغام فین پیج کے نام سے اکاونٹ بھی موجود تھے جہاں اس کے شعر و شاعری پر reel بنا کر پوسٹ کی جاتی تھیں۔ مگر ان میں سے کسی بھی اکاونٹ سے پیغام کا ذاتی طور پر کوئی تعلق نہیں تھا۔ پیغام کی سخت ہدایات تھیں کہ کسی بھی پلیٹ فارم پر اس کے تصاویر یا ذاتی معلومات شائع نہ ہوں۔ البتہ اپنے فین پیج کی فالوونگز دیکھ کر وہ حیران ضرور ہوتا تھا۔

پیغام نے چائے کے آخری گھونٹ بھرتے واٹس اپ پر اورہان کی بھیجی سیلفی دیکھی اور ساتھ اس کا وائس میسج سننے لگا۔

"آج مارکیٹ میں یہ لڑکی ملی تھی۔۔۔۔۔ کہہ رہی تھی آر جے پیغام کی بہت بڑی فین ہے۔۔۔۔ ریڈیو صرف اُسی کے خاطر سنتی ہے۔۔۔۔ ان سے مل

کر سیلفی لیناچاہتی ہے۔۔۔۔میں نے کہا سیلفی میرے ساتھ لے لیں۔۔۔

پھر میں آرجے پیغام کو دیکھا کر اس کے پیج پر پوسٹ کر دوں گا۔۔۔۔۔۔"

اور ہان کا وائس میسج سنتے پیغام ہنس دیا۔

اس بات میں کوئی شک نا تھا کہ ہر جنس کے نفوس اس کے فین تھے۔ جن میں الناس کی تعداد زیادہ تھیں۔ ہوتی بھی کیسے نا۔ اس کی آواز اور بات کرنے کا انداز اتنا محسور کن تھا کہ کوئی چاہ کر بھی خود کو اس کا فین بننے سے روک نا پاتا۔ پیغام اکثر اپنے نیم شب کے پروگراموں کو آج کل کے جینریشن کے لئے بورنگ اور بے تاثر تصور کرتا تھا مگر شو کی ٹی آر پی اور لوگوں کا رسپانس دیکھ کر کافی متاثر ہو جاتا۔

موبائل واپس رکھ کر سر جھٹکتے پیغام نے لمبا سانس خارج کر کے گلا صاف کیا اور پھر سے براڈکاسٹ کے جانب متوجہ ہو گیا۔

اس نے مائک کے آگے ہو کر اگلا شعر پڑھا۔

"اجالے اپنی یادوں کے میرے ساتھ رہنے دو۔۔۔۔۔

نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے۔۔۔۔۔ویلکم بیک ٹو مائی شو۔۔۔۔۔یہ شعر بھی بدر بشیر صاحب کا تھا۔۔۔۔آج کی رات بدر بشیر صاحب کے نام۔۔۔۔۔" وہ مزید ایک گھنٹہ تک یوں ہی گفتگو کرتا رہا اشعار پڑھتا رہا اور بارہ بجے اشارہ ملتے ادلوا عی کلمات کہے۔

"امید کرتا ہوں آج کا شو آپ کو پسند آیا ہو گا۔۔۔۔۔۔ملتے ہیں اگلے ہفتے۔۔۔۔۔شب بخیر۔۔۔۔۔" آخری کلمات کہتے اس نے مائک آف کر دیا اور شو ختم کر کے جانے لگا۔

پچھلے دو سالوں سے یہی اس کی معمول زندگی تھی۔اس کے زندگی میں ایسے فین مومنٹ کے واقعات عام تھے۔آگے جا کر یہ سلسلہ کتنا بڑھنے والا تھا یہ تو صرف وقت کو ہی پتا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

دوسری جانب عرشیہ کی رو رو کر آنکھیں سرخ ہو گئی تھی۔

"کتنی زور کا مارا صاحب جی نے۔۔۔۔انگلیوں کے نشان چھپ گئے ہیں گال پر۔۔۔۔۔ nanny "اونی کپڑا ہلکا گرم کر کے عرشیہ کے رخسار سیکھ رہی تھی۔

"آپ کو پتا ہے نینی۔۔۔۔۔مام ڈیڈ اب تک الگ کیوں نہیں ہوئے۔۔۔۔ اب تک ڈائورس کیوں نہیں لیا۔۔۔۔۔"عرشیہ ان کے گود میں سر رکھیں خالی نظروں سے چھت کو گھور رہی تھی۔

"کیوں کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔۔۔۔ جھگڑے کن میاں بیوی میں نہیں ہوتے۔۔۔۔ان کے لڑائی جھگڑوں میں بھی پیار چھپا ہوتا ہے۔۔۔۔"نینی نے اس کی بات کا مثبت انداز میں جواب دیا۔

"محبت۔۔۔۔۔ہاہاہاہا۔۔۔۔۔"عرشیہ نے محبت کا لفظ دہرا کر قہقہہ لگایا۔

نینی کے گود سے سر اٹھا کر وہ ان کے روبہ رو بیٹھی۔

"اووونینی۔۔۔۔۔۔انہیں محبت صرف دولت سے ہے۔۔۔۔ایک دوسرے سے نہیں۔۔۔۔جانتی ہو جائیداد کا ایک بڑا حصہ دادا نے اپنے آخری وصیت میں میرے نام لکھا ہے۔۔۔۔۔جو میرے بیس سال کے ہونے پر ملے گا۔۔۔۔"عرشیہ کی آنکھوں میں آفسردگی در آئی۔

"اس لیے ڈیڈ مام کو ڈائورس دے کر وہ حصہ اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے۔۔۔۔۔اور نا مام۔۔۔۔ڈیڈ کو چھوڑ کر انہیں اکیلے پورے جائیداد پر راج کرنے دینا چاہتی ہے۔۔۔۔۔"ایک سرد سانس لے کر وہ پھر سے نینی کے گود میں سر رکھ گئی۔

"یہ دولت اور جائیداد بھی کیا چیز ہے نینی۔۔۔۔۔پیسوں کے لیے انسان اپنے ایمان تک کو بھیج دیتا ہے۔۔۔۔"زمانے کے تلخ حقیقت پر عرشیہ نے سر جھٹکا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے۔۔۔۔۔پر تم یہ نشہ کرنا چھوڑ دو۔۔۔۔یہ صحت کے لیے مضر ہے۔۔۔۔۔"نینی نے سمجھانا چاہا پر عرشیہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں نینی۔۔۔۔میں یہ نشہ نہیں چھوڑ سکتی۔۔۔۔۔اس کے بغیر مجھے سکون نہیں ملتا۔۔۔۔"وہ مانو اپنے عادت کے آگے مجبور تھی۔

"سکون نشے سے نہیں اللہ سے جڑنے پر ملتا ہے۔۔۔۔"نینی کو اس کے انکار سے بہت برا لگا۔

"بس کسی طرح یہ دو سال گزر جائے اور وہ حصہ میرے پاس آجائے۔۔۔۔۔پھر میں اپنی زندگی اپنے طریقے سے شروع کروں

گی۔۔۔۔۔پھر مجھے بار بار ڈیڈ کی دھمکی اور مام کی ڈانٹ نہیں سننی پڑے گی۔۔۔۔"سخت تاثرات بنائے اس نے ارادہ پختہ کیا۔

اس کے خطرناک ارادے جانچ کر نینی متفکر ہو گئی تھی۔

"عرشیہ۔۔۔۔۔تم غلط راستے پر ہو۔۔۔۔ابھی بھی وقت ہے سنبھل جاو۔۔۔۔۔"انہوں نے قدرے سختی سے ٹوکا۔

"نینی۔۔۔۔میں مزید اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی۔۔۔۔۔۔گڈ نائٹ۔۔۔۔۔"عرشیہ نے معنی خیز مسکان کے ساتھ جملہ کسا اور نینی کو کمرے سے باہر کرنے لگی۔

نینی نے روکنے کی کوشش کی مگر عرشیہ کسی کی سننے والی کہاں تھی۔ان کو کمرے سے باہر کر کے اس نے گیلی سانس اندر کھینچ کر خود کو کمپوز کیا اور سائیڈ ٹیبل سے سیگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبایا اور لائٹر سے سلگا کر لمبا کش بھرا۔انتظار لمبا تھا اور مشکل بھی مگر پھل بہت عمدہ ملنے والا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

کالج میں عرشیہ کے صرف تین ہی دوست تھے۔جو براہ نام دوست تھے اور ان کا عرشیہ کے ساتھ رہنے کی اصل وجہ اس کا پیسہ تھا جو عرشیہ دل کھول کر ان پہ لٹاتی تھیں۔

اس دن سرخ رنگ کے پینٹ پر سفید رنگ کی شرٹ پہنے۔بالوں کو کانوں کے پیچھے کئے۔مہنگے سینڈل پہنے۔آنکھوں میں کاجل ہونٹوں پر پنک لپسٹیک لگائے شان سے دوستوں کے گروپ میں چل رہی تھی جب سامنے سے عروج تیزی سے آتے اس سے ٹکرا گئی۔

"آوچ۔۔۔۔وٹ دا ہیل۔۔۔۔۔عروج۔۔۔۔اندھی ہو گئی ہو۔۔۔۔"

اس نے لڑکھڑاتے ہوئے عروج کو ڈپٹا۔

عروج کی سانس بحال ہوئی تب تک عرشیہ خود کو سنبھال چکی تھی۔

"سوری۔۔۔۔سٹاف روم سے آرہی تھی۔۔۔۔ایکسائٹمنٹ میں تمہیں دیکھا نہیں۔۔۔۔"عروج دفاعی انداز میں معذرت خواہ ہوئی۔

"کس بات کی اتنی ایکسائٹمنٹ ہے۔۔۔۔کالج ٹاپ کر لیا ہے کیا۔۔۔۔"

عرشیہ نے استحزیہ کہتے اپنے بال جھٹکے۔

"کالج ٹاپ کرنا تو فلحال خواب ہی ہے۔۔۔۔ایکسائٹمنٹ کی وجہ یہ ہے کہ ایگزامز سے پہلے۔۔۔۔ مطلب اگلے ہفتے فئیر ویل پارٹی رکھی گئی ہیں۔۔۔۔۔ جس میں کالج کے فنکار اسٹوڈنٹس کے ساتھ ساتھ باہر سے بھی سنگرز اور ایکٹرز کو انوائٹ کیا گیا ہے۔۔۔۔"عروج کی آواز میں موجود تجسس نے سب کو متوجہ کیا۔

"واو۔۔۔۔کون کون آرہا ہے۔۔۔۔"آغر نے دلچسپی سے پوچھا۔

عرشیہ کو کسی بھی پارٹی یا آرٹسٹ کے متعلق باتوں میں دلچسپی نہیں تھی۔وہ بے دلی سے دوستوں کے گھیرے میں کھڑی ان کی گفتگو سنتی رہی۔

"سب کے بارے میں تو نہیں سن پائی۔۔۔۔پر ایف ایم 88 کی ٹیم کو بھی بلایا ہے۔۔۔آئی ہوپ آرجے پیغام ضرور آئیں۔۔۔۔"عروج نے دلی حسرت ظاہر کرتے آہ بھری۔

"تم نے میرے دل کی بات کہہ دی عروج۔۔۔۔مجھے بھی آرجے پیغام سے ملنے کا بہت شوق ہے۔۔۔"سمعاویہ نے اسی حسرتی انداز میں جواب دیا۔

"آرجے پیغام۔۔۔ہاہاہا۔۔۔یہ کیسا نام ہے۔۔۔۔۔"عرشیہ سے زیادہ دیر اپنے فرینڈز کا آرجے پیغام کے لیے خواہشمندی برداشت نہ ہوئی۔

"تمہیں کیسے پتا ہو گا۔۔۔۔۔وہ کتنی حسین آواز کا مالک ہے۔۔۔۔تم تو ریڈیو سنتی نہیں ہو۔۔۔۔۔"عروج نے مانو اسے کسی بڑی محرومی کا جتایا۔

"Whatever.... iam not interested in your any RJ..... or any farewell party...."

عرشیہ منہ بھسورتے انہیں گھور کر وہاں سے چلی گئی۔آغر نے عروج اور سمعاویہ سے آنکھوں آنکھوں میں شکایت کی اور عرشیہ کے پیچھے ہو لیا۔

عروج اور سمعاویہ شانے اچکاتے دوسری سمت چل پڑے۔

"ہونہہ۔۔۔۔جس دن عرشیہ آرجے پیغام کا شو سنے گی اسے بھی پیغام سے محبت ہو جائے گی۔۔۔۔"عروج نے غائبانہ پیش گوئی کی تھی۔

"ارے چھوڑو۔۔۔۔۔اس کے دماغ میں صرف دولت کا نشہ سوار ہے۔۔۔۔اسے کسی سے کیا محبت ہو گی۔۔۔۔"سمعاویہ نے اس کے بدمزاجی پر ہونہہ کیا۔

عروج اس کے تبصرے پر ہاں میں ہاں ملاتی کلاس میں داخل ہو گئی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

مغرب کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کر کے گھر لوٹا۔ گیٹ سے اندر داخل ہوتے جالی دار ٹوپی سر سے اتار کر جیب میں رکھی اور صحن کے دائیں کونے میں بنے کچن کے جانب آ گیا۔

"امی۔۔۔۔" دروازے پر کھڑے ہو کر اس نے امی کو مخاطب کیا۔

امی نے دال میں تڑکا لگاتے ہوئے گردن پیچھے کر کے اس کے جانب دیکھا۔ پیغام سفید قمیض شلوار پر براون رنگ کا ویسٹ کوٹ پہنے ہاتھ سینے پر باندھے لبوں پر مسکان مگر بیضوی آنکھوں میں خفگی سجائیں انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس وقت امی کو پیغام کسی شہزادے سے کم نا لگا۔ اس کا لمبا قد۔ براون بیضوی آنکھیں۔ ایک برابر ستواں ناک۔ عنابی ہونٹ جس پر گھنی مونچھیں شان سے بیٹھی تھیں۔ ہلکی اگی داڑھی اور گھنے بالوں نے اس

کی وجیہہ شخصیت میں نمایاں اضافہ کیا تھا اور اس سراپے سے ساتھ ساتھ اس کی دم دار آواز سونے پر سہاگہ کے مانند تھی۔

"کیوں کرتی ہو اتنا کام۔۔۔۔طبعیت پھر خراب ہو جائے گی۔۔۔۔"اس نے امی کو کندھوں سے تھام کر چولہے پر سے ہٹایا اور خود ان کے ہاتھ سے چمٹا لے کر چپاتی پلٹنے لگا۔

امی کھڑکی کے پاس پڑی کرسی پر گھٹنوں پر زور دیتے بیٹھ گئی۔

"تم چاہتے ہو کہ میں گھر کے کام نا کروں تو شادی کر لو۔۔۔۔تمہاری بیوی آ کر گھر سنبھالے گی تو ہی میں ان زمہ داریوں سے آزاد ہو سکوں گی۔۔۔۔"

امی نے ہاتھ اٹھا کر کھلے اعلان کے طور پر تنبیہ کیا۔

پیغام کچھ لمحے خاموش ہو گیا۔ پیڑا بیلتے اس کے ہاتھوں میں حرکت دھیمی پڑ گئی تھی۔

"آج کل کے دور میں شادی مشکل سے مشکل ترین معاملہ ہو گیا ہے امی۔۔۔۔اب لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ لڑکا کتنا ایمان دار ہے۔۔۔۔کتنا دین دار ہے۔۔۔۔۔کتنا خوش اخلاق ہے۔۔۔۔۔دین اور دنیا کے معاملات اچھے سے جانتا ہے کہ نہیں۔۔۔۔" وہ ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں گویا ہوا۔

امی کو اس کی آواز موجود میں افسردگی محسوس ہو گئی تھی وہ بنا خلل ڈالے سننے لگی۔

"اب تو لوگ سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ لڑکا کتنا کماتا ہے۔۔۔۔۔بنگلہ کتنا بڑا ہے۔۔۔۔گاڑی کونسے برانڈ کی ہے۔۔۔۔نوکر چاکر کتنے ہیں۔۔۔۔۔ پھر چاہے لڑکا کسی بھی کردار کا مالک ہو نشئی ہو یا شرابی۔۔۔۔۔انہیں فرق نہیں پڑتا۔۔۔فرق صرف دولت سے پڑتا ہے۔۔۔۔"معاشرے کے تلخ حقیقت پر اس نے لب بھینچے سر جھٹکا۔

امی اٹھ کر اس کے پاس آئی اور دلاسہ دینے کندھے پر ہاتھ رکھا۔پیغام نے ماحول گھمبیر ہوتے پایا تو خوشگواریت سے امی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیں کر چوما۔

"آپ فکر کیوں کرتی ہیں۔۔۔۔میں اکیلا سب کاموں کے لیے کافی ہوں۔۔۔۔۔یہ دیکھیں کتنی اچھی چپاتی بنائی ہے۔۔۔۔"اس نے توے پر سے چپاتی پلیٹ میں رکھ کر امی کے سامنے کی۔

امی اس کے گال پر تھپکی دے کر ہنس پڑی اور پیغام ڈنر کے باقی انتظامات کرنے بڑھ گیا۔

"اہہ۔ہہ۔۔۔۔۔امی۔۔۔۔۔کیا دال بنائی ہے۔۔۔۔۔آئی لواٹ۔۔۔۔" کھانے کے دوران وہ امی کے ہاتھ کے بنے دال کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"جانتی ہوں۔۔۔۔ تمہیں بہت پسند ہے۔۔۔۔ تمہارے بابا کو بھی بہت پسند تھی میرے ہاتھ کی بنی دال۔۔۔۔"امی خیالوں میں کھو گئی۔

"واہ۔۔۔۔ میرے اور بابا کی پسند بہت ملتی ہے۔۔۔۔اور کیا پسند تھا انہیں۔۔۔۔" پیغام نوالہ منہ میں ڈالتے مستفسر ہوا۔

"سب کچھ۔۔۔۔ بہت ہی نرم خو تھے۔۔۔۔ کچھ بھی بنا کر سامنے رکھتی۔۔۔۔ خاموشی سے اللہ کا شکر ادا کر کے کھا لیتے۔۔۔۔ کبھی کھانے کی برائی نہیں کی۔۔۔۔ تمہاری یہ عادت بالکل ان کے جیسی ہیں۔۔۔۔"امی نے اپنے ہاتھوں سے نوالہ بنا کر اپنے نور چشم کے آگے کیا۔

پیغام کی آنکھیں معصوم بچے کے جیسے چمک اٹھی اور فوراً آگے جھک کر ان کے ہاتھ سے نوالہ کھایا۔

"گھر کا ایسا توازن قائم رکھنا عورت کے ہاتھ میں ہوتا ہے امی۔۔۔۔آپ نے بابا سے کبھی غریبی کی شکایت نہیں کی۔۔۔۔ کبھی کوئی خواہش ظاہر نہیں کی۔۔۔۔۔بابا کی حق حلال دو وقت کی کمائی میں ساری عمر کاٹ دی۔۔۔۔ بھلا ایسی بیوی کی کوئی برائی کر سکتا ہے۔۔۔۔" پیغام نے جواب میں امی کی وہ صفت بیان کی جو بہت کم خواتین میں پائی جاتی ہے۔

"اللہ کا ہر حال میں شکر ادا کرنا چاہیئے بیٹا۔۔۔۔اس کی رضا میں راضی رہنا ہی تو اس زندگی کا اصل نام ہے۔۔۔۔" امی کے منطق پر پیغام ہم رائے تھا۔

"کوئی سمجھے تو۔۔۔۔" پیغام نے بے ساختہ آہ بھری۔

"اللہ سب کو راہ راست کی ہدایت دے۔۔۔۔۔" امی نے دعا کی۔

"آمین۔۔۔۔" پیغام نے ان کے دعا پر آمین کہہ کر امید کی نئی لو جلائی اور اپنا کھانا ختم کرنے لگا۔

"کسی کی بری نظر نا لگے میرے بچے کو۔۔۔۔۔ یا اللہ اسے ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔۔۔۔۔" امی فخریہ نظروں سے اپنے سمجھدار اور ہونہار بیٹے کو دیکھتے دل ہی دل بلائیں لینے لگی۔

مگر وہ پیغام کا یہ روپ پھر کبھی دیکھ پائیں گی یا نہیں اس بات کا تعین وقت ہی کر سکتا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

دوسری طرف درانی ہاوس میں ڈائننگ ٹیبل روز کی طرح سجایا گیا تھا۔تابش صاحب موبائل پر کوئی ایمیل پڑھ رہیں تھے۔سیرت بیگم اپنے فرینڈز گروپ میں آنے والے ایونٹ کی تفصیلات شئیر کر رہی تھیں تو عرشیہ چائنیز رائس سے بھرا چمچ منہ میں ڈالتے ٹک ٹاک پر ویڈیوز دیکھنے میں مگن تھی۔

نیز کھانے کے دوران پاس ہو کر بھی وہ ایک دوسرے کے ساتھ نہیں تھے۔ تینوں نفوس اپنے اپنے مصروفیات میں مگن صرف پیٹ کی ضرورت پوری کرنے کو کھانا حلق سے اتارتے نظر آئیں۔

ڈنر کے اختتام پر سب سے پہلے عرشیہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔اس کے بعد تابش صاحب اپنے اسٹڈی روم کے سمت چل دیئے اور سیرت بیگم بیڈ روم میں بند ہو گئی۔چند لمحات پہلے کی سی خاموشی پھر سے ہر سوں بسیرا کرنے لگیں۔

کمرے میں آکر عرشیہ نے موبائل بیڈ پر پھینک دیا اور سائیڈ ٹیبل کے دراز سے سیگریٹ اور لائٹر نکال کر بالکونی میں آگئی۔گلابی ہونٹوں میں سیگریٹ دبا کر سلگایا اور دھواں خلا میں اڑانے لگی۔دور افق میں دیکھتے وہ کالج میں ہوا واقعہ یاد کرنے لگی۔اس کے علاوہ کوئی اور ذات کالج میں موضوع گفتگو بنے یہ اسے پسند نہیں تھا اس لیے آج اپنے فرینڈز کو کسی اور کی مداح بنے دیکھ اسے اچھا نہیں لگا۔

"کیانام تھااس ریڈیو والے کا۔۔۔۔۔"عرشیہ دماغ پر زور دینے لگی۔

"کچھ عجیب سا تھا۔۔۔۔"اسے یاد نا آیا۔

"آج کے دور میں بھی لوگ ریڈیو سنتے ہیں۔۔۔۔۔لائک سیریسلی۔۔۔۔

ہاہاہا۔۔۔۔سٹوپڈ پیپل۔۔۔۔ٹک ٹاک اور انسٹا گرام چھوڑ کر ریڈیو کون سنتا ہے بھلا۔۔۔۔۔"ریڈیو سننے والوں کو بیوقوف کا لقب دے کر آخری کش بھرتے اس نے سیگریٹ ریکنگ پر دبا کر بجایا اور چینج کرنے کمرے کے وسط میں بنے ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔

خود پسند لوگوں کی ایک خامی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے علاوہ کسی اور کی تعریف برداشت نہیں کر پاتے۔عرشیہ ان لوگوں کی ایک بڑی مثال تھیں۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

جمعرات کی رات آسمان پر بادلوں کا گرفت بڑھ کر ہلکے بوندا باندی میں تبدیل ہو گیا۔ موسم سرما کی سرد رات اور ہلکی بارش نے خوشگوار سا منظر عام کر دیا تھا۔ سب ہی شہری اپنے گھروں میں گرم کپڑوں میں ملبوس، ہیٹر کے سامنے بیٹے چائے اور خشک میوے کے مزے لیتے ہینڈز فری کانوں میں لگائیں ہوئے تھے۔

ZNZ Zubi Novels Zone

"شبِ پیغام" شو شروع ہونے میں کچھ ہی لمحے باقی تھے اس لیے ایف ایم سننے والوں نے ابھی سے خود کو اس سفر میں جُڑنے کے لیے تیار کر دیا۔

"السلام علیکم پاکستاااااان۔۔۔۔۔۔۔"اس کی جوش بھری آواز مائک میں گونجی۔

"جہاں جہاں تک میری آواز پہنچ رہی ہے سب کو میرا پیار بھرا سلام۔۔۔۔امید ہے کہ سب ٹھیک ٹھاک ہونگے خوش باش ہونگے۔۔۔۔ برسات کے آغاز کو انجوائے کر رہیں ہونگے۔۔۔۔" پیغام کا گلا خراب ہونے کے باعث وہ بہ مشکل بول پا رہا تھا مگر مائک پر آتے ہی اس کا جذبہ بیدار ہو گیا۔

"شبِ پیغام میں آپ سب چاہنے والوں کو تہہ دل سے خوش آمدید کہتا ہوں۔۔۔۔جو لوگ پہلی مرتبہ ایف ایم سن رہیں ہیں۔۔۔۔ان سے اپنا تعرف کرواتا چلوں۔۔۔۔میں ہوں آرجے پیغام۔۔۔۔میرا ایک شو پیر کی رات کو ہوتا ہے جس کا نام ہے جلتے دیئے۔۔۔۔اس پروگرام میں۔۔۔۔ میں سامعین کے ساتھ اپنی منتخب کی ہوئی شعر و شاعری شئیر کرتا

ہوں۔۔۔اور دوسرا شو جمعرات کی رات کو ہوتا ہے جس کا نام ہے شب پیغام۔۔۔اس پروگرام میں۔۔۔میں آپ سب کی لائف کالز لیتا ہوں۔۔۔اور ایمیل کے ذریعے موصول ہوئے آپ کے خطوط شامل کرتا ہوں۔۔۔۔"تعارفی جملے کہہ کر وہ کچھ دیر رکا۔

جتنی دیر وہ خاموش رہا۔بیک گراؤنڈ میں معروف گلوکار نصرت فتح علی خان صاحب کی قوالی چلتی رہی۔

"آپ کے کالز کے جانب بڑھنے سے پہلے دوستی کے نام میرا ایک پیغام۔۔۔عرض کیا ہے۔۔۔۔

دوستی میں کونسا اصول ہوتا ہے

یارامیر ہو یاغریب قبول ہوتاہے۔

غرض نہیں ہے مجھے کہ وہ کیساہے

دوستی میں کونسارنگ ونسل ہوتاہے۔

جونہیں کہنے پر بھی بات جان لیں

وہی تودل کے قریب ہوتاہے۔

جس کے ساتھ بیٹھ کر دلی سکوں ہو میسر

وہ اور کوئی نہیں سب سے عزیز دوست ہوتاہے۔

اشعار مکمل کر کے پھر سے قوالی کا والیوم بڑھادیااور خود پانی پی کر گلا صاف کیا۔اتنی دیر میں ٹیکنکل اسٹاف نے پہلے کال کا اشارہ کیا۔پیغام نے ان کو ہاتھ جھلا کر اس کے پاس ٹرانسفر کرنے کی ہدایت دی۔

"پہلی کال مل چکی ہے۔۔۔۔دیکھتے ہیں کون ہے ہمارے ساتھ۔۔۔۔"

مائکروفون پروسیسر کے کمپریسر گھما کر کال کی آواز بڑھائی۔

"السلام علیکم کون اور کہاں سے بات کر رہیں ہیں۔۔۔۔"مائک پر سوال کرتے وہ مقابل کا جواب سننے متوجہ ہوا۔

"وعلیکم السلام پیغام بھائی۔۔۔۔ہم بخش محمد ہے۔۔۔۔۔مال روڈ سے بول رہیں ہیں۔۔۔۔ہم آپ کا بہت بڑا فین ہے سائیں۔۔۔۔۔"سندھی لہجے میں ایک جوان مرد کی آواز اسپیکر پر گونجی تھی۔

"بہت بہت شکریہ بھائی۔۔۔۔کیسے ہیں آپ۔۔۔۔شب پیغام شو ہے۔۔۔۔۔اس شو کے ذریعے کسی کو کوئی پیغام دینا چاہیں گے۔۔۔۔" پیغام نے اپنا دوسرا سوال پوچھا۔

"سائیں ہمارا جگری دوست ہے۔۔۔۔بہاولپور میں رہتا ہے۔۔۔۔۔اس کے لیے ایک شعر سنانا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔"اس آدمی نے اجازت چاہی۔

"ضرور۔۔۔۔۔عرض کیجیئے۔۔۔۔۔" پیغام نے کمپریسر کی آواز مزید تیز کر دی۔

لائن پر متواتر کالز آنے کی وجہ سے آواز کچھ کٹ رہی تھی مگر کالر کی آواز بغیر واضح رکاوٹ ریڈیو پر سنانے ٹیکنکل اسٹاف مسلسل کمپیوٹر پر انگلیاں چلاتے سروس کو صاف کرنے کے جتن میں مصروف رہے۔

" تیری دوستی کی تعریف زبان پہ آنے لگی
تجھ سے دوستی کر کے زندگی مسکرانے لگی
یہ میری دوستی تھی یا تیری اچھائی
کہ میری ہر سانس سے تیرے لیے دعا آنے لگی

سندھی صاحب شعر سنا کر خاموش ہوئے

"واہ واہ بہت زبردست۔۔۔۔آپ کے دوست تک ضرور یہ دعا پہنچ گئی ہو گی۔۔۔۔اپنا خیال رکھیئے گا۔۔۔۔خدا حافظ۔۔۔"پیغام نے تعریف کر کے بیک گراؤنڈ میوزک کی آواز بڑھادی۔

ٹیم نے اس کی کال منقطع کر دی تاکہ دوسروں کو بھی موقع ملے۔گلے کے ساتھ ساتھ اب سر میں بھی درد ہونے لگا تھا۔بریک کے دوران اس نے اسٹاف بوائے کو چائے کے بجائے ادرک اور لیموڈالے سبز قہوہ لانے کے لیے کہا۔جب تک اس نے قہوہ پیا ٹیم کمرشل چلاتی رہی۔آخری گھونٹ پی کر اس نے لیپ ٹاپ پر نظر ڈالی۔

"چھوٹے سے کمرشل بریک کے بعد ویلکم بیک۔۔۔۔چلتے ہیں ایمیلز کے جانب۔۔۔۔۔اتنے زیادہ ہے کہ کونسا پڑھوں سمجھ نہیں آرہا۔۔۔۔" ایمیل آئی ڈی اوپر نیچے کرتے وہ واقعی حیران ہوا۔

اسکرین پر اسی وقت نئے ایمیل کی نوٹیفکیشن ملی تو پیغام نے وہی کھول لی۔

"ہیلو آر جے پیغام۔۔۔۔میرا نام شمسہ ہے۔۔۔۔۔میں فرسٹ ٹائم آپ کے شو میں ایمیل کر رہی ہوں۔۔۔۔یہ لیجیئے شمسہ جی۔۔۔۔فرسٹ ٹائم ہی ایمیل کیا اور خوش قسمتی سے میرے سامنے آگیا۔۔۔۔۔" پیغام خوش مزاجی سے ایمیل پڑھتے ہوئے گویا ہوا اور پھر سے آگے پڑھنے لگا۔

"میں نے حال ہی میں آپ کا شو سنا اور فین بن گئی۔۔۔۔آپ بہت اچھا بولتے ہیں۔۔۔۔آپ کی آواز بہت پیاری ہے۔۔۔۔۔آپ کی شعر و

شاعری سن کر چہرے پر خوشی آجاتی ہے۔۔۔۔"پیغام ایک ایک لائن بہت احتیاط سے پڑھ رہا تھا کہ کہی کوئی غیر ضروری بات نہ پڑھ لیں۔

"یہ آپ سب کا پیار ہے۔۔۔۔میں اللہ کا شکر گزار ہوں کہ میری آواز سے میں آپ سب کو کچھ لمحوں کی خوشی دے پاتا ہوں۔۔۔۔۔میں سب سننے والوں کا شکر گزار ہوں جو مجھے پسند کرتے ہیں۔۔۔۔ تھینکیو۔۔۔۔"پیغام در حقیقت بھی اس تحفے کا شکر گزار ہوا تھا۔

کالز اور ایمیلز کا سلسلہ یوں ہی جاری رہا۔گیارہ بج کر پچپن منٹ پر اس نے رخصت لی اور جانے کے لیے اٹھ گیا۔سر درد اور بند ناک کی وجہ سے اس سے مزید بیٹھا نہیں جا رہا تھا اس لیے پانچ منٹ پہلے ہی شو ختم کر دیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

بارہ بجے شو ختم کر کے پیغام کھانستا ہوا اسٹوڈیو سے باہر آیا تو اورہان سے سامنا ہوا۔

"کیا ہوا آر جے۔۔۔۔طبعیت ٹھیک نہیں۔۔۔۔"اورہان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہمممم بس موسم بدلنے کی وجہ سے زکام سا ہو گیا ہے۔۔۔۔"پیغام سرخ ناک ٹشو سے رگڑتے ہوئے بولا۔

"تو پھر۔۔۔۔چل رہے ہو ساتھ۔۔۔۔فئیر ویل پارٹی میں۔۔۔۔"اورہان نے مانو تائید چاہی۔

"نہیں یار۔۔۔۔میں نہیں آسکتا۔۔۔۔ایک تو طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔۔۔اور پھر تم جانتے ہو مجھے عوام سے ملنے جلنے کا۔۔۔۔ان سے واہ واہی بٹورنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔۔۔۔" پیغام صاف انکاری ہوا۔

وہ دونوں ساتھ ساتھ کوریڈور میں چلتے باہر آگئے تھے۔بارش رک چکی تھی البتہ بادل ابھی بھی سر پر موجود تھے۔پیغام کے انکار پر اورہان کو قدرے برا تو لگا مگر وہ جانتا تھا اسے قانع کرنا ناممکن کے مترادف تھا اس لیے سر کو جنبش دیتے کوشش ترک کر دی۔

"شاید پھر سے بارش ہو جائے۔۔۔۔چلو گاڑی میں گھر ڈراپ کرتا ہوں۔۔۔۔آنٹی سے بھی مل لوں گا۔۔۔۔" بادلوں میں گرج چمک دیکھ کر اورہان نے آفر دی۔

"ہمم چلو۔۔۔۔امی بھی تمہیں کافی یاد کرتی ہیں۔۔۔۔" پیغام فوراً سے بیشتر مان گیا اور دونوں گاڑی میں سوار ہو گئے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

سنڈے کے دن عرشیہ دیر سے اٹھی۔تابش صاحب سیر کے لیے نکل گئے تھے۔سیرت بیگم بھی کسی سہیلی کے ہاں مدعو تھیں۔ناشتے کے بعد وہ اکیلے کمرے میں بیٹھے بیٹھے بور ہو کر لاؤنج میں آگئی اور صوفے پر ٹانگیں پھیلا کر

بیٹھتی ٹی وی پر کامیڈی شو لگالیا۔ٹی وی دیکھتے ہوئے وہ فرائڈ کا جو کھاتی رہی۔

ایک گھنٹے بعد ملازمہ اور نینی اس کے پاس آئیں۔

"بولو۔۔۔"نینی نے ملازمہ کے کان میں سرگوشی کی۔

ملازمہ ہاتھوں میں چھوٹا سا موبائل پکڑے ستا ہوا چہرہ لیے کھڑی متذبذب ہونے لگی۔

"عرشیہ بے بی کو آتا ہو گا۔۔۔وہ ٹھیک کر دے گی۔۔۔تم مسئلہ بتاو تو سہی۔۔۔"نینی نے دانت کچکچاتے ملازمہ کو گھورا۔

ملازمہ اب بھی عرشیہ کے ممکنہ غصے سے خوفزدہ ہو کر اضطراب کا شکار رہی۔

"کیا بات ہے نینی۔۔۔۔"اپنے سر کے پاس ان دونوں اڈھیر عمر خواتین کو منمناتے سن کر عرشیہ نے گردن اٹھا کر ان دونوں کو دیکھا۔

"عرشیہ بیٹی۔۔۔۔وہ۔۔۔۔میرے موبائل میں نا۔۔۔۔فون نہیں آرہا۔۔۔۔میرے شوہر نے ڈیرامراد جمالی سے فون کرنا ہوتا ہے پر یہ موبائل بجتا ہی نہیں ہے۔۔۔۔پتا نہیں کیا مسئلہ ہو گیا ہے۔۔۔۔آپ صحیح کر دیں گی۔۔۔۔"ملازمہ نے جھجکتے ہوئے اپنا بٹن والا پرانا ماڈل موبائل عرشیہ کے آگے کیا۔

عرشیہ نے منہ بناتے ہاتھ بڑھا کر بے دلی سے وہ پرانا ٹوٹا ہوا موبائل پکڑا اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔

"ہمم میں بعد میں دیکھ لوں گی۔۔۔۔۔ابھی میرا فیوریٹ شو آرہا ہے۔۔۔۔ جاو یہاں سے ڈسٹرب مت کرو۔۔۔۔" عرشیہ نے کرہٹ بھرے لہجے میں جواب دیا اور نظریں ٹی وی پر مرکوز کر دی۔

ملازمہ کی دوبارہ بولنے کی ہمت نہ ہو سکی وہ بے بسی سے ایک نظر اپنے موبائل پر ڈال کر مڑ گئی جو عرشیہ بہت ہی بے مروتی سے ٹیبل پر پھینک چکی تھی۔

شام ہونے تک پہلے سیرت بیگم گھر آئی اور پھر کچھ دیر بعد تابش صاحب کا آنا ہوا۔لاونج میں داخل ہوتے وہ ان کا سرخ چہرا دیکھ چکے تھے اس لیے انجان بنے گزرنے لگے مگر سیرت بیگم نے صدا دے کر روک لیا۔

"ایک منٹ۔۔۔۔کہاں کی اتنی جلدی ہے۔۔۔۔"سیرت بیگم تقریباً چلائی تھی۔

تابش صاحب ماتھے پر بل ڈالے پیچھے مڑے۔ان دونوں کو روبہ رو آتے دیکھ کر عرشیہ نے آنکھیں گول گھما کر ناک چڑھائی۔

"ہو گیا ڈرامہ شروع۔۔۔۔"زیر لب بولتے اس نے سر کھجایا اور ٹانگیں کھینچی کر کے مام ڈیڈ کا جھگڑا دیکھنے لگی مانو یہ اس کا پسندیدہ مشغلہ ہو۔

"مجھے اس وقت تم سے بحث نہیں کرنا۔۔۔۔۔"تابش صاحب انگلی اٹھائے آگے ہوئے۔

"اتنا ہی بتادو۔۔۔۔یہ میگزین میں جو چھپا ہے سچ ہے یا نہیں۔۔۔۔۔"

سیرت بیگم نے زو معنی کہتے ہاتھ میں پکڑی میگزین ان کے جانب اچھالی۔

عرشیہ نے صوفے کے پشت سے سر اوپر کر کے میگزین کو دیکھا تھا۔اس بات سے ڈیڈ ناواقف نہیں تھے کہ مام کس چھپائی کی بات کر رہی تھی۔

بزنس میگزین کے دوسرے ہی صفحے پر تابش درانی اور غیر ملکی انویسٹر انجیلینا جوزف کی بڑی سی تصویر چھپی تھی جس میں ان کے افئیر کے متعلق کئی سارے سوالات ہوئے تھے۔

"مجھے ڈی فیم کرنے کے لیے ایسی افوائیں روز چھپتی ہیں۔۔۔۔میں ہر ایک کا جواب دہ نہیں ہو سکتا سمجھی تم۔۔۔۔"انہوں نے انکار کیا اور نا اقرار بلکہ بات گھمانے لگیں۔

"تمہارے اس جواب سے میڈیا والے بیوقوف بن سکتے ہیں تابش پر میں نہیں۔۔۔۔۔یہ بال میں نے دھوپ میں سفید نہیں کئے۔۔۔۔۔بیس سال گزاریں تمہارے ساتھ۔۔۔۔۔"سیرت بیگم نے اس کا بازو جکڑ کر مباحثے سے جانے سے روک لیا۔

"تو نہ گزارتی۔۔۔۔میں نے روکا نہیں ہے تمہیں۔۔۔۔۔"تابش صاحب زبردستی اپنا بازو چھڑا کر کمرے کے سمت بڑھ گئے۔

"تم اپنی نہیں پر میری عزت کا تو خیال کرو۔۔۔۔سوسائٹی میں بدنامی ہو رہی ہے میری۔۔۔۔۔"سیرت بیگم پیچھے سے بولتی رہی پر وہ ان سنا کرتے کمرے میں چلیں گئے۔

"ہاہاہا بدنامی اور تمہاری۔۔۔۔"تابش صاحب بات مزاق میں اڑا کر بیڈ روم کے سمت بڑھ گئے۔

ان کے جانے کے بعد عرشیہ اٹھ کر مام کے پاس آئی اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تھپتھپایا۔وہ اپنی مام سے کیا کہتی اور ڈیڈ کو کیا سمجھاتی اسے سمجھ نہ آیا پر فلحال ماں کے پاس رہنا مناسب سمجھا۔اپنے شوہر کا ذکر کسی اور کے

ساتھ ہوتے سن کر ایک عورت پر کیا گزرتی ہے اس جذبے سے وہ فلحال انجان ہی تھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اگلے روز کالج میں معمول سے بڑھ کر گہما گہمی تھیں۔ سارے اسٹوڈنٹس امتحانات کے تیاری میں مگن نظر آئے۔ کوئی پڑھ رہا تھا تو کوئی نوٹس مکمل کرنے اور پریکٹیکل ورک پورا کرنے میں مصروف تھا۔ بریک کے دوران عروج اور سمعاویہ کتابوں کو اٹھائیں لان میں آ گئیں جہاں عرشیہ اور آغر پہلے سے ساتھ بیٹھے نوٹس لکھ رہیں تھے۔

"سب سے پہلا پیپر ہی کیمسٹری کا ہے۔۔۔۔۔یہ ٹیچرز بھی نا۔۔۔۔بہت بے رحم ہوتے ہیں۔۔۔۔"عروج نے منہ بھسورا تھا۔

"کیسی رہی تم لوگوں کی پارٹی۔۔۔۔"عرشیہ نے قلم گھماتے ہوئے جان بوجھ کر موضوع چھیڑا۔

"اچھی تھی۔۔۔۔پر بہت تھک گئے۔۔۔۔اینڈ میں مزا نہیں آیا۔۔۔۔" عروج کے لہجے سے بے زاری چھلک رہی تھی۔

"کیوں۔۔۔۔تم دونوں تو بہت خوش تھیں۔۔۔۔کتنے سارے سلیبریٹیز آنے والے تھے۔۔۔۔"عرشیہ کے لبوں پر شیطانی مسکان پھیل گئی۔

"ہاں سلیبریٹیز تو کافی سارے آئیں تھے۔۔۔۔سب کو قریب سے دیکھا۔۔۔۔۔۔بہت اچھا لگا۔۔۔"سمعاویہ نے جتاتے ہوئے جواب دیا مگر عروج اپنے دھن میں مگن اس کی بات بیچ میں کاٹ گئی۔

"ہمم آر جے پیغام بھی آیا ہوتا تو اور مزا آتا۔۔۔۔"اسے افسوس ہوا تھا۔

"اووو۔۔۔۔۔تو تم دونوں کا ڈریم بوائے نہیں آیا۔۔۔۔۔چچ چچ۔۔۔۔ بہت افسوس ہوا سن کر۔۔۔۔۔ہاہاہاہا۔۔۔۔"عرشیہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔۔۔۔مگر ہم باقی پوری ٹیم سے ملے۔۔۔۔۔ایف ایم کے اونر کے ساتھ پکس بھی لیں ہیں۔۔۔

دیکھو۔۔۔۔۔"عروج تیزی سے اپنے موبائل میں وہ تصاویر تلاش کرنے لگی جس میں وہ اور ہان کے ساتھ کھڑی ہے۔

"مائی ڈیئر never mind ۔۔۔۔۔میرے پاس ان فالتو کاموں کے لیے وقت نہیں ہے۔۔۔۔"عرشیہ بغیر فوٹو دیکھیں شانے اچکا کر اٹھ گئی۔

عروج کا دل بری طرح دکا تھا۔سمعاویہ کو بھی برا لگا مگر عرشیہ سے کچھ کہنا اپنے پیر پر کلہاڑی مارنے کے جیسا تھا اس لیے ہونہہ کتاب کھول لی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

عرشیہ اپنی فرینڈز کے اترے منہ یاد کر کے محظوظ ہوتے گھر آئی تو تابش صاحب کے کزن جو کہ آرمی آفسر تھے درانی ہاوس میں موجود تھے۔ان کو دیکھ کر عرشیہ نے تھوک نگل کر گلا تر کیا۔

"لو آگئی عرشیہ۔۔۔۔"ڈیڈ لاؤنج کے بڑے صوفے پر بیٹھے تھے جب اسے آتے دیکھا۔

کرنل شہریار (جنہیں سب پیار سے شیری بلاتے تھے) کی اس جانب پشت تھی۔تابش صاحب کے صدا پر اپنی جگہ بیٹھے ہوئے پلٹ کر عرشیہ کو آتے دیکھا۔شیری انکل کی بڑی مونچھیں تھیکے نین نقش فوجی جسامت اور سرخ آنکھوں سے وہ ہمیشہ ڈر جاتی تھی اس لیے اس وقت بھی عرشیہ پر کپکپی سی طاری ہو گئی۔

"عرشیہ یہاں آو۔۔۔۔انکل شیری سے ملو۔۔۔۔"مام نے اسے مہمان کے آداب کا احساس دلاتے ہوئے پاس بلایا۔

"ہیلو انکل۔۔۔۔۔"عرشیہ ہاتھوں میں کالج بیگ کی اسٹرپ مڑوڑتی سینٹرل ٹیبل کے قریب گئی۔

جینز پر وائٹ کرتی میں ملبوس بالوں کی اونچی پونی بنائے سفید اسنیکرز پہنے ہلکی گلابی لپسٹک میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"ہیلو عرشیہ۔۔۔۔۔کیسی ہو۔۔۔۔۔یہاں آو میرے پاس بیٹھو۔۔۔۔"

انکل شیری نے زو معنی نظروں سے اسے دیکھتے حال احوال پوچھا۔

عرشیہ ان کے قریب نہیں جانا چاہتی تھی مگر ڈیڈ اور مام کی تند و تیز نظریں خود پر محسوس کرتی بھاری قدم اٹھاتے ان کے ساتھ صوفے پر جا بیٹھی۔

شیری انکل اس کے گال کھینچ کر ہنس پڑے اور کھسک کر قریب ہو گئے۔

الیئٹ کلاس لوگوں میں اس عمل کو پیار کا نام دیا جاتا ہے مگر دراصل یہ پیار کے نقاب میں چھپا حوس ہوتا ہے جو کسی بھی وقت نفس پر بھاری پڑ سکتا ہے۔

"اور بتاو۔۔۔پڑھائی کیسی چل رہی ہے۔۔۔۔"شیری انکل اس کے گود میں رکھیں ہاتھوں پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھتے گویا ہوئے۔

عرشیہ مضطرب ہوتی دور ہونے لگی مگر انکل شیری کے مضبوط گرفت کے آگے بس نا چلا۔

تابش صاحب ٹانگ پر ٹانگ رکھے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائیں شان سے بیٹھے ہنس پڑے۔ماحول کی خوشگوار ہت برقرار رکھنے مام بھی ساڑھی کا پلو درست کرتے متبسم ہوئی۔پرفیکٹ بزنس کلاس فیملی کی اداکاری کرتے ان میاں بیوی کے جوڑے کو بیٹی کی بے چین تاثرات محسوس ہی نہ ہوئے۔

"بہت اچھا لگا آپ آئیں۔۔۔۔ناوایکسیوزمی۔۔۔۔میں فریش ہو کر آتی ہوں۔۔۔۔ڈنر پر ملتے ہیں شیری انکل۔۔۔۔۔"عرشیہ کا دل برق رفتاری سے تیز دھڑک رہا تھا۔کسی طرح جعلی خوشی ظاہر کرتے اٹھ کر جانے کے لیے معذرت خواں ہوئی۔

وہ مام ڈیڈ کو نظر انداز کرتے سر نیچے جھکائے تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں در آئی اور دروازے کو لاک لگا کر لمبے سانس لیتے اپنا تنفس بحال کیا۔ یک دم اس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ ماضی کی کچھ یادیں کمرے میں ہر سوں گھومنے لگی۔ جن میں کرنل شیری کہ دھاڑدار ہنسی سر فہرست تھی۔ اس نے خوف سے لزرتے آنکھیں سختی سے میچھ لیں اور کانوں پر ہاتھ کر فرش پر بیٹھتی چلی گئی۔

)ماضی (

یہ منظر چار سال قبل ایک شام کا ہے۔ درانی پیلس چمکتے لائٹس سے روشن کیا گیا تھا۔ لاونج اور لان میں ہر سوں مہمان ٹھہلتے نظر آئیں۔ تابش صاحب

برانڈڈ تھری پیس سوٹ میں ملبوس لاونج کے مہمانوں سے مل کر شان سے چلتے لان میں نکل آئے۔ سیرت بیگم ڈیزائنر سلک کی ساڑھی میں نت ست تیار اپنی کمیونٹی لیڈیز کے گھیرے میں موجود خوشگپوں میں مصروف تھیں۔ سولہ سالہ عرشیہ فیروزی فراک زیب تن کئے۔ کندھے تک آتے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کرتی ایک ادا کے ساتھ لان میں اپنے ہم عمر ٹین ایجرز میں گھوم رہی تھی۔

نیوائیر کی نائٹ تابش صاحب نے اپنے خاص اقارب، دوست اور بزنس کولیگز کے ساتھ منانے کے لیے گھر میں یہ پارٹی دی تھی۔ دوستوں کے لسٹ میں کرنل شیری سر فہرست تھے۔ تابش صاحب اور کرنل شہریار آپس میں چچازاد بھی تھے اور بہت اچھے دوست بھی۔ ان کا آرمی بورڈنگ اسکول پورے شہر میں مشہور تھا۔ وہاں کی ٹریننگ اپنی مثال آپ تھیں۔ ان

کے اسکول سے کئی سارے بچے بچیاں ٹریننگ لے کر آگے آرمی اکیڈمی میں داخلہ لیا کرتے تھے۔

"ہائے عرشیہ کیسی ہو۔۔۔"شیری انکل نے اس کا گال کھینچا تھا۔

عرشیہ کا منہ بن گیا۔اس نے تندی سے گھور کر اپنا گال سہلایا اور بے مروتی سے بنا جواب دیئے بھاگ گئی۔اس کے اس حرکت پر تابش صاحب کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔

"سوری یار۔۔۔وہ لوگوں سے زرا کم ہی ملتی ہیں۔۔۔"تابش صاحب نے بیٹی کی بے مروتی پر بہانہ وضاحت دی۔

"اٹس اوکے۔۔۔۔۔اپنی بچی ہے۔۔۔۔۔آئی انڈر سٹینڈ۔۔۔"شیری نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے پلکیں جھپکائی۔

"پڑھائی کیسی چل رہی ہے اس کی۔۔۔۔تم اسے ہائیر اسٹڈیز کے لیے فارن کیوں نہیں بھیج دیتے۔۔۔۔۔"ساتھ ساتھ انہوں نے عرشیہ کے متعلق پوچھا۔

"آئی ڈونٹ تھنک۔۔۔اس کی ضرورت ہو گی۔۔۔۔وہ یہی ٹھیک ہے۔۔۔۔وہ تو۔۔۔۔۔"تابش صاحب مزید وضاحت کرتے کہ گلاس ٹکرا جانے کی آواز سماں میں گونج اٹھی۔

تابش صاحب اور شیری انکل بہ یک وقت اس جانب مڑے تھے۔ سیرت بیگم بھی ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی۔ لان کے دوسرے حصے میں عرشیہ اپنے سے بڑے لڑکے سے جھڑپ پڑی تھی۔ وہ اس کے بال نوچ رہی تھی اور وہ لڑکا اس کے بازو پکڑے خود کو آزاد کرنے کے جتن کر رہا تھا۔ اس منظر کو دیکھ کر مام ڈیڈ اور اس باقی مہمان اس سمت لپکے۔

"عرشیہ بہیو یور سیلف۔۔۔۔لیو ہم۔۔۔۔۔"تابش صاحب نے غراتے ہوئے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا۔

"نو ڈیڈ۔۔۔۔اس نے جان بوجھ کر میری فیوریٹ ڈریس خراب کر دی۔۔۔۔۔"عرشیہ کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ تابش صاحب کا زور بھی کام نہیں آیا۔

"میں۔۔۔۔نے جان بوجھ کے۔۔۔۔ نہیں کیا۔۔۔۔۔"مرزا صاحب کا بیٹا کراہتے ہوئے بولا۔

"عرشیہ۔۔۔۔بس کردو۔۔۔۔"سیرت بیگم نے اس کے مٹھی سے لڑکے کے بال آزاد کراتے ہوئے ڈپٹا۔

عرشیہ نے افسوس سے تیز تیز سانس لیتے مام کو پرے کیا تو وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدم پیچھے ہوگئی۔اس کی اس رد عمل پر تابش صاحب نے آگے آکر ہاتھ ہوا میں بلند کیا اور اسے زوردار تھپڑ دے مارا۔

"اندر جاو۔۔۔۔"وہ دانت پر دانت جمائے غرائے۔

"پرڈیڈ۔۔۔۔اس کی غلطی تھی۔۔۔۔۔"عرشیہ نے رندھی ہوئی آواز میں سرخ گال پر ہاتھ رکھیں اپنا دفاع کرنا چاہا مگر ڈیڈ نے اس کی ایک نا سنی۔

"میں نے کہا اندر جاو۔۔۔۔نینی۔۔۔"اس پر چلا کر انہوں نے عرشیہ کے کیئر ٹیکر کو صدا لگائی۔

وہ خاتون ہاتھ باندھے سر نیچھے کئے تیزی سے سامنے ہوئی۔

"لے کر جاو اسے۔۔۔۔دوبارہ یہاں نظر نا آئیں۔۔۔۔"ڈیڈ نے رعب دار آواز میں حکم صادر کرتے عرشیہ کی طرف اشارہ کیا۔

نینی سر کو خم دیتی عرشیہ کو مضبوطی سے تھامے اندر لے جانے لگی۔ عرشیہ نے جاتے جاتے بھیگی نظروں سے مام اور ڈیڈ کو دیکھا تھا۔

"آئی ایم ریلی سوری۔۔۔۔ شی از ویری پوزیزیو کڈ۔۔۔۔"اس کے گھر کے اندر جانے کے بعد تابش صاحب مڑے اور چہرے پر بزنس مین کا مدعافی مسکان سجائے معذرت خواہ ہوئے۔

"ہاں۔۔۔۔ کھانا بھی لگ چکا ہے۔۔۔۔ چلیئے سب۔۔۔ڈنر کرتے ہیں۔۔۔۔"ماحول کے تناع کو کم کرنے سیرت بیگم بھی گویا ہوئی۔

اپنے اپنے گروپ کو ڈائننگ ہال میں لے جاتے ہوئے سیرت بیگم اور تابش صاحب نے ایک دوسرے کو گھورا ضرور تھا۔

دوسری طرف عرشیہ اپنے بیڈ روم میں آتے زور زور سے چلانے لگی۔اس کا غصہ کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ملال سے چیختے اس نے اپنا ڈریس پارہ پارہ کر دیا۔اب اسے کچھ محسوس ہوا اور وہ قہقہہ لگا کر ہنستی چینج کرنے چلی گئی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

صبح سویرے کرنل شیری کل رات کے واقعے پر تبصرہ کرنے درانی پیلس چلا آیا۔

"اٹس سیریس میٹر تابش۔۔۔۔۔عرشیہ اپنے ایموشنز کنٹرول نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔وہ ایسی رہی تو بد سے بدتر ہو جائے گی۔۔۔۔دیکھا نہیں کل رات نامہانوں کا لحاظ کیا اور نابھا بھی کا۔۔۔۔۔"موضوع گفتگو اس کا سیرت بیگم کو دھکہ دینے کا تھا۔

تابش صاحب اور سیرت بیگم دونوں خاموشی سے سنتے گئے۔

"اسے علاج کی ضرورت ہے۔۔۔۔کسی سائکائٹرسٹ کو دکھاو۔۔۔۔"

شیری انکل نے ساتھ بیٹھے تابش کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

ابھی ڈیڈ کچھ کہتے کہ عرشیہ سر جھکائے ہاتھ بالوں میں پھیرتے وہاں آئی۔

"آئی ایم سوری اباوٹ لاسٹ نائٹ۔۔۔۔۔میں نے آپ سب کی پارٹی خراب کر دی۔۔۔۔۔"اس نے دبے لہجے میں معذرت چاہی۔

مام نے اسے مخاطب کیا تھا کہ شیری انکل بیچ میں بول پڑے۔

"نو پرابلم عرشیہ۔۔۔ایسی چھوٹی موٹی غلطی ہوتی رہتی ہیں۔۔۔۔"انہوں نے بہت ہی مہربان انداز سے موضوع کو حل کیا۔

دستور زمانے سے انجان عرشیہ ان کا یہ پیار بھرا لہجہ دیکھ کر خوش ہو گئی۔ماں باپ کے پیار سے عاری گفتگو سن سن کر بڑی ہوئی وہ ٹین ایج لڑکی ہر پیار کی نظر کو اپنائیت سمجھ لیتی اور یہی اس کی غلطی ثابت ہونے والی تھی۔

"تھینکیو شیری انکل۔۔۔۔" وہ تیزی سے مشکور ہوتے ان کے پاس جا بیٹھی۔

شیری نے گہری نظر سے اسے دیکھ کر چہکتے ہوئے اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کر کے اعتماد مضبوط کیا۔تابش صاحب اور سیرت بیگم نارمل ہوتے اپنے اپنے مصروفیات میں جٹ گئے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اگلے کئی دنوں تک شیری انکل کا ان کے گھر آنا جانا لگا رہا۔عرشیہ ان سے کافی گھل مل گئی تھی۔اس روز وہ گھر آئے تو اسے اکیلے پایا۔

"مام اپنے ایگزیبیشن مین گئیں ہوئی ہیں۔۔۔اور ڈیڈ بزنس کے سلسلے میں آوٹ آف ٹاون ہے۔۔۔"عرشیہ نے والدین کی مصروفیات بتا کر کندھے جھٹکے۔

"عرشیہ۔۔۔تم نے آج تک مجھے اپنا روم نہیں دکھایا۔۔۔چلو تمہارا کمرا دیکھتے ہیں۔۔۔"شیری نے آس پاس دیکھتے ماحول کا جائزہ لیا۔

"گڈ آئیڈیا۔۔۔میں آپ کو اپنے فیوریٹ شوز کلیکشن دکھاوں گی۔۔۔۔"عرشیہ کی آنکھیں چمک گئی۔

"ہاں شیور۔۔۔۔مزا آئے گا۔۔۔۔۔"شیری کو اپنا پلان کامیاب ہوتے نظر آیا۔

عرشیہ خوشی خوشی انہیں اپنے ساتھ کمرے میں لے گئی۔اس کا کمرا بہت کی بڑا اور کھلا تھا۔وہ ایک ایک چیز اٹھا کر انہیں دکھاتی اور اپنی پسند بیان کرتی۔

"اور یہ میری فیوریٹ پرفیوم ہے۔۔۔۔یہ میں نے اسپین سے لی تھی جب ہم لاسٹ ویکیشن پر یورپ گئے تھے۔۔۔۔"عرشیہ اپنے آپ میں مگن ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی شیشی کی خوبصورت بوتل دکھانے لگی۔

"بہت اچھی خوشبو ہے اس کی۔۔۔۔۔ابھی بھی یہی لگائی ہے نا۔۔۔۔۔" وہ اس کے عقب میں کھڑے چہرا عرشیہ کے گردن کے جانب کرتے مخمور لہجے میں بولے۔

عرشیہ ان کے عمل اور بہکتی آواز سے متذبذب ہونے لگی۔دائیں سائیڈ سے کھسک کر ان کے حصار سے نکل آئی۔وہ اتنی بچی بھی نہیں تھی کہ ہر اساں ہونے کا مطلب نا جانتی مگر اتنی میچیور بھی نہیں تھی کہ شیری کے ارادے جانچ پاتی۔ان سے دور ہو کر وہ بیڈ روم کے سائیڈ ٹیبل پر پڑے گلدان کے پاس چلی گئی۔اس گلدان میں نینی نے صبح ہی تازے گلاب رکھیں تھے۔

"عرشیہ۔۔۔۔میں تمہیں اچھا لگتا ہوں نا۔۔۔۔۔" شیری ایک اور کوشش کرتے اس کے پاس گئے اور بیڈ م پر نیم دراز ہو کر اسے بغور دیکھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔اوراس وقت تو بالکل نہیں۔۔۔۔۔"عرشیہ اپنااضطراب قابو کرتے گلاب کچل کر توڑنے لگی۔

"ہاہاہاہا۔۔۔۔آئی لائک یور کانفیڈینٹ۔۔۔۔"شیری اس کی بات برا نا مناتے ہنس پڑے۔

"پلیززز۔۔۔چلے جائیں یہاں سے۔۔۔۔"عرشیہ دانت پیستے بولی۔

"اتنی جلدی کیا ہے۔۔۔۔ابھی تو کچھ کیا بھی نہیں۔۔۔۔۔۔

اہہہہہ۔۔۔۔۔۔"معنی خیز مسکان کے ساتھ انہوں نے آگے ہوتے اسے قریب کرنے کی کوشش کی تھی کہ کراہ اٹھے۔

عرشیہ نے لب بھینچے تند و تیز نظروں سے گھورتے گلدان اٹھا کر شیری انکل کو دے مارا تھا۔

"یو۔۔۔۔۔"نازیبالقب دیتے شیرے ماتھے پر ہاتھ رکھے اٹھے اور عرشیہ کا بازو دبوچ لیا۔

ان کا یہ حملہ اس قدر تیزی سے ہوا کہ عرشیہ بھاگ نہ سکی۔ مسلسل کندھا جھلاتے خود کو آزاد کرانے کے جتن کرنے لگی۔

"تمہاری یہ ہمت۔۔۔۔"انہوں نے عرشیہ کو جھنجوڑ دیا۔

کرنل شہریار کے فوجی جسامت کے زور کے آگے نازک سی عرشیہ کی ایک نہیں چل رہی تھی۔ مضبوط گرفت سے اس کے بازو میں ٹیس سی اٹھنے لگی۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔۔۔" وہ درد سے جونچتے چلائی۔

"تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔۔۔۔" شیری انکل نے اس کا سر دیوار سے لگا کر جبڑا دبوچ لیا۔

عرشیہ کا دل ڈوب گیا۔ وہ ہمت جٹاتے سر دائیں سے بائیں کرتے رونے لگ گئی۔ اس نے سختی سے آنکھیں بند کر دی۔ شیری نے اسے دھکا دے کر پیچھے کیا اور ہٹ کر اپنا ہولیہ درست کرنے لگا۔

"تمہیں تو میں بعد میں سبق سیکھاوں گا۔۔۔۔۔"انہوں نے شرٹ کی شکن دور کی اور بکھرے بال سیٹ کرتے باہر نکل گئے۔

وہ کافی دیر دیوار سے لگی ڈری سہمی بیٹھی آنسو بہاتی رہی۔کسی غیر محرم سے دوستانہ مزاج بڑھانے کا یہ انجام بھی ہوتا ہے اسے آج سمجھ آیا۔اگلی صبح اس نے ڈیڈ سے شکایت تو کی مگر انہوں نے اسے ہی ڈپٹ دیا۔

"شٹ اپ۔۔۔۔تم شیری پر کتنا گندا الزام لگا رہی ہو۔۔۔۔"ڈیڈ کو مانو یقین نہ آیا۔

"پرڈیڈاس نے میرے ساتھ مس بہیو کیا تھا۔۔۔۔۔"عرشیہ نے ایک اور کوشش کی مگر بے سود رہی۔

"بس۔۔۔۔۔مجھے اور کچھ نہیں سننا۔۔۔۔۔جاواپنے کمرے میں۔۔۔۔۔"

ڈیڈنے ہاتھ اٹھا کر بحث تمام کرنے کا اشارہ کیا۔

عرشیہ ٹوٹا ہوا مان لیئے پلٹ گئی۔اس دن وہ اپنے والدین سے ایک اور قدم دور ہو گئی تھیں۔

)حال(

اس واقعے کے بعد جب بھی شیری انکل درانی پیلس آتے عرشیہ خوفزدہ ہو جاتی اور حد عقل تک ان سے دور رہنے کی کوشش کرتی۔رات ڈنر کے دوران مجبوراً اسے شیری انکل کے نظروں کی تپش برداشت کرنی پڑی۔آج پہلے سے زیادہ گرم جوشی سے ڈشز بنائیں گئے تھے۔تابش صاحب اور سیرت بیگم بڑھ چڑھ کر کرنل شہریار کے مہمان نوازی میں لگے رہیں تاکہ خاندان میں ان کا نام روشن رہیں۔اپنے لیے چاہے وہ براہ نام ہسبینڈ وائف ہوں مگر خاندان اور دنیا کو یہی دکھایا جاتا کہ وہ بہت خوشحال کپل ہے۔عرشیہ اپنے ماں باپ کا یہ بناوٹی روپ دیکھ کر اور شیری انکل کی حوس بھری نظریں محسوس کرتے ہمہ وقت الجھن کا شکار رہی اور آخری لقمہ حلق سے اتارتے ہی کمرے میں بھاگ آئی۔

"افففف۔۔۔۔ناجانے یہ ہر سمر یہاں کیوں آجاتا ہے۔۔۔۔۔اور بھی تو اتنے سارے رشتہ دار ہے۔۔۔۔۔پر اسے چھٹیاں گزارنے میرا ہی گھر ملتا ہے۔۔۔۔۔ہونہہ۔۔۔"کمرے میں دائیں سے بائیں چکر لگاتی بڑبڑائی۔

سر پر ہاتھ رکھیں۔دائیں سے بائیں چکر لگاتے۔کسی صورت اس کا غصہ قابو نہیں آرہا تھا۔اسے شیری انکل سے زیادہ غصہ اپنے آپ پر تھا کہ کیوں ان کے سامنے وہ بے بس ہو جاتی ہے۔پورے کالج کو ایڑی پر رکھنے والی عرشیہ درانی کرنل شہریار کے سامنے کہاں غائب ہو جاتی ہیں۔سوچتے سوچتے آخر کار تھک کر وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔چند گہرے سانس لے کر خود کو کمپوز کیا تھا کہ سائیڈ ٹیبل پر پڑے چھوٹے موبائل پر نظر پڑی۔اچانک اسے یاد آیا کہ ملازمہ کل کا دے کر گئی تھی اور اس نے اب تک دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔

اس نے لب بھینچے موبائل اٹھایااور سیٹنگ میں جاکر مسئلہ دیکھنے لگی۔

حالانکہ اس نے کبھی بٹن والاپرانا ماڈل موبائل استعمال نہیں کیا تھاپر آئی ٹی سیکنڈ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہونے کے ناطے اتنی انفارمیشن تو تھی ہی۔

چندایک بٹن دباکراس نے کال ڈائورٹ کا سسٹم آف کیا جس سے موبائل پر فون آنے کا آپشن پھر سے آن ہو گیا۔دائیں جانب بیک کا بٹن دباتے دباتے اس نے غلطی سے ریڈیو آن کر دیا۔اول تواسے سمجھ نا آیا کہ ریڈیو کیسے آن ہو گیااور واپس کیسے بند کرنا ہےاور پھر جب بند کرنے لگی تو اسپیکر پر ایف ایم 88 کانام سن کر رک گئی۔

"یہ تو وہی اسٹیشن ہے جو عروج اور سمعاویہ اتنے شوق سے سنتی رہتی ہیں۔۔۔۔"اس نے آبرو ملائیں دل میں سوچا۔

یہ اتفاق تھا یا قسمت کا کھیل کہ پیر کی رات تھی اور دس بج رہیں تھے۔بیک گراؤنڈ میں چل رہا میوزک اسے اچھا لگنے لگا تو وہ سننے لگ گئی۔

تینوا تنا میں پیار کرا۔

اک پل وچ سو بار کرا۔

تو جاوے جے مینو جھڑکے۔

موت دا انتظار کرا

کہ تیرے لیے دنیا چھوڑ دی ہے

تجھ پہ ہی سانس آ کے رکے

میں تجھ کو کتنا چاہتا ہوں

یہ تو کبھی سوچ نا سکے۔

اس گانے کو سنتے عرشیہ کچھ دیر پہلے ہوئے واقعات کو فراموش کر بیٹھی۔

ابھی وہ گانے کو انجوائے کر رہی تھی کہ بیچ میں کسی کی معتبر مخمور آواز گونجی۔

"السلام علیکم پاکستان۔۔۔۔۔ویلکم ٹو" جلتے دیئے"۔۔۔۔۔"وہ جوش بھری آواز آرجے پیغام کی تھی۔

عرشیہ کے ماتھے پر بل نمودار ہو گئے۔گانے کے بیچ میں کسی کا یوں بولنا اسے زرا بھی پسند نہیں آیا۔

"جہاں جہاں تک میری آواز پہنچ رہی ہے سب کو میرا پیار بھرا اسلام۔۔۔۔ میں ہوں آپ سب کا فیوریٹ۔۔۔۔آر جے پیغام۔۔۔۔۔"اپنا وہی تعارفی کلمات دہرا کر اس نے پھر سے گانا چلایا۔

کچھ بھی نہیں ہے یہ جہاں تو
ہے تو ہے اس میں زندگی
اب مجھ کو جانا ہے کہاں
کہ تو ہی سفر ہے آخری۔

عرشیہ کے دماغ کی سوئی اس نام میں اٹک گئی۔آر جے پیغام کا نام اس نے اپنی فرینڈز سے کئی مرتبہ سنا تھا۔پہلے پہل تو اسے اپنی فرینڈز کا یوں کسی کے لیے

دیوانہ ہونا بالکل نہ بھایا مگر اب خود کے احساسات بدلنے پر حیران تھی۔گانے کی آواز پھر ہلکی ہوئی اور آرجے پیغام اپنی آواز کا جادو بکھیرنے لگا۔

"امید کرتا ہوں آپ سب خیریت سے ہونگے خوش باش ہونگے ٹھیک ٹھاک ہونگے۔۔۔۔۔میں بھی بالکل ٹھیک ہوں الحمدللہ۔۔۔۔آپ سب کی دعاوں کا بہت بہت شکریہ میری طبیعت اب بالکل ٹھیک ہے۔۔۔۔۔"

آرجے پیغام کی آواز جیسے جیسے اس کے کانوں میں اپنا اثر گھول رہی تھی وہ اپنا آپ بھولتی جا رہی تھی۔

عرشیہ پلکیں جھپکاتے سوچ میں پڑ گئی۔وہ یک دم اتنی پر سکون ہو گئی تھی مانو کسی نے آگ پر پانی ڈال دیا ہو۔

"تو یہ ہے آرجے پیغام۔۔۔۔"اب کی بار وہ اونچا بڑبڑائی۔

"آج میں نا صرف اشعار لے کر آیا ہوں بلکہ میرے پاس کچھ غزلیں اور نظمیں بھی ہیں۔۔۔۔جو یقینا آپ سب سامعین کو بہت پسند آئیں گی۔۔۔۔"اس پرانے موبائل میں بھی ریڈیو 88 بالکل صاف آرہا تھا اور آرجے پیغام کی آواز عرشیہ کے کنگ بیڈ روم میں گونج رہی تھی۔

ایک مرتبہ پھر گانا شروع ہوا۔

کہ تیرے بنا جینا ممکن نہیں

نہ دینا کبھی مجھ کو تو فاصلے

میں تجھ کو کتنا چاہتی ہوں

یہ تو کبھی سوچ نا سکے۔

"اووونونو۔۔۔۔میں کیوں اس کا شوسن رہی ہو۔۔۔یونہہ۔۔۔۔"عرشیہ نے جھرجھری لیں کر خود کو ڈپٹا اور ریڈیو بند کر دیا۔

کمرے میں پھر سے مکمل خاموشی چھا گئی۔ عرشیہ نے اپنا دھیان بٹانے لیپ ٹاپ کھول لیا مگر پڑھا نہیں گیا۔نوٹس بند کر کے یوٹیوب پر اپنا پسندیدہ کامیڈی شو لگا لیا لیکن دماغ میں اب تک آرجے پیغام کی آواز گھوم رہی تھی۔

"واٹ دا ہیل۔۔۔۔میرا بار بار ریڈیو لگانے کا دل کیوں کر رہا ہے۔۔۔۔ اتنی جلدی میں اس آرجے کی فین تھوڑی بن سکتی ہوں۔۔۔۔"مضطرب ہوتے لیپ ٹاپ بند کر دیا اور پھر سے ملازمہ کا موبائل اٹھا لیا۔

"یہ میں کیا کر رہی ہوں۔۔۔۔اٹس ناٹ پاسیبل۔۔۔۔میں اور کسی آر جے کی آواز پر فدا۔۔۔۔۔عرشیہ درانی کی چوائس اتنی چھوٹی نہیں ہو سکتی۔۔۔۔"اس نے پھر سے خود کو ڈپٹا تھا۔

دل و دماغ کے کشمکش میں بیس منٹ گزر گئے۔

"اوونووو۔۔۔۔اس کا شو ختم نہ ہو جائے۔۔۔۔"وال کلاک پر ساڑے دس بجتے دیکھ کر وہ گھبرا گئی۔

بلا آخر دل و دماغ کے جنگ میں جیت دل کی ہوئی اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر عرشیہ نے ریڈیو 88 لگا لیا۔ایف ایم میں کمرشل چل رہا تھا۔

"ختم ہو گیا۔۔۔۔ مگر کتنا اچھا بول رہا تھا۔۔۔۔۔ اتنی جلدی ختم کیوں کر دیا۔۔۔۔" عرشیہ کا دل پھر سے ڈوبنے لگا۔ زندگی ایک مرتبہ پھر تاریکی میں جاتے محسوس ہوئی تھی۔

لیکن ایک جگنو کی جگمگاتی کرن ابھی باقی تھی۔ کمرشل ختم ہونے کے ساتھ پھر سے آر جے پیغام کی آواز اس کے سماعتوں میں پڑی۔ عرشیہ چہک اٹھی اور پوری توجہ ایف ایم پر مرکوز کر دی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

"ویلکم بیک۔۔۔۔۔ چھوٹے سے کمرشل بریک کے بعد میں ایک مرتبہ پھر سے حاضر ہوں۔۔۔۔ جن لسنرز نے ابھی ٹیون ان کیا ہے۔۔۔۔ انہیں بتاتا چلوں۔۔۔۔ آپ سن رہیں ہیں ایف ایم 88 اور میں ہوں آر جے پیغام۔۔۔۔ میں حاضر ہوتا ہوں پیر کی رات۔۔۔۔ یعنی منڈے نائٹ اور

جمعرات کی رات یعنی۔۔۔۔ترزڈے نائٹ کو دس سے بارہ بجے

تک۔۔۔۔۔"دن اور وقت دہرا کر پیغام اگلی غزل سنانے لگا۔

عرشیہ نے برق رفتاری سے اپنا آئی فون اٹھایا اور پیغام کے شوز کی ٹائمنگ

نوٹ کی۔

"یہ غزل ہیں افروز عالم صاحب کی۔۔۔۔کہتے ہیں۔۔۔۔

ٹھوکر سے فقیروں کی دنیا کا بکھر جانا

خواہش کا لرز جانا اسباب کا ڈر جانا

آکاش کے ماتھے پہ جادو کا سبب یہ ہے

تاروں کا چمک جانا چندا کا نکھر جانا

آ تجھ کو بتادوں میں اچھی سی غزل کیا ہے

افکار کے سانچے میں لفظوں کا اتر جانا

اقرار محبت کی نازک سی دلیلیں ہیں

آنکھوں میں چمک آنا زلفوں کا سنور جانا

بے ربط دلیلیں ہیں اس شوخ کی باتوں میں

کچھ دیر تلک کہنا پھر کہہ کے مکر جانا

دنیا جسے کہتی ہے وہ نیل کمل تم ہو

ہر جھیل کو جچتا ہے ترا کھل کے ابھر جانا

تم میری ضرورت ہو عالم یہی کہتا ہے

اس بات کا مطلب ہے ترے بن مر امر جانا۔

اور ہمارے پاس ایک اور پیاری سی غزل ہیں۔۔۔۔

کس طرح جیتے ہیں یہ لوگ بتادو یارو

ہم کو بھی جینے کا انداز سیکھادو یارو

پیار لیتے ہیں کہاں سے یہ زمانے والے

ان گلی کوچوں کا راستہ دکھادو یارو

درد کے نام سے واقف نہ ہو جہاں میں کوئی

ایسی محفل میں ہمیں تو بٹھا دو یارو

ساتھ دینا ہو تو خود پینے کی عادت ڈالو

ورنہ مے خانہ کے در ہم سے چھڑا دو یارو۔

واہ۔۔۔کیا بات ہے۔۔۔۔۔بہت اعلی غزل تھی۔۔۔۔

وہ ایک کے بعد دوسری غزل سناتا رہا اور عرشیہ آنکھ بند کر کے لبوں پر مسکان سجائیں اس کی باتیں سنتی رہی۔وقت کیسے گزرا اسے پتا ہی نہ چلا۔

"یہ تھا ہمارا آج کا شو۔۔۔امید ہے آپ کو پسند آیا ہو گا۔۔۔زندگی رہی تو جمعرات کی رات کو شب پیغام کے ساتھ ملیں گے۔۔۔تب تک کے لیے مجھے اور میری ٹیم کو دیجیئے اجازت۔۔۔اللہ نگہبان۔۔۔۔"پیغام نے مائک پر الوداعی کلمات کہے اور بیک گراؤنڈ میوزک لگا کر پیچھے ہو گیا۔

عرشیہ نے آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولی۔اسے بہت اچھا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے دل و دماغ میں اب تک پیغام کی دلکش آواز گھوم رہی تھیں۔

"کسی کی آواز میں اتنی شدت کیسے ہو سکتی ہیں۔۔۔کسی کی آواز سے اتنا سکوں کیسے مل سکتا ہے۔۔۔"اس نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔

اس کے دل میں غیر محسوس طور پر پیغام گھر کر گیا تھا جس کا احساس اسے بہت جلد ہونے والا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

صبح فجر کے لیے امی اٹھی تو پیغام کو پہلے سے صحن میں دائیں سے بائیں چکر کاٹتے پایا۔

"کیا ہوا پیغام۔۔۔۔سب خیریت تو ہے۔۔۔۔"اسے یوں صحن میں ٹھہلتے دیکھ کر متفکر انداز میں مخاطب کیا۔

"جی امی وہ۔۔۔۔آج ایک جگہ انٹرویو کے لیے جانا ہے۔۔۔۔بس اسی کی تیاری میں لگا ہوں۔۔۔۔" پیغام نے ہاتھ میں پکڑی اپنے اسناد کی فائل لہرائی۔

"پریشان مت ہوں۔۔۔۔ان شاءاللہ تمہاری محنت ضرور رنگ لائے گی۔۔۔۔"امی تسلی دیتے اس کا کندھا تھپتھپا کر آگے بڑھ گئی۔

پیغان نے سر کو جنبش دیا اور پھر سے فائل پر جھک گیا۔

صبح سات بجے ہی وہ اس ہارڈ ووڈ کمپنی کے سامنے کھڑا ہو گیا تا کہ انٹرویو میں اسے سب سے پہلے نوبت ملے۔ تقریباً ساڑھے نو بجے انٹرویو کا وقت شروع ہوا۔اس وقت تک پیغام کے پیچھے امیدواروں کی لمبی لائن لگ گئی تھی۔

توقع کے مطابق سب سے پہلے آنے والے کو پہلے نمبر ملا۔پیغام چہرے پر ڈھیر سارا اعتماد پھیلائے۔وائٹ شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس تھیکے نین نقش سے جنس مخالف کو فریفتہ کرتے باس کے کیبن کے سامنے رکا اور دل میں کامیابی کی دعا پڑھتے شیشے کے بنے دروازے پر ستک دی۔

"یس کم ان۔۔۔۔"ادھ کھلے دروازے سے تابش درانی صاحب کی رعب دار آواز سنائی دی۔

پیغام آداب واخلاقی روایات بجالاتے گڈ مارننگ کہتا اندر داخل ہوا۔تابش صاحب نے آفس چیئر کی پشت سے ٹیک لگائیں۔اپنی مقناطیسی نظر سے سرتا

پیراس کا ظاہری جائزہ لیا۔پیغام ہاتھ پہلو میں گرائیں اپنا اچھا ایمپریشن جمانے سیدھا کھڑا رہا۔

"پلیز ٹیک یور سیٹ۔۔۔۔۔" بزنس مین کا بناوٹی چہرہ بنائیں انہوں نے ہاتھ دراز کر کے سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"تھینکیو سر۔۔۔۔۔" پیغام سر کو خم دیتے ان کے روبہ رو بیٹھا اور اپنے دستاویزات میز پر تابش صاحب کے آگے رکھیں۔

تابش صاحب نے دوبارہ پیغام کا ظاہری جائزہ کرنے کے بعد فائل اٹھائی اور ایک ایک سند دیکھنے لگے۔

"اسکول پر سنٹیج تو کافی اچھی ہے۔۔۔۔"ٹانگ پر ٹانگ رکھے تابش صاحب کنکارے۔

"تھینکیو سر۔۔۔۔"پیغام کمر سیدھی رکھیں ممنون ہوا۔

جب تک تابش صاحب اس کی کار گردگی دیکھ رہیں تھے۔پیغام ان کے آفس روم کا جائزہ لینے لگا۔ہر ایک زرے کو اتنی غور سے دیکھ کر ستائشی آبرو اٹھائیں۔اس عالی شان آفس کا سب سے روشن اور بڑا کیبن درانی کمپنیز کے باس تابش درانی صاحب کا کیبن تھا۔اس کیبن کے تین اطراف قد آور شیشے کے بنے تھے اور دایاں دیوار پتھریلے بلاکس کا بنا تھا جس پر لگے چمکتے شیلف پر تابش درانی کے انعامات اور صنعتی اسناد سجائیں گئے تھے۔کیبن کے بیچوں بیچ چوڑائی اور لمبائی میں بڑا سا ٹیبل اور آرام دہ چیئرز تھیں۔چھت سے لٹکتے

فانوس سے دھوپ کی روشنی ٹکرا کر کیبن کو مزید پُراسرار بنا دیتی۔ ہر کونے میں رکھیں انواع واقسام کے انڈور مہنگے گلدان اور ڈیکوریشن انٹیریئرز کیبن کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہیں تھے۔ سفید اور گولڈن رنگوں کے کنٹراسٹ سے بنا کیبن ہر آنے والے کو اپنے سحر میں جکڑ لیتا۔

تابش صاحب نے فائل بند کر کے گلا صاف تو پیغام حالِ موجودہ میں واپس آیا۔

"مسٹر پیغام۔۔۔۔اسکول سرٹیفکیٹس تو اچھے ہیں۔۔۔۔ مگر کالج اور یونیورسٹی کی پرفارمنس کچھ خاص نہیں ہے۔۔۔۔"انگلیوں کو باہم ملائیں وہ چیئر جھلاتے بے باق انداز میں گویا ہوئے۔

"ایکچیولی وہ۔۔۔۔ میٹرک کے بعد میرے والد صاحب کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔۔۔۔اس لیے میں اچھا پڑھ نہیں پایا۔۔۔۔" پیغام نے قدرے آہستگی سے اپنی بے بسی بیان کی۔

"باہر بیٹھی لائن تو تم نے دیکھی ہو گی۔۔۔۔۔ایک سے بڑھ کر ایک۔۔۔۔ ڈگری ہولڈر۔۔۔۔ایم فیل۔۔۔۔ایم ایڈ۔۔۔۔۔پی ایچ ڈی کے مراحل سے گزرتے امیدوار ہے۔۔۔۔پھر۔۔۔۔تم۔۔۔۔"اپنی بات آدھی چھوڑ کر رکے۔

پیغام نے تھوک نگل کر گلا تر کیا تھا۔

"کس حق سے انٹرویو دینے آئے ہو۔۔۔۔یہ کیسے سوچ لیا کہ اتنے ہائی ایجوکیشن۔۔۔۔اور ہائی پروفائل لوگوں کو چھوڑ کر میں تمہیں جاب دوں گا۔۔۔۔"تابش صاحب مونچھوں کی آڑ میں اپنی مسکراہٹ دبا گئے۔انہیں پیغام کی حالت پر ترس نہیں بلکہ ہنسی آرہی تھی۔

پیغام پھیکا مسکرا کر سر اثبات میں ہلاتے ٹیک لگا گیا۔اب اسے دفتری آداب کی کوئی پرواہ نہ تھی۔

" صحیح کہا آپ نے سر۔۔۔۔۔ کبھی کبھار انسان اپنی اوقات بھول جاتا ہے۔۔۔۔اسے یہ احساس نہیں رہتا کہ خالق کائنات نے سب کو ایک آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا ہے۔۔۔۔سب ایک ہی مٹھی میں دفن

ہونگے۔۔۔۔پھر تکبر کس بات کا۔۔۔۔"پیغام نے اسی اعتماد سے انہیں گھورا مگر اب آنکھوں میں عزت نہیں بلکہ افسوس تھا۔

تابش صاحب کے آبرو تن گئے۔چیئر میں ہوتی حرکت رک گئی۔ایک تند نگاہ پیغام پر ڈالی۔

"پتا ہے۔۔۔۔انگریزی ممالک اتنے ترقی یافتہ کیوں ہے۔۔۔۔کیونکہ وہ۔۔۔۔تعلیم سے زیادہ قابلیت کو ترجیح دیتے ہیں۔۔۔۔اینی ویز۔۔۔۔۔ میں نے آپ کا بہت وقت لے لیا۔۔۔۔گڈ بائے۔۔۔۔۔درانی صاحب۔۔۔۔"پیغام آخری نوازش کے طور پر سر کو خم دیتے اٹھ کر جانے لگا۔

تابش صاحب کی مسکان بڑی ہو گئی تھی۔

"رکو۔۔۔"اونچی آواز میں صدا دے کر انہوں نے پیغام کو دروازے پر روک لیا۔

پیغام نے دروازے کے ناب پر ہاتھ رکھا تھا کہ تابش صاحب کی صدا پر رک کر گردن گھماتے انہیں دیکھا۔

"فرسٹ ٹائم کسی نے تابش درانی سے اس انداز میں بات کی ہے۔۔۔۔کچھ کر دیکھانے کا بہت جذبہ ہے تم میں۔۔۔اپنے اندر کی اس آگ کو محض کمپیوٹر کے آگے بیٹھا کر قید کرنے سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔۔۔۔

تمہارے لائق کوئی اور ویکنسی تھی تو میں خود تمہیں کانٹیکٹ کروں گا۔۔۔۔"تابش صاحب نے اب کی بات دوستانہ مزاج میں مشورہ دیا۔

"تھینکیو سر۔۔۔۔۔۔مجھے آپ کے ساتھ کام کر کے خوشی ہو گی۔۔۔۔۔"

جواب میں پیغام مشکور ہوا۔

تابش صاحب نے آبرو اٹھا کر جانے کا اشارہ کیا تو پیغام پلکیں جھپکا کر حکم مانتا کیبن سے باہر نکل آیا۔یک دم اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔حسرتی نگاہ سنگ مرمر سے بنے پورے آفس میں دوڑاتے لمبی آہ بھری اور لمبے ڈگ بھرتا مین گیٹ کے پار چلا گیا۔

ایسااس کے ساتھ پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ہر مرتبہ اسے یوں ہی انکار ملتااور وہ خالی ہاتھ کسی نئے جاب کی تلاش میں نکل پڑتا پر نا جانے کیوں ملک کے ٹاپ بزنس مین تابش درانی کے ہاں انکار سے اسے بہت برا لگ رہا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

"یہ لو موبائل ٹھیک ہو گیا تمہارا۔۔۔۔ڈائورٹ سسٹم آن کر دیا تھا تم نے۔۔۔۔"عرشیہ کچن کے راونڈ اسٹول پر بیٹھی ملازمہ سے مخاطب ہوئی۔

ملازمہ نے مشکور ہوتے کھلکھلا کر اپنا موبائل لے لیا۔

"سنو۔۔۔۔ایسا موبائل۔۔۔۔کہاں ملتا ہے۔۔۔۔مجھے لینا ہے۔۔۔۔"

عرشیہ کو یہ سوال پوچھتے ہوئے جھجک محسوس ہوئی مگر آرجے پیغام کے اگلے شو سے پہلے اسے اپنے لیے ریڈیو کا انتظام کرنا تھا۔

"بے بی جی۔۔۔۔یہ تو میرا میاں۔۔۔۔چور بازار کے کسی دوکان سے سیکنڈ ہینڈ خرید کر لایا تھا۔۔۔۔آپ کو ایسے موبائل کی کیا ضرورت۔۔۔۔۔"

ملازمہ حیرت سے گویا ہوئی۔

"تم سے جتنا پوچھا جائے۔۔۔۔۔اتنا ہی جواب دیا کرو۔۔۔۔اپنا دماغ مت چلاو۔۔۔۔"اسے تپ چڑھنے لگی۔

ملازمہ کو ڈپٹ کر وہ اپنے کمرے میں واپس آ گئی اور اپنے آئی فون میں ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے آر جے پیغام کے متعلق جانچ پڑتال کرنے لگی۔ فیسبوک ٹک ٹاک انسٹا گرام پر اسے ایف ایم 88 اور آر جے پیغام کے آفیشل پیجز اور فین پیجز مل گئے۔ یوٹیوب پر چینل بھی تھا مگر ان تمام سوشل میڈیا مقامات پر ریکارڈڈ شوز اور بہت سے ریل موجود تھے۔ ریڈیو میں کام کرنے والوں کی گروپ فوٹوز بھی ملی لیکن ان سب میں سے آر جے پیغام کونسا ہے اسے سمجھ نا آیا۔

دل شکنی کا دکھ لیے اس نے موبائل بیڈ پر پٹخ دیا۔ اسے شدید غصہ آنے لگا۔

"تمہیں تو میں ہر حال میں ڈھونڈ کر ہی رہوں گی آر جے پیغام۔۔۔۔" دل میں عزم لیتے وہ پھر سے کمرے سے باہر آ گئی۔

ریکنگ سے جھانک کر نیچے لاؤنج میں دیکھا تو ملازمہ کھانے کا ٹیبل لگا رہی تھی۔ عرشیہ تیزی سے سیڑھیاں اتر کر اس کے پاس آن پہنچی۔

"سنو۔۔۔۔" عرشیہ کی تیز پکار پر ملازمہ ڈرتے ڈرتے پلٹی تھی۔

"اپنے میاں سے کہو۔۔۔۔ کہی سے بھی ایسا ایک اور موبائل خرید کر لائیں۔۔۔۔۔ یہ پیسے اسے دے دینا۔۔۔۔" عرشیہ نے ہاتھ میں پکڑے پیسے اس کے آگے کیے۔

ملازمہ نے دوبارہ ڈانٹ سے بچنے فوراً پیسے لیے اور سر اثابت میں ہلا کر کچن میں در آئی۔

عرشیہ کو ملازمہ پر مکمل یقین نہیں تھا اس لیے اپنے آپ ریڈیو یا موبائل کی تلاش میں مارکیٹ چلی گئی۔ یہ صدر کے آخری کونے میں بنا کوڑے کباڑ اور پرانے آلات کا مارکیٹ تھا۔ اس قدیم عمارت میں روزگار چلاتے میلے کچیلے لوگوں کے درمیان پہلی مرتبہ اتنی ہائی پروفائل لڑکی آئی تھی اس لیے سب اسے گھور کر دیکھ رہیں تھے۔ عرشیہ کو ایسا لگا کہ اگر وہ زیادہ دیر وہاں رہی تو اس علاقے کے بدبو سے مر جائے گی۔ مری نہیں تو کم از کم بے ہوش ضرور ہو جائے گی اس لیے ایک بچے کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا اور الیکٹرانک دکان کا پوچھا۔ لڑکا سیاہ تیل سے لتھڑے ہاتھوں کو اوپر نیچے کرتے مطلوبہ دکان کا ایڈریس بتانے لگا۔ عرشیہ نے کچھ پیسے اسے پیش کئے جو وہ خوشی کے مارے جھپٹ کر بھاگ گیا۔

"اا۔۔۔ایکسیوزمی۔۔۔۔۔سنوانکل۔۔۔۔"اس نے مطلوبہ ایڈریس پر جا کر وہاں موجود اڈھیر عمر آدمی کو مخاطب کیا۔

اآدھی سے زیادہ مارکیٹ۔پینٹ شرٹ میں ملبوس ہائی ہیل پہنے۔مہنگا بیگ کندھے پر ڈالے ہاتھوں میں آئی فون تھامے۔ہلکا میک اپ کئے خوبصورت نوجوان لڑکی کے گرد جمع ہو گیا تھا۔

تاریک دکان کے اندر سے روشنی میں دیکھتے دکان دار کی آنکھیں چندیا گئی۔وہ آنکھوں کی پتلیاں سکھیڑے حیرانگی سے عرشیہ کو دیکھنے لگا۔

"مجھے بٹن والا موبائل چاہیئے۔۔۔۔جس میں ریڈیو بھی آتا ہو۔۔۔۔"اس کے دکان میں نظر دوڑاتے فرمائش کی۔

دکاندار نے بے یقینی سے سر تا پیر اسے دیکھا اور پلٹ کر دکان کے اندر چلا گیا۔دو سے تین منٹ بعد واپس باہر آیا تو ہاتھوں میں ایک باکس تھا۔اس باکس میں موجود سارے پرانے موبائل نکال کر عرشیہ کے سامنے ڈھیر کرتا گیا۔

"میڈم آج کل ریڈیو کون سنتا ہے۔۔۔اب تو یوٹیوب کا زمانہ ہے۔۔۔۔ پرانے موبائلز تو میرے پاس یہی ہیں۔۔۔ان میں دیکھ لو جو پسند آئیں۔۔۔"دکان دار نے اس ڈھیر کے سمت دیکھا۔

عرشیہ نے ایک ایک موبائل پر نگاہ ڈالی۔چھوٹے بڑے موبائلز میں سے اسے کوئی اپنے کام کا نہیں لگا اور اداس ہوتے واپس جانے لگی۔

"باجی۔۔۔۔۔ریڈیو لینا ہے۔۔۔۔"اسی بچے نے ٹوک کر سوال کیا۔

یہ وہی بچہ تھا جس سے عرشیہ نے مارکیٹ کے اندر آتے ایڈریس پوچھا تھا۔

اس بچے کے سوال پر عرشیہ نے فوراً سر اثابت میں ہلایا۔

"میں ایک دکان جانتا ہوں۔۔۔۔وہاں ریڈیو مل جائے گا۔۔۔۔"بچے نے دوسرے جگہ کے متعلق بتایا اور آگے بڑھ گیا۔

عرشیہ ایک نئی امید لئے اس کے پیچھے ہولی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

لڑکے کے ہمراہ عرشیہ اس اینٹیک شاپ پر پہنچی۔دکان میں ہر جگہ مٹی سے لتھڑے اینٹیک چیزیں موجود تھیں۔ایک بزرگ کاونٹر پر بیٹھا آنکھوں پر بڑا چشمہ لگائیں کسی پیتل کے پیالے کا مشاہدہ کر رہا تھا۔زنگ آلود پیالے کے اشکال ترکش نکاشی سے بنے تھے۔اپنے طرز بناوٹ سے وہ پیالہ کافی قدیم ترین لگ رہا تھا۔

"ایکسیوزمی سر۔۔۔۔مجھے ریڈیو چاہیئے۔۔۔۔"عرشیہ اس کے کام میں خلل ڈالتے ہوئے کنکاری۔

بزرگ نے چشمہ ہٹا کر اس جوان لڑکی کو دیکھا اور گھٹنوں پر زور دیتے اٹھ کر ایک شیلف کے روبہ رو آیا۔

"یہ۔۔۔۔سن 1947 کا ریڈیو ہے۔۔۔۔۔آزادی پاکستان کی خبر بھی اسی ریڈیو سے سنی گئی تھی۔۔۔۔۔" بزرگ نے ایک بڑا بھاری لکڑی کا بنا چوکور شکل کا خانچہ پھونک مار کر مٹھی ہٹاتے سامنے ٹیبل پر رکھا۔

"یہ ریڈیو۔۔۔۔قریبا 40 سال پرانا ہے۔۔۔۔اسے میرے دادا کے دوست انگلینڈ سے لیں کر آئیں تھے۔۔۔۔" دوسرا سلور رنگ کا قدرے چھوٹے سائز کا آہنی ریڈیو پیش کیا گیا۔

عرشیہ باری باری آنکھیں بڑی کر کے دھول مٹھی کے باعث منہ پر ہاتھ رکھے ان کو دیکھتی رہی۔

"ایکسیوزمی۔۔۔۔مجھے اتنا پرانا ریڈیو بھی نہیں چاہیئے۔۔۔۔ایسا کوئی ریڈیو ہو جو آسانی سے ہاتھ میں آسکے اور۔۔۔۔ایف ایم اچھے سے سنائے۔۔۔۔"

عرشیہ نے انہیں ٹوک کر اپنا اصلی مقصد سمجھایا۔

دکان دار بزرگ کے عصاب تن گئے۔ان دونوں ریڈیوز کو ان کی جگہ پر رکھ کر واپس اپنی سیٹ پر آگیا۔

"میرے شاپ میں وہ آلات موجود ہیں۔۔۔۔جو ہمارے آباواجداد کے دور میں استعمال ہوتے تھے اور آج کل کے بچوں کے لیے اینٹیک پیس ہو گئے ہیں۔۔۔۔محض ایف ایم سننے کے لیے کوئی متبادل ذرائع ڈھونڈو۔۔۔۔"

بزرگ اپنی محنت رائیگاں جانے پر غصہ ہو گیا تھا۔

عرشیہ لب بھینچے جانے لگی کہ اس نے روک لیا۔

"یہ شاید تمہارے کام آجائے۔۔۔۔"اپنے ٹیبل کے دراز سے چھوٹا موبائل فون نکال کر ٹیبل پر رکھا۔

اس موبائل کو دیکھ کر عرشیہ کی آنکھیں چمک اٹھی۔

"مجھے اپنے بیٹے سے بات کرنے بڑے موبائل کی ضرورت ہے۔۔۔وہ سعودی میں رہتا ہے۔۔۔۔اس موبائل میں انٹرنیٹ نہیں ہے۔۔۔۔۔ہاں مگر ایف ایم اچھا چلتا ہے۔۔۔۔"اب کی بار بزرگ کی آواز میں مٹھاس آگئی تھی۔

"اس میں ریڈیو تو نہیں ہے۔۔۔۔ہاں مگر۔۔۔۔انٹرنیٹ بہت تیز چلتا ہے۔۔۔۔اور بیٹری بھی اچھی ہے۔۔۔۔" عرشیہ نے خوش ہوتے اپنا آئی فون ان کے آگے پیش کیا۔

ایک ہاتھ سے عرشیہ نے ان کا چھوٹا موبائل اٹھایا تو دوسرے سے برزگ نے آئی فون پکڑا اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔قریب ایک گھنٹہ ان کے پاس بیٹھ کر عرشیہ آئی فون استعمال کرنے کا طریقہ کار سمجھاتی رہی۔یوں ان دونوں میں موبائلز کا تبادلہ ہوا اور عرشیہ خوشی خوشی بٹن والا موبائل لے کر گھر آگئی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

منور حسن صاحب کی عیادت کرنے پیغام آج ان کے گھر آیا ہوا تھا۔اور ہان کی چھوٹی بہن انزیلہ منور پستہ کلر کے قمیض شلوار زیب تن کئے آنکھوں میں کاجل ہونٹوں پر لپ گلوز لگائیں کچن میں آئی۔

"ماما۔۔۔یہ کس کی چائے ہیں۔۔۔"؟اس نے ٹرے میں تین کپ چائے اور دیگر لوازمات دیکھ کر پوچھا۔

"پیغام آیا ہوا ہے۔۔۔تمہارے بابا کی عیادت کرنے۔۔۔اسی کے لیے بنائی ہے۔۔۔۔بانو۔۔۔یہ ٹرے لے جاو۔۔۔"ماما نے مصروف انداز میں پیغام نے آنے کا بتا کر ملازمہ کو مخاطب کیا۔

پیغام کے نام پر انزیلہ کی دھڑکن بے ترتیب ہونے لگی۔اسے وہ ریڈیو آر جے بننے سے کافی پہلے سے پسند تھا۔ملازمہ کے ہاتھوں سے ٹرے لے کر وہ خود اسے چائے دینے بابا کے کمرے کے جانب بڑھ گئی۔سلام کرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی اور تہذیب سے سب کو چائے کا کپ پیش کیا۔پیغام نے کپ تھامتے ہوئے پلکیں اٹھائیں۔ایک لمحے کے لیے دونوں کی نظریں ٹکرائی ضرور تھیں۔

پیغام کے بعد اور ہان اور بابا کو چائے کا کپ دے کر انزیلہ وہی بابا کے پہلو میں جا بیٹھی۔اس جگہ سے پیغام اس کے روبہ رو ہو گیا تھا۔بیڈ پر نیم دراز لیٹے منور صاحب سے گفتگو کرتے پیغام کی نظروں کا رخ انزیلہ پر جا پڑتا جنہیں وہ بہ مشکل پھیر کر اور ہان پر مرکوز کر لیتا۔کچھ ایسا ہی کشمکش دوسرے سمت بھی جاری تھا۔انزیلہ خمار آلود نظروں سے اسے دیکھتی اور پھر پلکیں جھکا لیتی۔چائے کے بعد پیغام جانے کے لیے اٹھا تو منور صاحب نے کھانے پر

روک لیا۔انہیں پیغام اتنا ہی عزیز تھا جتنا اورہان۔پیغام ان کا دل رکھنے نا چاہتے ہوئے بھی رک گیا۔

بابا کے کمرے سے نکل کر ڈائننگ ایریا میں جاتے ہوئے اورہان ضروری کال موصول کرنے رک گیا تو انزیلہ موقع دیکھ کر پیغام کے ہم کنار آ گئی۔

"پیغام۔۔۔۔میں نے ایک غزل بھیجی ہے۔۔۔۔اسے اس ہفتے کے شب پیغام میں ایڈ کرنا۔۔۔۔مجھے اچھا لگے گا۔۔۔۔"انزیلہ نے معصومیت سے اپنی خواہش ظاہر کی۔

"تم میرا شو سنتی ہو۔۔۔۔"پیغام مانو محظوظ ہوا تھا۔

"کیوں نہیں سنوں گی۔۔۔۔۔بلاناغہ۔۔۔۔ہر منڈے اور تھرزڈے۔۔۔۔دس سے بارہ بجے سنتی ہوں۔۔۔۔"انزیلہ نے گردن اٹھا کر جواب دیا۔

"واو۔۔۔۔"پیغام مسرور ہوا۔

انزیلہ کے رخساروں پر سرخی بڑھ گئی وہ شرماتے ہوئے متبسم ہوئی۔

"میں ضرور ایڈ کروں گا۔۔۔۔"پیغام نے یقین دہانی کرائی اور دونوں ڈائننگ ٹیبل پر آ گئے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

جمعرات کی رات دس بجتے ہی عرشیہ سارے کام نپٹا کر کانوں میں ہیڈ فون دیئے۔ کچھ ہی دیر میں پیغام کا شوشر وع ہونے والا تھا جس کا اسے بے صبری سے انتظار تھا۔

محبت کو بھرے بازار میں رسوا کیا تونے۔

اے سودا گر میرے دل کے یہ کیا سودا کیا تونے۔

یہ کیسی تیری خود غرضی۔

سنی نادل کی اک عرضی۔

میرے آنسو نا دیکھے تو

تیری مرضی تیری مرضی

"السلام علیکم پاکستاااان۔۔۔۔۔ویلکم ٹومائے شو۔۔۔۔۔" پیغام کی جوش بھری آواز ریڈیو میں گونجی تھی۔

عرشیہ کے لبوں پر بڑی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میوزک ایک بار پھر بلند ہوا

تیری مرضی تیری مرضی۔

یہ کیسی تیری خود غرضی۔

میں سو سو ہاری ہاری

میں رل دیا ماری ماری

"امید کرتا ہوں سب ٹھیک ٹھاک ہونگے خوش باش ہونگے۔۔۔۔ پچھلے دو دن بہت اچھے سے گزرے ہونگے۔۔۔۔ موسم بہار کی آمد آمد ہے۔۔۔۔

مہکتی ہوائیں۔۔۔۔رنگین شام اور شب پیغام۔۔۔۔"پیغام کے الفاظ سن کر عرشیہ اٹھ کر بالکونی کے پاس آگئی اور تاریک رات میں چمکتے ہوئے چاند تاروں کو دیکھنے لگی۔

ایسا ہی ایک منظر انزیلہ کے بیڈ روم میں بھی تھا۔وہ بیڈ پر نیم دراز لیٹے پیروں کی کینچی بنائے شوسن رہی تھی۔

دوسری طرف اسٹوڈیو میں فیروزی کرتا پجامہ پہنے گھنے سیاہ بالوں کو ترتیب سے بنائے سیٹ پر آگے ہو کر بیٹھے پیغام کے ہاتھ لیپ ٹاپ پر تیزی سے چل رہیں تھے۔وہ ایمیلز کی بھرمار میں انزیلہ کا ایمیل ڈھونڈ رہا تھا۔مطلوبہ ایمیل مل جانے پر پیغام مسکرا دیا۔سب سے پہلے کالز کی نوبت تھی اس لیے انزیلہ کا ایمیل اسکرین پر کھلا چھوڑ کر وہ کال کے جانب متوجہ ہوا۔

"چلتے ہیں پہلے کال کے جانب۔۔۔۔السلام علیکم کون جناب اور کہاں سے۔۔۔۔" پیغام نے کمپیوٹر پر سے ہیڈ فون کی آواز تیز کر دی تاکہ کالر کی آواز اچھے سے سن سکیں۔

"ہائے پیغام۔۔۔۔۔مجھے یقین نہیں ہو رہا میں سچ میں آپ سے بات کر رہی ہوں۔۔۔۔۔اومائی گاڈ۔۔۔۔سچ میں پیغام آپ ہی ہو نا۔۔۔۔۔" ایک ہی سانس میں کال پر موجود نسوانی آواز گونجی تھی۔

"ہاہاہا۔۔۔۔جی جی محترمہ۔۔۔۔۔پیغام ہی ہوں۔۔۔۔آپ کا نام۔۔۔۔۔" کالر کی چہکتی دلچسپی بھری آواز پر پیغام مسکرا دیا۔

"میرا نام کرشمہ ہے۔۔۔۔"کالر کی آواز سے اس کی حیرانگی اور بے یقینی صاف ظاہر تھی۔

"اہاااں کرشمہ کپور۔۔۔۔"اسے مزید تنگ کرنے کہا گیا۔

"ہاہاہا۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔کرشمہ راشد۔۔۔۔ڈیفنس کالونی سے۔۔۔۔۔" کالر نے اپنا صحیح تعارف کروایا۔

"ویری نائس۔۔۔۔کیا سنانا چاہیں گی۔۔۔۔کوئی شعر۔۔۔۔کوئی غزل۔۔۔۔"پیغام نے مودبانہ انداز میں سوال کیا۔

ان دونوں کی ہنس ومزاح پر عرشیہ جیلس ہونے لگی۔یہ پیغام کے لیے اس کا بڑھتا جنون تھا کہ اسے کسی اور لڑکی کے ساتھ یوں بولتے سن کر برداشت نہ کر سکی۔وہی دوسری طرف انزیلہ پیغام اور کالر کی گفتگو انجوائے کر رہی تھی۔اس لیے نہیں کہ اسے پیغام پسند نہیں تھا بلکہ اس لیے کہ پیغام کے پرانے سامعین کی طرح وہ اس کے مزاج اور کردار سے واقف تھی۔

کالر سے بات کرنے کے بعد پیغام ایملیز کے جانب آیا۔پہلے دو ایمیلز دوسرے فینز کا پڑھ کر تیسرا مقام انزیلہ کے ایمیل کو ملا۔شروع کی لائز سنتے ہی انزیلہ کا دل دھڑکنے لگا تھا۔

"یہ غزل میری ریگولر لسنر اور خاص فین کے طرف سے موصول ہوا ہے۔۔۔۔۔لکھتی ہے کہ۔۔۔۔

کیوں نا تم پر کتاب لکھتے ہیں

عنوان حسن و شباب لکھتے ہیں

سرخ ہونٹوں کو پھول کی پتی

حسیں چہرہ گلاب لکھتے ہیں

شوخ زلفیں گرا کے ماتھے پر

کیسے نکلے مہتاب لکھتے ہیں

ان سے بڑھ کر نشہ نہیں کوئی

تیری آنکھیں شراب لکھتے ہیں

چال موروں کو مات دیتی ہے

ہر ادا لاجواب لکھتے ہیں

تجھ سے ملنا ہے زندگی میری

دور جانا عذاب لکھتے ہیں

کر لو عفراء یقین آنکھوں پر

وہ حقیقت ہے خواب لکھتے ہیں "

وہ اپنے وائس کا آٹو ٹیون قدرے بڑھا کر جادوئی آواز میں غزل پڑھتا گیا۔

انزیلہ کی مسکان پہلے سے بڑی ہو گئی۔ گالوں پر سرخی حمایل ہونے لگی۔اسے پیغام پر مزید پیار آنے لگا تھا۔

دوسری طرف عرشیہ بھی جلن کے دائرے سے نکل کر اس کے آواز کے جانب راغب ہو گئی۔ کچھ پل پہلے کے تناع میں کمی ہونے لگی۔ پیغام یوں ہی ایک کے بعد ایک کالز موصول اور ایمیلز پڑھتا رہا۔ الوداع لینے کا وقت ہوا تو اس نے کالز اور ایملیز کا سلسلہ منقطع کر کے آخری غزل سنائی۔

غزل سننے کے بعد عرشیہ نے منہ بناتے وال کلاک کو دیکھا تھا۔

"زندگی رہی تو اگلے پروگرام میں حاضر ہوں گا۔۔۔۔ جن لوگوں نے حال ہی میں میرا شو سننا سٹارٹ کیا ہے۔۔۔۔ اگر آپ بھی مجھ سے کال پر بات

کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔یا ہمیں ایمیلز بھیجنا چاہتے ہیں تو میرے شو کا کانٹیکٹ نمبر ہے۔۔۔۔۔" پیغام اپنے شو کا نمبر نوٹ کروانے لگا۔

عرشیہ نے فوراً سر بیشتر اپنے نئے موبائل میں نمبر نوٹ کیا۔

"اور ایمیل ایڈرس ہے۔۔۔۔ FM88 ایٹ جیمیل ڈاٹ کوم۔۔۔۔" کانٹیکٹ نمبر بتانے کے انداز میں ٹھہر ٹھہر کر حروف کی تہجی کے ساتھ ایمیلز ایڈریس درج کروا کر اس نے اللہ حافظ کہتے ہوئے شو آف ائیر کر دیا۔

عرشیہ نے ایمیل ایڈریس نوٹ کیا اور بازو پھیلائیں بیڈ پر لیٹ گئی۔

"کیوں نا تم پر کتاب لکھتے ہیں۔۔۔ عنوان حسن و شاداب لکھتے ہیں۔۔۔۔ تم سے کب ملنے کا موقع ملے گا پیغام۔۔۔۔۔ i really want to see you۔۔۔۔۔"غزل کی لائن دہراتے وہ پیغام کا ہولیہ تصور کرنے لگی۔

اس کے ذہن میں اب تک پیغام کی آواز گھوم رہی تھی۔اس کے دل و دماغ میں صرف اور صرف پیغام بس چکا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

یہ کالج کے بریک کا منظر ہے۔لان میں درخت کے سائے میں بیٹھی وہ انسٹا گرام پر آرجے پیغام فین پیج کے ریلز دیکھ رہی تھی جو اس کے آواز میں سنائے شعر و شاعری پر بنائیں جاتے تھے۔

عروج سمعاویہ اور آغر کینٹن سے اسنیکس لیے اس کے پاس آن بیٹھے۔

عرشیہ نے موبائل اسکرین پلٹ کر چھپادی۔وہ کسی صورت اپنے فرینڈز پر پیغام کی دیوانگی ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔آج ان دوستوں میں موضوع گفتگو شادی پر تھا۔

"میری فیملی تو لو میرج کے سخت خلاف ہیں۔۔۔۔۔مجھے کبھی پسند کی شادی نہیں کرنے دیں گے۔۔۔۔"عروج نے حسرتی انداز میں کہا۔

"میری فیملی میں تو خاندان سے باہر شادی ہی نہیں کراتے اس لیے میری تو کنفرم خاندان میں ہی شادی ہو گی۔۔۔۔۔"سمعاویہ بے جھجک بولی تھی۔

"میری تو بس شادی ہو جائے چاہے کسی سے بھی ہو۔۔۔۔"ان دونوں کے بعد آغر نے کنکارتے ہوئے اپنی رائے بتائی۔

اس کے جواب پر تینوں لڑکیاں ہنس پڑی۔آخر میں سب کا رخ عرشیہ کی طرف ہوا۔

"تم بتاو عرشیہ۔۔۔۔۔تمہارے ہاں کیا سسٹم ہے۔۔۔۔۔کہاں شادی کرو گی۔۔۔۔"عروج ہاتھ تھیوری پر رکھ کر اسے دیکھنے لگی۔

"سسٹم کچھ بھی ہو۔۔۔۔۔شادی تو میں اپنی پسند سے کروں گی۔۔۔۔"

عرشیہ نے گردن اکڑا کر تھیکا مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اس کے جواب پر ایک لمحے کے لیے باقی فرینڈز خاموش رہیں۔

"اور کون ہے تمہاری پسند۔۔۔۔۔"آغر نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

Zubi Novels Zone

عرشیہ نے ذہن کے پردے پر پیغام کا غائبانہ عکس لہرایا۔ایک سایہ سا تھا جسے وہ پیغام تصور کرنے لگی تھی اور یہ تصور حقیقت ہونا تھا یا نہیں یہ قسمت طے کرنے والی تھی۔

"جب اس سے شادی کروں گی تب پتا چل جائے گا۔۔۔۔"شریر انداز میں آبرو اچکا کر وہ اٹھ کر جانے لگی۔

"ارے یار۔۔۔۔اتنا کیا سسپنس ہے۔۔۔۔ابھی بتادو۔۔۔۔"عروج صدا لگاتے اس کے پیچھے ہولی۔

آغر اور سمعاویہ بھی ان کے پیچھے اٹھ گئے تھے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

جمعے کے دن ناشتے کے بعد ہی پیغام کچن میں در آیا۔اپنے گرے کلر شرٹ کے آستین فولڈ کئے اور پھول گوبی کے ٹکڑے کرنے لگا۔جس مہارت سے وہ چاقو چلا رہا تھا کوئی باہر والا دیکھتا تو اسے کسی بڑے ریسٹورنٹ کا شیف تصور کرتا۔جب سے امی بیمار رہنے لگی تھی اس نے گھر کی آدھے سے زیادہ ذمہ

داریاں خود سنبھالیں۔پیغام کو کھانا پکانا روٹی بنانا جھاڑ پونچھ کرنا کپڑے دھونا جیسے بنیادی ضرورت کے سارے کام آتے تھے۔

امی نے اسے کچن میں کام کرتے دیکھا تو اس کے پاس چلی آئی۔

"امی۔۔۔۔۔لیٹنے کو کہا تھا نا میں نے۔۔۔۔۔یہاں کیوں آگئی۔۔۔۔۔"خفگی سے دیکھ کر مستفسر ہوا۔

"بستر سے لگی رہوں گی تو مزید بیمار ہو جاؤں گی۔۔۔۔۔تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر اچھا لگتا ہے۔۔۔۔۔"امی جواب دیتے کرسی پر بیٹھ گئی۔

اب کی بار پیغام نے گاجر کے چکور ٹکڑے کرتے ہوئے شفقت سے دیکھا تھا۔

"پیغام نوکری کا کیا بنا۔۔۔۔انٹرویو کے لیے گئے تھے نا۔۔۔۔۔"امی نے فکر مندی سے پوچھا۔

"امی۔۔۔۔۔۔جہاں سے اللہ نے رزق حلال لکھا ہو۔۔۔۔وہاں سے ضرور ملے گا۔۔۔۔۔آپ فکر کیوں کرتی ہیں۔۔۔۔۔ایسے انٹرویوز تو روز ہوا کرتے ہیں۔۔۔۔۔"بنا مڑے جواب دے کر اس نے سب سبزیوں کو ایک دیگ میں ڈال دیا اور ہلکا فرائی کرنے لگا۔

اس کے ذو معنی جواب سے امی نوکری نا ملنے کا اشارہ سمجھ گئی تھی اس لیے خاموشی اختیار کر لی۔

"انزیلہ آئی تھی کل۔۔۔۔۔۔"امی نے موضوع گفتگو بدل دیا اور خوشگوار انداز میں انزیلہ کے آنے کا بتایا۔

پیغام یک دم ایڑیوں کے بل مڑا۔

"کیوں۔۔۔۔۔۔"اس نے شاکی انداز میں سوال کیا اور بنا پلک جھپکائے امی کے بولنے کا منتظر رہا۔

"کیا کیوں۔۔۔اور ہان کی بہن ہے۔۔۔۔ہمارے گھر نہیں آسکتی کیا۔۔۔۔"امی اس کے شاک ہونے پر حیران ہوئی۔

"نہیں میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔۔۔اچھا کیا کہا اس نے۔۔۔۔"وہ خجلت ہوتے واپس مڑا۔

"کچھ خاص نہیں بس میری طبیعت پوچھنے آئی تھی۔۔۔۔"امی اٹھ کر اس کے قریب آئی اور دیگ میں جھانکا۔

"ہمممم۔۔۔"وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔

ناجانے کیوں اسے انزیلہ کا گھر آنا اچھا نہیں لگتا تھا۔شاید وہ اس پر اپنی مالی حالت عیاں نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے۔

مکس ویجیٹیبل کی اشتہا انگیز مہک ان کی بھوک بڑھا رہی تھی۔پیغام دیگ کو دم لگا کر مڑا اور امی کے کندھوں پر ہاتھ رکھیں۔

"میں جمعے کی نماز پڑھ کر آتا ہوں۔۔۔۔۔پھر کھانا کھاتے ہیں۔۔۔۔دس منٹ بعد چولہا بند کر دینا۔۔۔۔"اذان کی آواز سن کر وہ باہر کو نکل گیا۔

امی نے سر کو خم دیا اور محبت پاش نظروں سے اسے گیٹ کے پار نکلتے دیکھتی رہی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

وقت اپنی رفتار سے چلتا رہا اور وہ دن آ گیا جس کا عرشیہ کو انتظار تھا۔اس کی بیسویں سالگرہ کا دن۔اپریل کا مہینہ شروع ہوتے ہی وہ ایک ایک لمحہ گنتی رہی۔پندرہ اپریل رات بارہ بجے اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹومی۔۔۔۔۔۔" بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگا کر بیٹے اس نے سامنے پڑی شیشے کی بوتل سے گلاس میں تھوڑا مائع انڈیلا اور سرشار انداز میں مغرور مسکان سجائے ایک گھونٹ میں حلق سے نیچے اتارا۔

"تھینکس دادا جی۔۔۔۔۔آپ نے یہ ایک اچھا کام کیا کہ مجھے اپنے حصے کا وارث بنا گئے۔۔۔۔آئی لو یو فوردس۔۔۔۔۔ورنہ تو مجھے اپنے سگے ماں

باپ سے کوئی امید اور محبت نہیں ہے۔۔۔۔۔"تصوراتی طور پر دادا جان سے مخاطب ہوتی اس نے دوسرا گلاس بھرا۔

"محبت تو وہ بھی مجھ سے نہیں کرتے۔۔۔۔۔دیکھو۔۔۔۔۔بارہ بج کر پندرہ منٹ ہو رہیں ہیں۔۔۔۔۔کسی نے مجھے وش کرنے کی تکلف بھی نہیں کی۔۔۔۔ان کے لئے میں اولاد نہیں بلکہ غلطی سے کی ہوئی ایک غلطی ہوں۔۔۔۔۔جسے وہ دونوں بھگت رہے ہیں۔۔۔۔۔"غصے سے آنکھوں کے گوشے سرخ ہونے لگے مگر وہ رونا نہیں چاہتی تھی اس لئے ایک کے بعد ایک گلاس پیتی گئی۔

"ڈیڈ جانتے ہیں۔۔۔۔۔مجھے آپ کے وصیت کا پتا ہے۔۔۔۔۔اس لیے میری ٹوینٹیتھ برتھ ڈے سے زرا بھی خوش نہیں ہوں گے۔۔۔۔۔مگر کل

صبح ان کا اترا چہرا دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہو گی۔۔۔۔۔۔۔ا سسسسسسس"

شیشے کی بوتل آدھی کر کے وہ لذت بھری آہ بھرتے کھڑی ہو گئی۔

نشے سے دھت ہو کر اس کے قدم ڈگمگانے لگے۔وہ اپنا موازنا برقرار رکھنے

بازو ہوا میں پھیلائیں پلکیں جھپکاتی وارڈراب کے قریب گئی اور سیف خانہ

کھول کر وہ وصیت نامہ دیکھا۔ پیپر کو ہاتھوں میں اٹھا کر آنکھوں کے سامنے

لہراتے کمرے کے بیچوں بیچ گول گھومنے لگی

"ہیپی برتھ ڈے ٹو می۔۔۔۔۔ہیپی برتھ ڈے۔۔۔۔ہیپی برتھ

ڈے۔۔۔۔ہیپی برتھ ڈے ٹو عرشیہ درانی۔۔۔۔۔۔"گول گول گھومتے

اس کا سر چکرا گیا تو بیڈ کے کنارے ڈھے گئی۔

"عرشیہ درانی۔۔۔۔۔۔۔دی نیکسٹ۔۔۔۔۔جینریشن۔۔۔۔۔کوئین۔۔۔۔۔" پھولے سانس میں کہتے اس نے سر تکیے پر ٹکا دیا۔

سرخ ملال بھری آنکھوں سے آنسوؤں کے چند قطرے بہہ کر تکیے میں جزب ہو گئے۔ مگر یہ وقت خوشی منانے کا تھا۔اسے صبح ہونے کا بے صبری سے انتظار تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

رات ایک بجے کے قریب امی کے کراہنے سے پیغام کی آنکھ کھلی۔ عنودگی کی حالت میں اس نے صحن میں رکھی چارپائی پر سیدھا ہوتے تاریک رات کو

دیکھا۔امی کی دوسری کراہ پر وہ پوری طرح چونک کر کمرے کے سمت بھاگا۔

"امی۔۔۔۔کیا ہوا۔۔۔۔۔"اس نے اوندھے منہ لیٹے کمزور اور بوڑھے وجود کو سیدھا کیا۔

"پتا نہیں۔۔۔۔۔اااا چیچچ۔۔۔۔اچانک۔۔۔۔بہت در۔۔۔۔درد ہو رہا۔۔۔۔۔ہے۔۔۔۔۔اااااہ۔ہ۔ہ۔ہ۔۔۔۔۔"امی پیٹ پکڑے بہ مشکل بول سکی تھی۔

پیغام کے مانو اوسان خطا ہو گئے۔وہ بھاگ کر صحن میں گیا اور لرزتے ہاتھوں سے چارپائی پر پڑا موبائل فون اٹھا کر ایمبولینس کو کال ملائی۔

"امی۔۔۔ایمبولینس بلالی ہے۔۔۔ابھی آجائے گی۔۔۔۔تھوڑی دیر حوصلہ کرلیں۔۔۔۔" پیغام امی کو سینے سے لگا کر دلاسہ دینے لگا۔

امی نے تکلیف کی انتہا برداشت کرتے اس کے مضبوط بازو کو تھام لیا تھا۔وہ آنکھیں سختی سے مینچھے ہلکا ہلکا سسکتی ہوئی بے حال ہونے لگی۔پیغام کا گلا رند گیا اس سے امی کو پکارا تک نہیں جارہا تھا لیکن اللہ کو وہ دونوں عزیز تھے کہ وقت رہتے ایمبولینس آگئی۔سائرن کی آواز سنتے اس نے امی کو بازووں میں اٹھایا اور گیٹ کے جانب دوڑ پڑا۔

ہسپتال میں ایمرجسنی روم کے سامنے کھڑے وہ مسلسل دل میں دعائیں اور امی کی زندگی کی فریاد کر رہا تھا۔یک دم اسے ہسپتال کی دیواروں سے خوف

آنے لگا تو آنکھیں بند کی اور ایک نمبر ملایا۔ تھوڑی ہی دیر میں اورہان اور انزیلہ اس کے ہمراہ موجود تھے۔

"کیا ہوا امی کو۔۔۔۔ڈاکٹر نے کچھ بتایا۔۔۔۔"اورہان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے متفکر ہوتے پوچھا۔

"کچھ نہیں بتایا۔۔۔ابھی تشخیص چل رہی ہے۔۔۔"پیغام اس وقت چھبیس سال کا جوان نہیں بلکہ پانچ سال بچہ لگ رہا تھا جو امی کو اس حالت میں دیکھ کر آبدیدہ ہوں۔

"ہمم میں ڈاکٹر سے بات کر کے آتا ہوں۔۔۔۔۔تم پریشان مت ہو۔۔۔۔۔یہاں بیٹھو۔۔۔۔"اور ہان اسے ایک چیئر پر بٹھا کر خود وارڈ کے جانب بڑھ گیا۔

انزیلہ لب بھینچے پیغام کی پریشانی کم کرنے اس کے ساتھ آن بیٹھی اور کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"امی ٹھیک ہو جائیں گی پیغام۔۔۔۔پلیز زنا روئے۔۔۔۔"انزیلہ نے ترحم آمیز لہجے میں دلاسہ دینا چاہا۔

"اگر امی کو کچھ ہو گیا۔۔۔۔تو میں جی نہیں پاوں گا۔۔۔۔میری ساری دنیا ان سے ہیں۔۔۔۔ان کے بغیر میں اپنی زندگی تصور بھی نہیں کر

سکتا۔۔۔۔"پیغام کی آواز بھیگ گئی۔اس نے دونوں ہاتھوں میں سر گرا دیا۔

انزیلہ اشک بار آنکھوں سے اسے یوں ٹوٹتے دیکھ رہی تھی۔ابھی وہ کچھ اور کہتی کہ اورہان تیز تیز چلتے ان کے پاس آیا۔

"کیا کہا ڈاکٹر نے۔۔۔امی کیسی ہے۔۔۔۔"پیغام اس پر جھپٹ گیا۔

"آنٹی کے پِتے (pile)میں پتھری ہے۔۔۔فلحال میڈیسن دے کر درد کم کر دیا ہے۔۔۔۔صبح جنرل ڈاکٹرز آئیں گے تو باقی کا علاج بتائیں گے۔۔۔فکر کرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔"اورہان نے مستحکم انداز میں سمجھایا۔

پیغام مطمئن تو نا تھا مگر قدرے پر سکون ہو گیا۔ فجر کی اذانیں ہونے لگی تو پیغام نے انزیلہ اور اورہان کو گھر جانے کی صلاح دی۔ وہ جانا نہیں چاہتے تھے پر پیغام کے ریکویسٹ پر جانے کے لیے راضی ہو گئے۔

"کوئی بھی بات ہو فوراً کال کر دینا۔۔۔۔" اورہان نے انگلی کے اشارے سے سختی سے تنبیہہ کیا۔

پیغام نے متبسم ہوتے اسے یقین دہانی کرائی اور اس کے گلے مل کر رخصت کیا۔ ان کے جانے کے بعد پیغام نے وارڈ میں جھانک کر دیکھا تو امی آرام کر رہی تھی۔ ان کی خیریت کی دعا کرتے وہ مسجد جانے کے لیے واپس باہر آ گیا۔

خود پر آزمائش ہو تو انسان برداشت کر لیتا ہے مگر ماں باپ پر آزمائش اولاد کو اندر ہی اندر کھاتی رہتی ہیں۔ صرف توکل اور دعا نجات کی شرط ہے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

عرشیہ کی صبح دیر سے آنکھ کھلی۔نینی اس کے سرہانے بیٹھی نا جانے کتنی دیر سے جگانے کی کوشش کر رہی تھی۔بلا آخر آنکھیں مسلتے وہ اٹھ بیٹھی۔

"عرشیہ۔۔۔۔۔لائیر آئیں ہیں۔۔۔۔۔تم نے بلایا ہے کیا۔۔۔۔۔"نینی نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

عرشیہ بند آنکھوں کے ساتھ پورے دل سے مسکرائی اور سر اوپر نیچے کرتے ان کی بے یقینی کو یقین میں بدلا۔

"آپ انہیں بٹھاو۔۔۔چائے ناشتہ سروف کرو میں آتی ہوں۔۔۔۔"

جمائی لیتے ہدایت دی۔

دوسری طرف تابش صاحب غصے سے آگ بگولا ہو رہیں تھے۔

نینی کو اس کی کیفیت سے رات کا سماں جانچنے میں وقت نا لگا اس لیے افسردگی سے سر جھٹک کر مڑ گئی۔آدھ گھنٹے بعد شب خوابی کے ڈریس میں ہی پیپرز لیے وہ نیچے آئی۔

"ہیلو وکیل انکل۔۔۔۔۔"عرشیہ نے آخری سیڑھی پر آتے لائیر کو مخاطب کیا۔

وکیل صاحب کے ساتھ ساتھ تابش صاحب اور سیرت بیگم بھی اس کے جانب مڑے تھے۔ڈیڈ کے چہرے کے بگڑے تاثرات سے وہ در پیش صورت حال کو جانچ گئی۔

"اتنی بڑی ہو گئی اب تم کہ مجھ سے بابا کا حصہ بانٹو۔۔۔۔۔جان سے مار دوں گا تمہیں اگر میرے بزنس میں دخل اندازی کی تو۔۔۔۔۔"ڈیڈ کوئی تاب نہ لاتے ہوئے اس کا جبڑا دبوچ گئے۔

عرشیہ درد سے کراہ اٹھی۔مام بے تاثر انداز میں ہاتھ سینے پر باندھے تماشائی بنی رہی۔وکیل صاحب آگے آئیں اور تابش صاحب کو قانون ہاتھ میں نا لینے کا مشورہ دیا اور عرشیہ کو آزاد کرایا۔

"میں آپ کا بزنس نہیں مانگ رہی ڈیڈ۔۔۔۔۔میں وہ حصہ مانگ رہی ہوں۔۔۔۔جو دادا جان نے میرے لیے لکھا ہے۔۔۔۔جو صرف میرا ہے۔۔۔۔اور میں ایٹ لیسٹ آپ کو اُس حصے پر قبضہ نہیں کرنے دوں گی۔۔۔۔۔"عرشیہ سارے حدود توڑ کر غرائی۔

تابش صاحب اور سیرت بیگم بے یقینی سے اسے دیکھنے لگے اور پھر آپس میں سرد نظروں کا تبادلہ کیا۔چند لمحے ماحول میں سناٹا چھایا رہا پھر عرشیہ قدم قدم چلتے بڑے صوفے پر آن بیٹھی۔

"وکیل انکل۔۔۔۔دادا جان کی وصیت ڈیڈ کو بلند آواز میں سنائیں۔۔۔۔۔ اگر یہ پیار سے حصہ دینے پر راضی نا ہوئے۔۔۔۔تو۔۔۔۔۔اگلی پیشی کورٹ میں رکھیئے گا۔۔۔۔" عرشیہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے شان سے بیٹھے بولی۔

اب کی بار سیرت بیگم اس کو ڈپٹنے آگے آئی مگر عرشیہ نے ہاتھ بڑھا اٹھا کر روک لیا۔

"پلیززززمام۔۔۔۔۔اپنی یہ فرمانبردار بیوی ہونے کی ایکٹنگ کورٹ میں دکھانا۔۔۔۔۔میرے سامنے آپ کی یہ اداکاری کام نہیں آئے گی۔۔۔۔۔ "اسے تپ چڑھنے لگی۔لمبا سانس خارج کرتے اٹھی اور ڈیڈ کے بولنے کی منتظر ہوئی۔

"ٹھیک ٹھیک ہے۔۔۔۔فیبرکس کی فیکٹری تمہیں دی۔۔۔۔"تابش صاحب نے ہاتھ اٹھا کر ان کی تکرار روکی اور لاپرواہی سے سر جھٹکا۔

" سیریسلی ڈیڈ ہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔"عرشیہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

تابش صاحب کے ماتھے پر مزید گہرے بل نمودار ہوئے۔

"مجھے۔۔۔۔۔درانی ہارڈ ووڈ کمپنی چاہیئے۔۔۔۔۔"عرشیہ نے گھر والوں پر دھماکہ سا کیا۔

سیرت بیگم کی آنکھیں بڑی ہو گئی۔تابش صاحب سانس لینا بھول گئے تھے۔

"واٹ۔۔۔۔۔دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔۔۔۔۔۔وہ میری برسوں کی محنت ہے۔۔۔۔۔وہ میں تمہیں کبھی نہیں دوں گا۔۔۔۔۔اس کمپنی کو تم ایک دن بھی نہیں چلا سکتی۔۔۔۔۔۔"ڈیڈ پورے تاب سے چلائیں تھے۔ ان کی آواز پورے گھر میں گونج اٹھی۔

"عرشیہ۔۔۔۔۔یہ کیا طریقہ ہوا بٹوارے کا۔۔۔۔"مام بلا آخری خاموشی توڑنے پر مجبور ہو گئی۔

عرشیہ نے باری باری ان دونوں دیکھا۔

"مام۔۔۔۔ڈیڈ۔۔۔۔میں آپ دونوں سے آپ کا کچھ نہیں لے رہی۔۔۔۔۔میں وہ لے رہی ہوں جو دادا جان نے میرے نام لکھا ہے۔۔۔۔۔ان کی محنت۔۔۔۔۔ہارڈ ووڈ کمپنی دادا جان نے بنائی تھی۔۔۔۔۔سن 1995 میں۔۔۔۔۔وہ کمپنی 2017 میں دادا جان کے وفات کے بعد ڈیڈ نے جوائن کی ہے۔۔۔۔۔تو وہ کمپنی ڈیڈ کی محنت کیسے ہوئی۔۔۔۔۔صرف پانچ سال بطور ایم ڈی سیٹ پر بیٹھ کر یہ دادا جان کی محنت کو اپنا نام نہیں دے سکتے۔۔۔۔"عرشیہ پیچھے نا ہٹنے کی پوری تیاری کر کے آئی تھی۔

اس کے معلومات پر تابش صاحب اور سیرت بیگم دنگ رہ گئے۔

"شرعی طور پر وہ کمپنی اب بھی دادا جان کی ملکیت ہیں۔۔۔جواب ان کے وصیت کے مطابق میری ہونی چاہیئے۔۔۔۔۔۔رائٹ وکیل انکل۔۔۔۔۔۔"اس نے گردن گھما کر وکیل صاحب کو دیکھا۔

"بات تو صحیح ہے۔۔۔۔۔"وکیل صاحب نے اس کے ہاں میں ہاں ملائی۔

لب بھینچے اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر بحث ومباحثہ کا اختتام کیا اور ڈیڈ کے نظروں کی تپش کی پرواہ کئے بغیر انہیں دیکھنے لگی۔

اس نے تابش صاحب کے پاس کوئی اور آپشن نہیں چھوڑا تھا پر وہ تھے تو عرشیہ کے باپ ہی۔اتنی آسانی سے ہار کیسے مان لیتے۔

"کورٹ میں کیس دے دو۔۔۔۔میں وہ کمپنی تمہیں ہر گز نہیں دینے والا۔۔۔۔"تابش صاحب نے چیلنج کرنے کے انداز میں اسے انگلی دکھائی۔

عرشیہ طیش میں آنے لگی۔اس نے غصیلی نگاہ سے انہیں دیکھا اور پلٹ کر وکیل صاحب پر غرائی۔

"جواب سن لیا ہے نا۔۔۔۔اب جاو اور کورٹ میں کیس دائر کرواو۔۔۔۔"

اس کے لہجے سے شرم لحاظ تمیز جیسے صفات غائب ہو گئے تھے۔

وکیل صاحب نے لاچاری سے تابش صاحب کو دیکھا اور سر کو خم دیتے جانے لگا۔ان کے جاتے تابش صاحب اپنے بیڈ روم میں میں چلے گئے اور سیرت

بیگم اپنے کمرے میں۔طوفان تھم چکا تھااور گھر میں پہلے کی سی خاموشی چھا گئی تھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

پیغام امی کے سائیڈ پر بیڈ کے کنارے سے ٹکا ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے تھا۔

"ایکسیوزمی۔۔۔ڈاکٹر صاحب آپ کو بلا رہیں ہیں۔۔۔"نرس نے پروفیشنل طریقے سے مخاطب کیا۔

پیغام سر کو خم دے کر اٹھا۔امی کا ہاتھ ان کے سائیڈ پر رکھا اور وارڈ سے باہر آ گیا۔اور ہان پہلے سے ڈاکٹر صاحب کے کمرے میں موجود تھا۔دروازے کے کھلنے پر ڈاکٹر صاحب نے سر اٹھا کر پیغام کو اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔پیغام قدم قدم چلتے اور ہان کے سائیڈ والی نشست پر آن بیٹھا۔وہ دونوں مکمل توجہ سے ڈاکٹر صاحب کے ہدایات سب رہیں تھے۔

"آپ کی والدہ کے پتے میں پتھری ہو گئی ہیں۔۔۔۔چونکہ سائز میں چھوٹے ہیں اس لیے ایک چھوٹے سے لیزر آپریشن کی مدد سے خارج کروا سکتے ہیں۔۔۔۔"امی کی رپورٹس پڑھتے وہ تفصیلات بتانے لگیں۔

"ڈاکٹر صاحب۔۔۔۔کوئی خطرے کی بات تو نہیں۔۔۔۔"پیغام نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

"ناٹ ایٹ آل۔۔۔۔۔یہ آپریشن پانچ منٹ کا کام ہے۔۔۔۔"ڈاکٹر صاحب نے حوصلہ دلایا۔

پیغام ان کی تسلیت سے مطمئن ہونے لگا۔

"اور خرچا۔۔۔۔"اسے فوراً دوسرا سوال ستانے لگا۔

"اس کی فکر تم مت کرو۔۔۔۔میری بات ہو گئی ہے۔۔۔۔"ڈاکٹر کے بجائے اورہان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے جواب دیا۔

"پتا نہیں تمہارے اتنے احسانات کیسے چکا پاوں گا۔۔۔۔" پیغام نے نم آنکھوں سے اپنے دل عزیز دوست کو دیکھا۔

"امی مجھے بھی اتنی ہی پیاری ہے جتنی تمہیں۔۔۔۔۔ان کے علاج کا خرچا احسان نہیں ہے۔۔۔۔ میرا پیار ہے۔۔۔۔ سمجھے۔۔۔۔" اورہان نے قدرے سختی سے تنبیہہ کیا۔

پیغام نے متبسم ہوتے سر کو جنبش دیا۔

"تو میں آپریشن کی تیاری کروں۔۔۔۔" ڈاکٹر صاحب نے باری باری ان دونوں کو دیکھا۔

"بالکل ڈاکٹر۔۔۔۔" پیغام نے یقین دلایا تو وہ نرس کو آواز دیتے کھڑے ہو گئے۔

ان کے پیچھے اورہان اور پیغام بھی چل دیئے۔آپریشن کے دوران وہ امی کے صحتیابی کے لیے مسلسل دعائیں کرتا رہا اور آخر کار دعا رنگ لیں آئیں۔امی کا لیزر آپریشن کامیاب رہا۔ڈاکٹر نے خوشی کی نوید سنائی تو پیغام کے چہرے پر سکون کی لہر دوڑ گئی۔وہ اللہ کے حضور شکر کرتا سجدے میں گر گیا۔ڈاکٹر اور اورہان اس سے تھوڑے فاصلے پر جا کر امی کے صحت کے متعلق بات کرنے لگیں۔

"اورہان۔۔۔۔ابھی کے لیے تو ان کی پتھری ختم کر دی ہیں۔۔۔۔لیکن دوبارہ ہونے کے چانسز زیادہ ہیں۔۔۔۔اور اگر ایسا ہوا تو نیکسٹ ٹائم شاید ان

کاپتہ ہی نکالناپڑ جائیں۔۔۔۔۔"ڈاکٹر صاحب نے امی کے متعلق پیش گوئی کی۔

اورہان نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایااور امی کا کامیاب آپریشن کرنے پر ان کاشکریہ ادا کیا۔ڈاکٹر صاحب مصافحہ کر کے آگے بڑھ گئے۔اورہان چند لمحے وہی کھڑے پیغام کو دیکھتا رہا۔اس وقت وہ بہت خوش لگ رہا تھا۔اورہان اسے ڈاکٹر صاحب کا اندیشہ بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے ڈاکٹر صاحب کی بات نہ بتانے کا فیصلہ کیااور قدم بڑھا دیئے۔

دنیا میں کوئی بھی چیز مستقل نہیں ہے۔اس لیے دوسرے منٹ کی خوشی پہلے کی طرح شدید نہیں ہوتی۔تیسرے منٹ میں تو یہ اور بھی کمزور ہو جاتی

ہے۔اور آخر کار معمول کے حالات کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے تو پھر غمزدہ کیوں ہونا۔حالات کا مقابلہ نہیں سامنا کیا جاتا ہے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

درانی ہاوس سے جانے کے بعد وکیل صاحب نے کوئی بھی کارروائی کرنے سے پہلے تابش صاحب سے صلاح مشورہ کرنا لازمی سمجھا۔وہ ان سے بات کرنے ملنے کا سوچ ہی رہا تھا پر اس سے پہلے تابش صاحب از خود اس کے آفس آ گئے اور جھپٹ کر کالر سے پکڑا۔

"مجھ پر کیس کرو گے۔۔۔۔تمہاری اتنی ہمت۔۔۔۔۔"وہ پورے تاب سے غرائے۔

"سر۔۔۔آپ اچھے سے جانتے ہیں۔۔۔وہ کمپنی آپ کے بابا کے نام پر ہیں۔۔۔اور قانونی طور پر وصیت کے مطابق عرشیہ کو ہی ملے گی۔۔۔۔

"وکیل صاحب خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے بولے۔

اس کے جواب پر تابش صاحب آگ پر پانی پڑ جانے کے مانند ٹھنڈے ہو گئے۔

"ٹھیک ہے۔۔۔شوق سے کرو۔۔۔"وہ ٹیبل کی سائیڈ سے گھوم کر آئیں اور چیئر پر بیٹھ کر جیب سے سگار نکالا۔

"سر آپ ہار جائیں گے۔۔۔۔۔" وکیل صاحب اب تک اپنی جگہ جامد کھڑے رہیں۔

"مجھے ہارنے کی پرواہ نہیں ہے کاظم۔۔۔۔۔" سگار کا کش لیتے وہ بہت ٹھہر ٹھہر کر بول رہیں تھے۔

"میں عرشیہ کا ضبط دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں اُس میں کس حد تک جانے کا جنون ہے۔۔۔۔۔ وہ واقعی اس کمپنی کی مالکن بننے قابل ہے یا نہیں۔۔۔۔" تابش درانی مانو جان بوجھ کر اپنی بیٹی کو اکسا کر آئیں تھے۔ ان کے لبوں پر فخریہ مسکراہٹ تھیں اور آنکھوں میں شریر چمک۔

"ٹھیک ہے سر۔۔۔۔۔ پھر میں سٹی کورٹ میں اپیل کر دیتا ہوں۔۔۔۔" کاظم حکم مانتے گویا ہوا۔

تابش صاحب نے سگار کا آخری ٹکڑا ایش ٹرے میں دبایا اور جانے کے لیے اٹھ گئے۔

"میں جانتا ہوں عرشیہ۔۔۔۔۔ضدی تو تم بہت ہو۔۔۔۔پر میں اتنی آسانی سے مان جاتا تو تمہارا باپ ہونے کا حق کیسے ادا ہوتا۔۔۔۔۔مجھ سے ٹکراو گی تو ہی تم میں دنیا کا سامنا کرنے کی ہمت آئے گی۔۔۔۔۔"انہوں نے دل ہی دل سوچ کر اطمینان سے سانس لی۔

دوسری طرف عرشیہ اپنے بیڈ روم میں دائیں سے بائیں چکر کاٹتے اضطراب سے دوچار تھی۔

"مجھے درانی ہارڈ ووڈ کمپنی ہی چاہیئے ڈیڈ۔۔۔۔۔اور وہ میں لے کر ہی رہوں گی۔۔۔۔وہ میرا حق ہے۔۔۔۔۔دادا جان نے میرے نام کی ہے۔۔۔۔۔"

اس کے تنے ہوئے اعضلات اس کے اندر چلتے کشمکش کا صاف نظارا پیش کر رہی تھے۔

یہ باپ بیٹی کی تکرار کسی سمت جانے والی تھی یہ تو قسمت پہلے سے طے کر چکا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

پیغام امی کو گھر پر اکیلے چھوڑنا تو نہیں چاہتا تھا مگر کام کرنا بھی ضروری تھا۔امی کے طرف سے تسلی ملنے پر وہ اسٹوڈیو کے لیے نکل گیا۔

رات دس بجے وہ اپنے اسٹوڈیو پہنچا۔ حسب معمول اس کی ٹیم شو کی تیاری جوش و خروش سے کر رہی تھی۔ آج شب پیغام شو تھا۔ اس نے استقبالیہ کلمات کہہ کر کالز کے جانب رخ کیا۔

عرشیہ اپنے سارے دکھ درد بھلائیں اس کا شو سننے لگی۔

"آج میری برتھ ڈے ہے۔۔۔آج آپ میرے لیے کوئی اچھا سا پیغام سنا دیں۔۔۔۔" پہلی کالر نے معصومانہ فرمائش کی۔

"اہاااں۔۔۔۔میرے اور میری ٹیم کی جانب سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔۔۔۔" سب سے پہلے پیغام نے اسے وش کیا۔

"تھینکیو۔۔۔۔پلیززز کوئی شعر بھی سنادیں۔۔۔۔۔"کالر نے پھر سے ریکویسٹ کی۔

"تمام عمر تجھے زندگی کا پیار ملے۔۔۔۔خدا کرے یہ خوشی بار بار ملے۔۔۔۔۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔۔۔۔۔ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔۔۔۔ہیپی برتھ ڈے ٹو یووووو۔۔۔۔"گنگنانے کے انداز میں اس کی فرمائش پوری کر کے ٹیم نے کال منقطع کر دی۔

بیک گراؤنڈ میں خوبصورت گیت بھی چل رہا تھا جس سے ماحول پر تعیش بننے لگا۔اس کالر کی فرمائش پوری ہوتے سن کر عرشیہ کے دل میں آئیڈیا آیا۔ اس کا دل کیا کہ وہ بھی کال کر کے پیغام سے بات کرے اور اپنی سالگرہ کے لیے فرمائش کرے۔

"ہائے پیغام۔۔۔آئی ایم عرشیہ۔۔۔۔آج میری بھی برتھ ڈے ہیں۔۔۔۔"کال سے پہلے اس نے بات کو ترتیب دی اور موبائل فون اٹھایا۔

اسٹوڈیو کا نمبر ملاتے ہوئے اس کا دل برق رفتاری سے دھڑک رہا تھا۔ سانسیں تیز ہو گئیں۔وہ پیغام کی دل نشین آواز کال پر براہ راست سننے بے تاب ہونے لگی۔پہلے دو دفعہ کال کرنے پر نمبر متواتر مصروف آرہا تھا۔ عرشیہ کا دل اداس ہونے لگا۔اس کی خوشی دل گرفتگی میں تبدیل ہونے لگی مگر اس نے کوشش ترک نہیں کی۔تیسرے چوتھے اور پانچویں دفعہ بھی نمبر نہیں ملا۔

"اوکے عرشیہ۔۔۔۔۔لاسٹ ٹرائے۔۔۔۔۔"اس نے شوکا وقت کم دیکھ کر آخری مرتبہ کال ملایا۔

اب کی بار رنگ بجنے لگی۔ عرشیہ کی دھڑکن بڑھ گئی۔ایکسائٹمنٹ سے اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔ساتھ ساتھ وہ نروس بھی ہو رہی تھی۔دل ہی دل میں یاد کیا ہوا جملہ دہرانے لگی۔

"آر جے پیغام۔۔۔۔آئی ایم عرشیہ۔۔۔۔میری برتھ ڈے۔۔۔۔۔"وہ رک رک کر بات کرنے کا انداز ترتیب دے رہی تھی کہ اس کی مانو پوری طرح سانس رک گئی۔

"ہیلو۔۔۔۔السلام علیکم۔۔۔۔" پیغام کی سحر کن آواز اس کے سماعتوں میں پڑی۔

عرشیہ نے بولنا چاہا پر حلق سے آواز نہ نکل سکی۔وہ اس قدر پیغام کے سحر میں کھو چکی تھی کہ سارے جملے یک دم سے بھول گئی۔

"ہیلو۔۔۔۔۔آپ کی کال مل چکی ہیں۔۔۔۔۔کیا آپ مجھے سن پا رہیں ہیں۔۔۔۔" پیغام نے اپنے سامنے موجود آڈیو ڈیوائس کا بٹن گھما کر آواز بلند کی۔

ساتھ ساتھ شیشے کے پار اپنے ٹیکنکل اسٹاف کو سافٹ ویئر میں بھی آواز اونچی کرنے کا اشارہ کیا۔

دوسری طرف عرشیہ نے تھوک نگل کر گلا تر کیا مگر پیغام کے سحر و جادو سے نکل کر بول نہ پائی۔

"ہیلو۔۔۔۔کوئی ہے کال پر۔۔۔۔۔" پیغام نے آخری کوشش کی۔

دوسری سمت مکمل خاموشی چھائی رہی۔

"ہمممم۔۔۔آئی ایم سوری۔۔۔۔مجھے آپ کی آواز نہیں آ رہی۔۔۔۔۔ شاید لائن میں خرابی ہے دوبارہ ٹرائے کیجیئے گا۔۔۔بائے۔۔۔۔" پیغام نے کال پر کسی کو نا پا کر لائن منقطع کر دی۔

عرشیہ کا دل کیا اپنا سر دیوار پر دے مارے۔

"تو یہ تھی آج رات کی آخری کال۔۔۔۔جو انفورچیونیٹلی کنیکٹ نہیں ہو سکی۔۔۔۔۔خیر۔۔۔۔زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔۔۔۔اسی وقت اسی جگہ۔۔۔۔تب تک کے لیے مجھے اور میری ٹیم کو دعاوں میں یاد رکھیئے گا۔۔۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔۔"اس نے تیز تیز رخصت لی اور آف ائیر ہو گیا۔

وہیں عرشیہ نے زور سے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"اوففف عرشیہ۔۔۔۔یہ کیا کر دیا۔۔۔۔اچھی خاصی کال مل چکی تھی۔۔۔۔۔بات کیوں نہیں کر پائی تم۔۔۔۔۔اسٹوپڈ۔۔۔۔اتنا اچھا موقع گنوا دیا۔۔۔۔"اپنی حرکت پر افسوس کرتی وہ رونے والی ہو گئی تھی۔

"کیاہو جاتا اگر اس سے بات کر لیتی۔۔۔۔افففف کتنا سویٹ ہے۔۔۔۔ کتنے پیار سے بات کرتا ہے۔۔۔۔یہ کیا کر دیا تم نے۔۔۔۔"اوندھے منہ پیڈ پر لیٹ کر چہرہ تکیے میں چھپا لیا اور پے در پے تکیے پر مقوں کی برسات کر دی۔

پیغام کی دیوانگی اس کے سر چڑھ رہی تھیں۔وہ پل پل اسے اپنے پاس تصور کرنے لگی۔

"چلو کوئی بات نہیں۔۔۔۔کال پھر کبھی۔۔۔۔ابھی ایمیل لکھ کر بھیجتی ہوں۔۔۔۔شاید نیکسٹ شو میں پڑھ لیں۔۔۔۔"اس نے نئی امید کی لو ہ جلاتے ہوئے نچھلا لب دانتوں میں دبایا اور ایمیل ٹائپ کرنے لگی۔

بعض اوقات کسی کی لت انسان کے اپنے لیے خطرے کا باعث بن جاتا ہے۔

پیغام کے لیے عرشیہ کا یک طرفہ پیار بھی کچھ ایسا ہی ثابت ہونے والا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

نئے سال کا آغاز ہو چکا تھا۔ عرشیہ ایم بی اے کے تیسرے سمسٹر میں تھیں اور اسے آرجے پیغام کا شو سنتے تقریباً سات ماہ ہونے والے تھے۔ یونیورسٹی کے فارغ اوقات میں بھی ہینڈ فری کانوں میں لگائیں یوٹیوب اور انسٹا گرام پر آرجے پیغام کے پچھلے شوز سنتی۔ پڑھائی اور کورٹ کیس کے علاوہ یہی اس کا مشغلہ رہا۔

اس دن وہ سفید چکن کاری کا کرتا شلوار پہنے ڈوپٹے کو سر پر ٹکائیں ہلکے میک اپ میں خوبصورت پرکشش دوشیزہ لگ رہی تھیں۔ یہ اس کی تیسری پیشی

تھی اور آج کے پیشی میں کمپنی کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ کورٹ کے باہر میڈیا کا ہجوم کھڑا تھا۔ سب کے لیے باپ بیٹی کے مابین تکرار لطف اندوز سرگرمی تھی۔

"کیا لگتا ہے میم۔۔۔۔۔آج کورٹ کس کے حق میں فیصلہ کریں گی۔۔۔۔"ایک رپورٹر نے اسے روک کر سوال کیا۔

"مس عرشیہ۔۔۔۔۔۔آپ کو کیا لگتا ہے کیا آپ کے ڈیڈ تابش درانی اپنے پاور کا استعمال کر کے کمپنی واپس لیں سکتے ہیں۔۔۔۔۔"دوسری رپورٹر نے اپنا مائک اس کے آگے کیا۔

"انسان کو اپنے حق کے لیے لڑنا چاہیئے۔۔۔۔چاہیں مد مقابل کوئی بھی ہو۔۔۔۔میں نے بس اپنے حق کی مانگ کی ہیں۔۔۔۔وہ کمپنی دادا جان نے میرے حصے میں لکھی ہے تو مجھے ہی ملے گی۔۔۔۔"عرشیہ پر اعتماد انداز میں بزنس وومین کے طور پر خود مختاری سے ایک ایک کا جواب دینے لگی۔

"درانی ہارڈ ووڈ کمپنی کا صنعتی اداروں میں کافی نام ہے۔۔۔۔۔اگر وہ کمپنی آپ کی ہوئی تو کیا آپ اسے مزید اونچائی تک پہنچا سکیں گی۔۔۔"ایک اڈھیر عمر رپورٹر کے سوال پر باقی سب خاموش ہو گئے۔

"میری کوشش درانی ہارڈ ووڈ پروڈکٹس کو دنیا کے ایک ایک کونے تک پہنچانے کی ہیں۔۔۔۔اور اس کے لیے میں نے ابھی سے منصوبہ بندی کر لی ہیں۔۔۔۔۔کمپنی میری ہو جائیں تو باقی کے ترقیاتی خبریں آپ کو وقتاً فوقتاً

ملتی رہیں گی۔۔۔۔"آخری جواب دے کر گلا سس آنکھوں سے اتارتی وہ کورٹ روم کے اندر چلی گئی۔

اسی دوران تابش صاحب بھی گاڑی سے اترتے نظر آئیں تو رپورٹرز نے انہیں گھیرنے کے لیے قدم بڑھائیں پر وہ سخت سیکیورٹی کے دائرے میں میڈیا کو نظر انداز کرتے کورٹ روم میں چلے گئے۔

Zubi Novels Zone

توقع کے مطابق فیصلہ عرشیہ کے حق میں ہوا۔اس کی خوشی قابل دید تھی۔ تابش صاحب اپنے ہار پر اداس نہیں بلکہ عرشیہ کے جیت پر خوش تھے۔ہاں البتہ اتنی بڑی اور کار آمد کمپنی ہاتھ سے جانے کا دکھ ضرور تھا۔لیکن اس بات پر مطمئن بھی تھے کہ عرشیہ ان کے احکامات کے خلاف کمپنی میں تغیرات نہیں لائیں گی۔

"کانگریچولیشن عرشیہ۔۔۔۔آئی ایم ہیپی فوریو۔۔۔۔"انہوں نے کورٹ روم کے باہر اپنی بیٹی کو گلے لگایا۔

"مجھے آپ کے زبانی یہ الفاظ سن کر اور بھی زیادہ جوشی ہو رہی ہے ڈیڈ۔۔۔۔اب ہم بزنس رائول بھی بن گئے ہیں۔۔۔۔"عرشیہ نے ان کے گرد بازووں کا حصار بنائے ہوئے کہا۔

"تمہیں بزنس میں ہرانے کا اور مزا آئے گا۔۔۔۔"انہوں نے چیلنج کرنے کے انداز میں جواب دیا۔

"کون کس سے ہارتا ہے۔۔۔۔یہ تو وقت ہی بتائے گا۔۔۔۔ابھی تو مجھے آپ کی ہار اور اپنی جیت کی خوشی منانی ہیں۔۔۔۔"عرشیہ نے ان کے حصار سے سر اٹھا کر آبرو اچکائے۔

"ہاہاہا۔۔۔۔لیٹس ہیف اے پارٹی۔۔۔۔"تابش صاحب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

ان دونوں کی گفتگو سے محظوظ ہوتی سیرت بیگم دوسری سیڑھی پر کھڑی تھی۔عرشیہ کے قریب آتے انہوں نے اسے خود سے لگایا اور پھر تابش صاحب کے جانب مڑی۔

"غلطی کر رہے ہو تابش۔۔۔۔۔عرشیہ کو تم ابھی تک سمجھے نہیں ہو۔۔۔۔"سیرت بیگم نے وارننگ دینا چاہی۔

"سیرت۔۔۔۔شاید تم۔۔۔۔ابھی تک مجھے سمجھی نہیں ہو۔۔۔۔"انہوں نے جتاتے ہوئے ایک آبرو اٹھا کر سیرت کو دیکھا۔

"میں نے اسے کمپنی مستقل طور پر نہیں دی۔۔۔۔بابا کے وصیت میں صاف لکھا ہے۔۔۔۔۔عرشیہ کے شادی کے بعد اس کمپنی کے آدھے سے زیادہ شئیرز اس کے خاوند کے ہو جائیں گے۔۔۔۔اور تب میں اس کے خاوند سے وہ کمپنی واپس اپنے نام کروالوں گا۔۔۔۔"ان کے ارادے نیک نہیں ہے یہ سیرت بیگم کو سمجھنے میں دیر نا لگی۔

"اوراس کا خاوند۔۔۔۔ بھلا ایسا کیوں کرے گا۔۔۔۔"سیرت بیگم ہاتھ جھلا کر استحزیہ ہنسی۔

"کیوں کہ۔۔۔۔وہ میرا وفادار ہو گا۔۔۔۔ کمپنی لینے میں تو عرشیہ نے اپنی من مانی کر لی۔۔۔۔ مگر شادی وہ میرے چنے ہوئے لڑکے سے کرے گی۔۔۔۔"تابش صاحب کے بے لچک لہجے سے سیرت بیگم گھبرانے لگی مگر بظاہر خود کو کمپوز رکھا۔

"مجھے نہیں لگتا۔۔۔۔اب وہ کبھی بھی تمہاری یا میری سنے گی۔۔۔۔۔۔"

سیرت بیگم در حقیقت عرشیہ کے مستقبل کے لیے پریشان ہو رہی تھی۔

"ضد میں۔۔۔۔میں اس کا باپ ہوں سیرت۔۔۔۔۔جو ٹھان لوں وہ کر کے ہی دم لیتا ہوں۔۔۔۔"تابش صاحب انہیں گھور کر سیڑھیاں اتر کر جانے لگیں۔

"اگر ایسا ہے تو پھر میں اس کی ماں ہوں۔۔۔۔مجھے یہ شرط بتا کر تم نے غلطی کر دی تابش۔۔۔۔۔"سیرت بیگم انہیں جاتے دیکھتی سوچ میں پڑ گئی۔

اس سے پہلے تابش صاحب عرشیہ کو کسی کے نکاح میں دیتے انہوں نے اپنے سوشل سائکل میں کنوارے لڑکوں کے نام سر فہرست کرنا شروع کر دیئے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اس رات اورہان کے گھر کو لائٹس اور چمکدار جالی سے سجایا گیا تھا۔انزیلہ کی گریجویشن پارٹی میں سب ہی دوست واحباب مدعو تھے۔پیغام بلیک قمیض شلوار پر بلیک ویسٹ کوٹ اور پیشاوری چپل زیب تن کئے۔شیو اور بال نفاست سے بنائے لان میں داخل ہوا۔

انزیلہ مہمان نوازی کرتے لان میں موجود اقارب سے مل رہی تھی جب پیغام پر نظر پڑی۔ایک پل کو وہ اس پر سے نظریں نہیں ہٹا پائی اور اگلے پل خود کو کمپوز کرتے گلابی ہونٹوں پر بڑی سی مسکراہٹ سجائے اس کے پاس آئی۔

"گریجویشن بہت مبارک ہو۔۔۔۔" پیغام نے اسے مبارکباد کہتے مرزا غالب کے غزلوں کی مشہور کتاب بطور تحفہ پیش کی۔

"تھینکیو۔۔۔۔۔یہ میرے فیوریٹ شاعر ہیں۔۔۔۔۔"انزیلہ کتاب لیتے چہک اٹھی۔

"میرے بھی۔۔۔۔۔"پیغام نے پلکیں جھپکاتے ہم پسند ہونے کا اظہار کیا۔

انزیلہ بلش کرتے نظریں جھکا گئی۔

"ہماری پسند کتنی ملتی ہے نا۔۔۔۔"انزیلہ اسے پارٹی کے سمت لانے لگی۔

"کبھی کبھار مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔۔۔۔" پیغام مے سجاوٹ دیکھتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

دونوں ساتھ ساتھ چلتے شعر و شاعری کی ایک جیسی پسند پر باتیں کرنے لگیں۔لان کے ایک سائیڈ پر مشروبات اور باربی کیو کا انتظام کیا ہوا تھا۔اور دوسرے سمت چیئرز اور ٹیبل رکھیں گئے تھے۔

اور ہان انتظامات دیکھنے میں مصروف تھا۔پیغام،انزیلہ سے بات مکمل کر کے اس کی مدد کرنے چلا آیا۔اسے وہاں دیکھ اور ہان بہت خوش ہوا۔

"تھینک گاڈ تم آئے۔۔۔۔ورنہ تم نے تو کسی محفل میں ناجانے کی قسم کھا رکھی ہے۔۔۔۔" اور ہان نے مصنوعی خفگی دکھاتے ہو نہہ کیا۔

"ہہہہ۔۔۔۔وہ تو ہے۔۔۔۔قسم تو اپنی جگہ اب بھی برقرار ہے۔۔۔۔بس تمہاری بات الگ ہے۔۔۔۔۔تمہارے فیملی ڈنر میں نا آکر اپنے روزی پر لات مارنی ہے کیا۔۔۔۔"پیغام نے شرارتی انداز میں اس کے گلے میں بازو ڈالا۔

ان دونوں کا ہنسی مذاق یوں ہی چلتا رہا۔انزیلہ اپنے فرینڈز کے دائرے میں کھڑے ایک آدھ مرتبہ پیغام پر نظر ڈالتی اور پھر سے باتوں میں مگن ہو جاتی۔شام یونہی اپنے سفر پر رواں دواں رہیں۔

دوسری طرف عرشیہ کلب میں فرینڈز کے ہمراہ اپنی جیت کی خوشی منانے میں مشغول تھی۔ڈسکو لائٹ اور میوزک سے رات رنگین منظر پیش کر رہی

تھی۔بلیک پینٹ اور وائٹ ٹاپ پہنے لمبے بال کھلے چھوڑے بلیک ہیل میں چلتی وہ ڈرنک بار کے چیئر پر بیٹھ گئی۔

"اتنے ایملیز کئے۔۔۔۔۔تم نے ایک بھی ایمیل نہیں پڑھا۔۔۔۔۔کتنی دفعہ کال ملائی پر ہمیشہ نمبر بزی رہتا ہے۔۔۔۔۔تم سے کانٹیکٹ کیسے کروں پیغام۔۔۔۔۔کسی بھی جگہ تمہارا پرسنل ڈیٹا نہیں ہے۔۔۔۔۔پتا نہیں تم کہاں رہتے ہو۔۔۔۔۔کیسے دکھتے ہو۔۔۔۔مجھے تم سے ملنا ہے۔۔۔۔تم سے بات کرنی ہے۔۔۔۔اپنے پیار کا اظہار کرنا ہے۔۔۔۔۔میں تم سے کیسے ملوں پیغام۔۔۔۔"سامنے پڑے مائع کو دیکھتی کھوئے انداز میں پیغام سے مخاطب ہوئی۔

بیک گراؤنڈ میں چلتا میوزک بہت آہستہ ہوتا گیا۔

"تم سے ملنے کا بہت دل کرتا ہے۔۔۔۔تم میرے سامنے رہو۔۔۔۔مجھ سے پیار بھری باتیں کرو۔۔۔۔اپنے میجیکل انداز میں شاعری سناو۔۔۔۔۔۔ اسسسسس۔۔۔۔"حسرت سے آہ بھری۔

ماحول سے گم وہ پیغام کی یادوں میں کھوئی ہوئی تھی جب آغر نے چونکا دیا۔

"ہے عرشیہ۔۔۔۔لیٹس ڈانس۔۔۔۔۔"اس نے اچھلتے ہوئے اسے آفر دی۔

"آغر۔۔۔تم نے توڈرا دیا مجھے۔۔۔۔۔"عرشیہ سینے پر ہاتھ رکھے تیز تیز سانس لے رہی تھیں۔

"کم آن یار۔۔۔۔تمہاری پارٹی ہے۔۔۔۔اور تم یہاں بیٹھی ہو۔۔۔۔۔لیٹس انجوائے۔۔۔۔۔"اس نے عرشیہ کو ہاتھ سے پکڑ کر ڈانس فلور پر کھینچا۔

اس کے ساتھ آتے عرشیہ شراب کی بوتل اٹھائے فلور پر آگئی اور ڈانس کرتے ہوئے پینے لگی۔

اور ہان کے گھر ڈنر اچھے سے اپنے اختتام کو پہنچا۔سب اپنے اپنے گھروں کو جانے لگیں۔چونکہ نئے سال کا آغاز تھا اور عید بھی کو تھی تو پیغام اور اور ہان مہمانوں کے جانے کے بعد کافی دیر منور صاحب کے ساتھ بیٹھے ریڈیو کے پروگرامز میں کچھ تبدیلیاں لانے پر اظہار رائے کرتے رہیں۔تقریباً رات

ڈیڑھ بجے کے قریب پیغام کو وقت کا احساس ہوا اور گھر جانے کے لیے رخصت ہوا۔اور ہان نے اسے گھر ڈراپ کرنے پر کافی زور دیا مگر پیغام نہیں مانا اور اکیلے جانے پر ہی اکتفا کیا۔

وہیں دوسرے جانب عرشیہ کی پارٹی ختم ہو گئی تھی۔وہ لڑکھڑاتے ہوئے اپنے کار میں جا بیٹھی۔اس نے آج کافی زیادہ پی لی تھی اور رات کے اس پہر پورا شہر تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا ہر سوں خاموشی کا راج تھا۔ایک خالی سڑک پر ڈرائیو کرتے ہوئے عرشیہ کا سر چکرانے لگا اور اس کی کار فٹ پات پر چڑھ کر درخت سے ٹکرا گئی۔

"اااہہہہ۔۔۔۔۔"سر اسٹیرنگ سے ٹکرا جانے کے باعث وہ کراہا اٹھی۔

اپنی پیشانی سہلاتے وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی پر چونکہ وہ نشے میں دھت تھی اور سر پر چوٹ بھی لگ گئی تھی اس لیے زیادہ آگے تک چل نا سکی اور بیچ سڑک پر بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

اتفاق سے پیغام اسی راستے سے گزر رہا تھا جب ایک جوان خوبصورت لڑکی کو یوں سڑک پر بے ہوش پایا۔ فٹ پات پر چڑھی درخت سے ٹکرائی کار دیکھ کر وہ فوراً مدد کو پہنچا اور عرشیہ کو سیدھا کیا۔

"ہیلو۔۔۔۔آپ ٹھیک تو ہیں۔۔۔۔"اس نے عرشیہ کے گال پر تھپتھپایا۔

عرشیہ کا سر پیغام کی بازو پر ٹکا تھا۔اس کے ماتھے پر آئی بروکے پاس ہلکا نیل پڑ چکا تھا۔ایک شناسا سی آواز پر بمشکل وہ آنکھیں کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔

اسے اندھیرے میں کالا ہولیہ سا نظر آیا مگر چہرے کی تصحیح نہیں کر سکی۔اسے زندہ دیکھ کر پیغام نے سکون کا سانس لیا اور سہارا دے کر کھڑا کرنے لگا۔اس میں از خود کھڑے ہونے کی سکت نا تھی اس لیے اس نے عرشیہ کا بازو اپنے گلے میں ڈالے اس کے کندھوں اور گھٹنوں کے نیچھے بازووں پھیلا کر اسے گود میں اٹھالیا۔ بار بار بند ہوتی آنکھوں سے وہ اس مضبوط وجود کا صاف عکس دیکھنے کے جتن کرتی رہی مگر نشے کے باعث نظر دھندلی رہی۔

پیغام نے اسے کار کی سیٹ پر بٹھایا اور آگے کا لائحہ عمل سوچ ہی رہا تھا کہ اس کے پیروں کے پاس گرے موبائل پر کال آنے لگی۔پیغام نے جھک کر موبائل اٹھایا اور کال موصول کر کے کان سے لگالیا۔

"عرشیہ کہاں ہو تم۔۔۔۔اتنی دیر ہو گئی ہے۔۔۔۔۔تابش کتنی دفعہ تمہارا پوچھ چکے ہیں تمہیں پتا بھی کتنے غصے میں ہے وہ۔۔۔۔ جلدی گھر آو۔۔۔۔" سیرت بیگم دانت پر دانت جمائے غرائی تھی۔

تابش کے نام پر پیغام کے دماغ میں ایک منظر سا ابھرا تھا۔اس نے بے یقینی سے کار کے سیٹ پر بے سدھ پڑی لڑکی کے چہرے کو دیکھا۔اس کے نین نقش اس کے شہر کے مشہور انڈسٹریلسٹ مسٹر تابش درانی سے نسبت کا ثبوت دے چکے تھے۔

"جی۔۔۔۔ان کا چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔۔۔۔۔" پیغام نے کنکارتے ہوئے اطلاع دی۔

"واٹ۔۔۔۔کہاں پر۔۔۔۔۔"سیرت بیگم خاصی پریشان ہوئی۔

"گھبرانے کی بات نہیں ہے۔۔۔۔وہ ٹھیک ہے۔۔۔۔بس ہلکی سی چوٹ لگی ہے۔۔۔۔۔"پیغام نے انہیں دلاسہ دیااور اس جگہ کا ایڈریس بتانے لگا۔

"ہممم is she d r u n k ۔۔۔۔"سیرت بیگم احتیاطی طور پر مستفسر ہوئی۔

پیغام کچھ دیر خاموش ہوا۔اس نے عرشیہ کا بغور مطالعہ کرتے سر تا پیر اسے دیکھا۔

"یس۔۔۔۔۔"ایک لفظی جواب دیا۔

سیرت بیگم نے لب بھینچے سر پر ہاتھ مارا تھا۔

"اوکے۔۔۔۔میں آتی ہوں۔۔۔۔۔"ان کا لہجہ سخت ہو گیا۔

پیغام نے کال کاٹ کر موبائل کار کے ڈش بورڈ پر رکھا اور جانے لگا کہ ٹھٹک کر رک گیا۔

"پیغام۔۔۔۔۔"عرشیہ نے نشے کی حالت سے جونجتے اپنے پاس کھڑے مرد کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

پیغام سچ میں ایک پل کے لیے سانس نہیں لے پایا۔وہ شاک میں کھڑے ڈوبتے دل کے ساتھ گردن گھوما کر اسے دیکھنے لگا۔اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ انجان لڑکی اسے کیسے جانتی ہے۔عرشیہ یہ تو نہیں جانتی تھی کہ وہ ہولیہ پیغام ہی ہے یا نہیں وہ تو در حقیقت آرجے پیغام کو یاد کر رہی تھی اور ماحول سے انجان تصور میں بنتے عکس کو پیغام کا نام دے رہی تھی جبکہ وہ اس کے سامنے ہی کھڑا تھا۔

"شاید درانی صاحب کے آفس میں دیکھا ہو۔۔۔۔"اس نے از خود سوچا اور اپنا ہاتھ کھینچ کر چھڑایا پر تھوڑے آگے جا کر رک گیا۔

"پتا نہیں کوئی لینے آئے بھی یا نہیں۔۔۔۔ایسے سنسان روڈ پر اکیلے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔۔۔۔" وہ دل ہی دل میں سوچتے گردن موڑ کر عرشیہ کو دیکھنے لگا۔

اسے اس حالت میں دیکھ کر افسوس کرتے سر کو جھٹک کر مقابل فٹ پات پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ بیس منٹ بعد ایک سفید مرسیڈیز کار آتی نظر آئی۔ کار کے ہیڈ لائٹس کی روشنی دیکھ کر پیغام اٹھا اور درخت کے آوٹ میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سیرت بیگم کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ انہوں نے اپنی کار سے اتر کر آس پاس دیکھا ضرور تھا مگر کسی کو نا پا کر ڈرائیور کی مدد سے عرشیہ کو سہارا دیا اور اپنی کار میں بیٹھا کر لیں گئیں۔

ان کی کار نظروں سے اوجھل ہونے تک پیغام وہی رہا اور پھر اپنے گھر کے سمت روانہ ہو گیا۔اس ایک ملاقات نے بے ہوش عرشیہ کا چہرا اس کے دماغ میں چسپاں کر دیا تھا لیکن اس ملاقات کا نتیجہ بہت برا ہونے والا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

رات کی تاریکی میں پیغام بنا آواز کئے گھر میں داخل ہوا تو امی کو ٹارچ کی روشنی میں مصلے پر بیٹھے پایا۔وہ تہجد کی نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھے ذکر الہی میں مصروف تھیں۔

"پیغام۔۔۔۔بہت دیر کر دی آنے میں۔۔۔۔۔اور ہان کے گھر پر سب ٹھیک تو تھا۔۔۔۔۔"امی نے تسبیح روک کر سر اٹھایا اور پیغام کو دیکھنے لگی۔

"جی امی۔۔۔اور ہان کے گھر پر سب ٹھیک تھا۔۔۔۔بس راستے میں کسی اور کا چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا تو مدد کرنے رک گیا۔۔۔۔" پیغام نے فرش پر امی کے پاس بیٹھتے ان کی گود میں سر رکھ دیا۔

"بہت اچھا کیا۔۔۔اللہ سب مسلمانوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔۔" امی نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے دعا دی۔

پیغام آنکھیں موندھے امی کا لمس محسوس کرتے پُر سکون ہو گیا۔

"زیادہ چوٹ تو نہیں آئی تھی۔۔۔۔ہسپتال پہنچایا۔۔۔۔" امی نے مزید تفصیل پوچھی تو وہ اٹھ بیٹھا۔

"نہیں امی۔۔۔اس کے گھر والے لینے آ گئے تھے۔۔۔وہ ہسپتال لے گئے ہوں گے۔۔۔۔چلیئے میں چینج کر کے آتا ہوں۔۔۔۔"اس نے امی کو مسکان سے نوازا اور واشروم کے سمت بڑھ گیا۔

فجر ادا کر کے دس منٹ بعد سلیپنگ ڈریس میں ملبوس چارپائی پر سیدھا لیٹے پیروں کی کھینچی بنائے ایکسیڈنٹ کے متعلق سوچنے لگا۔اول تو اسے عرشیہ کے حالت پر افسوس ہو رہا تھا مگر اب تسلی سے سوچنے پر اسے اس پر شدید غصہ آنے لگا اور اس کے لیے ایک ہی لقب منتخب کر سکا۔

"بگڑی ہوئی امیر زادی۔۔۔۔"اس نے منہ بھسورتے ہو نہہ کیا اور کروٹ بدل کر سو گیا۔

آنے والے کل سے بے خبر اس کے دل و دماغ پر عرشیہ کا بہت برا امپریشن پڑا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

عرشیہ نیند سے اٹھی تو اس کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اس نے پیشانی کو چھوا تو کراہ اٹھی۔اس کے بائیں آئی برو کے اوپر سنی پلاسٹ لگا ہوا تھا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل پر پڑا موبائل اٹھایا اور اپنے سر پر لگے چوٹ کی نوعیت تعین کی۔

دروازے پر دستک دے کر نینی لیمو پانی کا گلاس لیئے اندر داخل ہوئی۔

"اتنا کیوں پیتی ہو جب سنبھالی نہیں جاتی۔۔۔۔"انہوں نے خفگی کا اظہار کیا۔

عرشیہ نے ان کا سوال ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا اور جھپٹ کر لیمو پانی کا گلاس لے لیا۔

"میرا سوٹ تیار کرواو۔۔۔۔مجھے آفس جانا ہے۔۔۔۔"لیمو پانی کا گھونٹ بھرتے ہوئے ہدایت دی۔

"تم اس حالت میں آفس جاو گی۔۔۔۔بڑے صاحب سے کیا کہو گی۔۔۔۔" نینی حیران ہوئی تھی۔

"سچ کہو گی۔۔۔۔ڈرنک کر کے ڈرائیو کر رہی تھی تو ایکسیڈنٹ ہو گیا۔۔۔۔۔" عرشیہ نے ناک سے مکھی اڑائی اور اٹھ کر واشروم چلی گئی۔

"ناجانے یہ کب سدھرے گی۔۔۔۔" نینی نے لب بھینچے لمبا سانس خارج کیا اور وارڈ راب کے سمت بڑھ گئی۔

آج درانی ہارڈ ووڈ کمپنی کے مالکن کے طور پر اس کا پہلا دن تھا۔ وہ ڈارک براون کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس بالوں کی اونچی پونی بنائے۔ بلیک ہیل پہنے اور ہلکا میک اپ کئے بزنس وومین کے انداز میں سر براہی سیٹ پر بیٹھے کانفرنس روم میں موجود اسٹاف ممبران کو باری باری سنتی رہی۔ ہر ایک اپنا نام اور عہدہ بتا کر متعارف ہوتا گیا۔

افتخار عارف اس کا چیف اسٹاف تھا۔سب کا تعارف سننے کے بعد اس نے اب تک صنعتی پیداوار اور مصنوعات پر میٹنگ رکھی۔اس میٹنگ میں پریزنٹر افتخار عارف ہی رہا۔اس کی تفصیلات سے عرشیہ کافی محظوظ رہی۔

"ریلی امپریسنگ افتخار۔۔۔۔مجھے آپ سے آگے بھی اسی حسن کارگردگی کی امید ہے۔۔۔۔"میٹنگ کے بعد اس نے افتخار سے مصافحہ کرتے ہوئے سراہا۔

"تھینکیو میم۔۔۔۔میں ہمیشہ اس کمپنی کے خدمات میں پیش قدم رہوں گا۔۔۔۔"افتخار نے پذیرائی وصول کرتے ہوئے سر کو خم دیا۔

کچھ دیر مزید بزنس پر مباحثہ کر کے دونوں اپنے اپنے کیبن میں چلیں گئے۔

عرشیہ کا کیبن دوسری منزل کا سب سے بڑا کمرا تھا۔دو طرف خوبصورت ڈیزائن کردہ دیوار اور دو طرف قدآور شیشے جس سے سڑک کا منظر صاف نظر آتا تھا۔وسطی دیوار پر بڑی سی لائبریری نما الماری تھی جس میں نواع و اقسام کی بزنس اور ہارڈ ووڈ پروڈکٹس کے متعلق کتابوں کے ساتھ ساتھ کچھ شعر و شاعری اور ناولز ترتیب دیے گئے تھے۔اس کے سامنے بڑا سا ٹیبل تھا جس کے ایک طرف کمپنی ایم ڈی کی سیٹ اور مقابل انویسٹرز کے لیے نشستیں جا بجا تھیں۔اے سی کی خنکی اور فانوس کے زرد روشنی سے کیبن عالی شان منظر پیش کر رہا تھا۔

عرشیہ شان سے چلتے ہوئے آئی اور ایم ڈی کی آرام دہ سیٹ پر جا بیٹھی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائیں آنکھیں موندھے لمبا سانس لے کر کامیابی کی مہک محسوس کی۔

اس وقت اسے اپنا آپ شاہی ملکہ سے مماثلت کرتے محسوس ہو رہا تھا۔ یہ احساس وہ زندگی بھر کرنا چاہتی تھی مگر کیا اس کا یہ خواب پورا ہوتا یہ تو وقت ہی بتانے والا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

عید کے چھوتے دن ایف ایم 88 کے جانب سے ایکسپو سینٹر میں لائف شو کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اس لائف شو میں کئی گلوکار مدعو تھے۔ فلک شبیر، عاطف اسلم، آئمہ بیگ کے ہمراہ دیگر چھوٹے بڑے سنگرز نے اپنے سنگنگ کے جوہر

دکھائیں۔اس کے ساتھ ساتھ فولک ڈانس اور آتش بازی کر کے شائقین کو انٹرٹین کیا گیا۔

رقص و بازی دیکھتے ہوئے لوگوں کا ہجوم کھانے پینے کے اشیا سے بھی لطف اندوز ہو رہیں تھے۔چونکہ یہ شوایف ایم 88 کے جانب سے منعقد ہوا تھا اس لیے محض آوازوں سے جانے مانے آرجیز کی جھلک دیکھنے لاتعداد ریڈیو سامعین آئیں ہوئے تھے۔اس تعداد میں عروج اور سمعاویہ بھی شامل تھیں۔وہ دونوں پاستہ کھاتے گانے سننے میں مگن تھے جب عروج کے نمبر پر عرشیہ کی کال آنے لگی۔

"کہاں ہو تم دونوں۔۔۔۔"اس نے عروج کے پس منظر میں گانے اور ہجوم کا شور سن کر استفسار کیا۔

"ہم ایکسپو سینٹر آئیں ہیں۔۔۔۔۔ایف ایم 88 کا شو ہے۔۔۔۔بہت سارے آرجیز اور سنگرز آئیں ہیں۔۔۔۔۔"عروج نے تقریبا چلاتے ہوئے جواب دیا۔

"آرجیز۔۔۔۔ کہیں۔۔۔۔۔پیغام بھی آیا ہوا تو۔۔۔۔۔"عرشیہ نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔

"اوکے۔۔۔۔میں تو آفس ورک میں بزی ہوں۔۔۔۔ چلو تم لوگ انجوائے کرو۔۔۔۔"عرشیہ خود کو بہت ہی ہائی کلاس دکھانے بہانہ بنا گئی اور عجلت میں تیار ہونے بھاگی۔

عروج نے موبائل فون کان سے ہٹا کر بے یقینی سے دیکھا اور شانے اچکا کر پھر سے انجوائے کرنے لگ گئیں۔قریب آدھ گھنٹے بعد عرشیہ جینز اور پھول دار شارٹ فراک پہنے بالوں کو کیچر میں جکڑے اسنیکرز پہنے ایکسپو سینٹر کے گیٹ پر کھڑی تھی۔اس کے ہمراہ افتخار بھی موجود تھا جسے عرشیہ نے فورا سے بیشتر وہاں بلایا تھا۔

"میم اینٹری بند ہو گئی ہیں۔۔۔۔سینٹر فل ہے۔۔۔۔"گیٹ پر تعینات گارڈز نے بازو دراز کر کے اسے روکا۔

"اوکے صرف میں ہی اندر جاوں گی۔۔۔۔یہ یہی رہے گا۔۔۔۔"عرشیہ نے بات ان سنی کرتے افتخار کے سمت اشارہ کیا۔

"میم۔۔۔۔ایک بندے کی بھی جگہ نہیں ہیں۔۔۔۔۔آپ دونوں میں سے کوئی بھی اندر نہیں جاسکتا۔۔۔۔"گارڈنے دوبارہ زور دیتے اس کی تصحیح کی۔

"عرشیہ درانی کو ناسننے کی عادت نہیں ہے۔۔۔۔۔"مغرور مسکان کے ساتھ کہتے اس نے اپنے پرس سے پیسوں کا بنڈل نکال کر گارڈ کے آگے کیا۔

ZNZ Zubi Novels Zone

اتنے پیسے دیکھ کر گارڈ کی آنکھیں چمک گئی۔دل میں لالچ ابھرنے لگا مگر بظاہر خود کو کمپوز رکھے دوسرے گارڈ کو دیکھا۔اس کی حالت بھی یکساں تھیں۔

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔۔۔۔جلدی کرو۔۔۔۔۔"اس نے دوسرا بنڈل نکال کر دوسرے گارڈ کو پیش کیا۔

افتخار آنکھیں چھوٹی کئے اسے مشاہدہ کر رہا تھا۔بلا آخر دونوں گارڈز کا ضبط ڈگمگا گیا اور پیسے لیں کر اسے جانے کی اجازت دے دی۔ عرشیہ خوشی سے سرشار ہوتے اندر کو لپکی۔اس کی نظریں اسٹیج پر اور کان اسپیکر پر جمے ہوئے تھے۔اس وقت کوئی دوسرا آرجے شائقین سے گفتگو کر رہا تھا۔رش کو چیرتے وہ دھکم پیل کرتے سب سے پہلی قطار میں آگئی۔اسے اس بات سے غرض نہیں تھا کہ عروج اور سمعاویہ کہاں ہیں۔کون اس کے بارے میں کیا بات کر رہا ہے۔وہ تو بس پیغام کا دیدار پانے آئی تھی۔

دوسری طرف اسٹیج کے پیچھے اور ہان اور پیغام سارے انتظامات دیکھ رہیں تھے۔

"پکا تمہیں اسٹیج پر نہیں جانا۔۔۔۔۔"اورہان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے آخری مرتبہ تائید چاہی۔

"مجھے لائم لائٹ میں نہیں آنا۔۔۔۔۔"پیغام نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہمم مین لائٹ آن نہیں کریں گے۔۔۔۔۔۔تمہارا صرف سایہ آئے گا۔۔۔۔۔شو کی ریٹنگ بڑھ جائیں گی یار۔۔۔۔۔یہ کراوڈ تمہیں ہی تو دیکھنے آئی ہیں۔۔۔۔۔"اورہان نے آنکھ کا کونا دبا کر اس کا کندھا تھپتھپایا۔

عرشیہ بے صبری سے اگلے اناونسمنٹ کی منتظر تھی۔ہوسٹ اگلے آرجے کے بارے میں بتانے سے پہلے بہت وقت لے رہا تھا جس سے اس کی تڑپ

بڑھنے لگی۔وہ پیر پٹخ کر بار بار اپنے اسمارٹ واچ پر ٹائم دیکھتی اور سرد سانس خارج کرتی۔

"اور آپ سب کا انتظار ختم ہوا۔۔۔۔"ہوسٹ مائک پر اونچا بولا تھا۔

فضا میں خوشی کے مارے چیخ و پکار گونج اٹھی۔تالیوں اور سیٹھیوں کے شور سے ہوسٹ کو بولنے کا موقع ہی نا ملا۔

کسی روز تم سے ملاقات ہو گی۔

میری جان اس دن میرے ساتھ ہو گی۔

مگر کب نا جانے یہ برسات ہو گی

میرا دل ہے پیاسا میرا دل اکیلا

زرا تصویر سے تو نکل کے سامنے آ

میری محبوبہ۔۔۔۔میری محبونہ۔۔۔۔

"پیغام۔۔۔۔۔۔پیغام۔۔۔۔۔۔"ساری ہجوم ایک آواز ہو کر اس کا نام پکارنے لگیں۔

تقریباسب ہی ریڈیو سامعین کو پیغام کے گانوں کی پسند معلوم تھی اس لیے یہ گانا بجتے ہی سب کو اندازہ ہو گیا کہ وہ اسٹیج پر آنے والا ہے۔

نہیں یاد کب سے مگر میں ہوں جب سے

میرے دل میں تیری محبت ہے تب سے

میں شاعر ہوں تیرا تو میری غزل ہے

بڑی بے قراری مجھے آج کل ہے

بڑی بے قراری مجھے آج کل ہے

گانے کے بیچ میں پیغام اشعار پڑھتے اسٹیج پر آیا۔

نہ جی بھر کے دیکھا

نہ کچھ بات کی۔۔

نہ جی بھر کے دیکھا

نہ کچھ بات کی۔۔

بڑی آرزو تھی ملاقات کی

السلام علیکم پاکستاااااان۔۔

Zubi Novels Zone

اس نے سر پر بلیک پی کیپ پہنی ہوئی تھی اور چہرے کو بلیک ماسک لگا کر ڈھکا ہوا تھا۔

شائقین میں اسے سراہتے نعرے بلند ہو گئے۔ سب میں خوشی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ عرشیہ اسٹیج کے کافی قریب تھی مگر چونکہ سپاٹ لائٹ بند تھی اور پیغام نے پی کیپ اور ماسک لگا کر اپنی پہچان خفیہ رکھی تھی اس لیے وہ اس کا چہرہ تصحیح نہیں کر سکی۔

رنجش ہی سہی دل دکھانے کے لیے آ

آ پھر سے مجھے چھوڑنے کے لیے آ۔۔۔

"کیسے ہیں آپ سب۔۔۔۔"اپنے لائف پر فار منس سے جادو بکھیرتے اس نے مائک آڈینس کے سمت کیا۔

"ہوووووووو۔۔۔۔۔۔"اس کے جواب میں آڈینس نے صدا بلند کی۔

"اس خوبصورت شام میں آپ سب کے دل پسند آرجے پیغام کے جانب سے خوبصورت سا پیغام۔۔۔۔۔

خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جن کو بات کرنے کے لیے کچھ خاص لوگ میسر ہوتے ہیں، سننے والے، لہجہ پڑھ کر دکھ کو سمجھنے والے، اور ان دکھوں کا مداوا کرنے والے، مرہم بننے والے۔۔۔۔آپ سب کی اتنی محبت کا بہت شکریہ۔

آخری بات مکمل کر کے وہ ہاتھ ہوا میں جھلاتے واپس اسٹیج سے اتر کر بیک اسٹیج چلا گیا۔

عرشیہ اسے رش میں غائب ہوتے دیکھ کر بے تاب ہونے لگی۔ وہ سب کو پرے کرتے اس کے پیچھے بھاگی۔ بیک اسٹیج پر بھی کارکنان کا رش لگا تھا۔ اس نے دیوانہ وار سامنے آتے مردوں میں نظر دوڑائی۔ اس کے ہاتھ جو بھی آتا گیا وہ اس کا گریبان پکڑ کر پیغام کا پوچھنے لگی۔ تین چار مردوں سے پوچھ گچھ کر کے اس نے ایکسپو سینٹر کے کارکن کو روک لیا۔

"آر جے پیغام کہاں ملے گے۔۔۔۔۔" اس نے اتنی مضبوطی سے اسے جکڑا کہ وہ گھبرا ہی گیا۔

"ایف ایم والے تو ابھی ابھی نکلے ہیں۔۔۔۔"اس کارکن لڑکے نے اپنا گریبان چھڑاتے ہوئے تیزی سے جواب دیا۔

عرشیہ نے اسے جھڑکا اور گیٹ کے جانب بھاگی۔ باہری راستے پر آنے جانے والے راہ گیروں کی قطار موجود تھیں۔ وہ سب کو ہٹاتے دھکم پیل کرتی یہاں گیٹ پر پہنچی اور وہاں اور ہان اور اس کی ٹیم کی دو گاڑیاں آگے پیچھے تیزی سے مین روڈ پر اوجھل ہوتی نظر آئی۔

"شیٹ۔۔۔۔"عرشیہ نے پیر پٹخ کر خلاء میں ہاتھ مارا۔

بھاگ بھاگ کر آنے سے اس کی سانس پھول چکی تھیں چہرا سرخ ہو گیا تھا مگر ساری محنت رائیگاں چلی گئی۔ پیغام جا چکا تھا۔ اسے دیکھنے کا ارمان، ارمان ہی رہ گیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

انٹرنس کے مین گیٹ پر افتخار اس کا منتظر کھڑا موبائل میں گیم کھیل رہا تھا جب پرائویٹ نمبر سے کال آنے لگی۔

"کہاں ہو۔۔۔" اسپیکر پر رعب دار آواز گونجی۔

"ایکسپو سینٹر کے سامنے۔۔۔" افتخار نے آس پاس دیکھتے جواب دیا۔

"اور عرشیہ۔۔۔۔"دوسرا سوال بھی اسی ٹھوس انداز میں ہوا۔

تابش صاحب اپنے اسٹڈی روم کے راکنگ چیئر پر بیٹھے سپاٹ انداز میں بات کر رہیں تھے۔

"وہ سینٹر کے اندر ہیں۔۔۔۔"افتخار نے بنا سوچے سمجھے جواب دیا جو اس کے لیے کافی مہنگا پڑا۔

"تو تم باہر کیا کر رہے ہو بے وقوف۔۔۔۔ تمہیں ہر وقت اس کے ساتھ رہنے کے لیے کہا ہے نا۔۔۔۔"وہ طیش میں آتے کھڑے ہو گئے تھے۔

افتخار گڑ بڑا گیا۔ تھوک نگل کر حلق تر کیا۔اسے لگا مانو تابش صاحب فون سے نکل کر اس کا گلا دبا دیں گے۔

"سر وہ۔۔۔کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔۔۔عرشیہ پیسے دے کر اندر گئی ہیں۔۔۔گارڈز نے مجھے باہر ہی روک لیا تھا کیا کرتا۔۔۔۔"

افتخار تیز تیز بولتے وضاحت دینے لگا۔

"کتنے پیسے دیے اس نے۔۔۔"تابش صاحب مزید بگڑ گئے۔

"دو دو لاکھ کا بنڈل تو ہو گا۔۔۔"افتخار نے بنڈل کی موٹائی یاد کرتے اندازہ لگایا۔

"ہونہہ۔۔۔۔۔اور تم دیکھتے رہیں۔۔۔۔۔روکا کیوں نہیں۔۔۔۔ تمہیں اس کا چیف اسٹاف کس لیے بنایا ہے۔۔۔۔۔اگر وہ روز اس مقدار میں پیسے خرچ کرتی رہیں تو ہمیں کنگال کمپنی واپس ملے گی۔۔۔۔۔"ان کا لہجہ سخت تھا مگر آواز قدرے بلند ہو گئیں۔

وہ سیرت بیگم کو باخبر نہ کرنے کی کوشش کر رہیں تھے مگر پھر بھی ان کی آواز اونچی ہوتی گئی۔

"سوری سر۔۔۔۔"ان کی ڈانٹ سن کر افتخار کا منہ بن گیا۔

"اس کے ساتھ رہو۔۔۔۔اسے امپریس کرنے کی کوشش کرو۔۔۔۔اس کے دل میں جگہ بناو افتخار۔۔۔۔۔اس کھیل میں نئی کھلاڑی ہے وہ۔۔۔۔

جلدی پھنس سکتی ہیں۔۔۔۔اسے قابو کیا تو سمجھو کمپنی واپس ہماری۔۔۔۔۔"انہوں نے رازداری سے سمجھانے کی کوشش کی۔

تابش صاحب اسے عرشیہ کے دل میں جگہ بنانے کا مشورہ دے رہے تھے۔ پر وہ جانتے نہیں تھے کہ عرشیہ پہلے سے اپنا دل پیغام کے حوالے کر چکی ہے۔وہ دیوانگی کی حد تک اسے چاہتی ہے اور یہ انکشاف ڈیڈ پر بہت بھاری ہونے والا تھا۔

ان کے ہدایات پر عمل کر کے کال کٹ کرنے کے بعد افتخار نے سر جھٹکا اور عرشیہ کے تلاش میں چل پڑا۔ایگزیٹ گیٹ پر عرشیہ غم وغصے سے جو نجتی دائیں سے بائیں چکر لگا رہی تھی جب وہ بھاگتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔

"عرشیہ تم ٹھیک ہو۔۔۔۔"اس نے دونوں اطراف سے اس کے گرد بازو پھیلائے اپنے حلقے میں لیا جیسے بھیڑ میں حفاظت کر رہا ہو۔

عرشیہ دکھ میں مبتلا تھی۔پیغام کو نہ دیکھ پانے کی حسرت نے اس کا دل توڑا تھا۔وہ بے دم قدم اٹھاتی اس کے ساتھ قدرے سائیڈ پر آگئی۔اس جگہ رش کم تھا اور اندھیرا بھی۔افتخار نے موقع دیکھ کر اسے مزید بانہوں میں لینا چاہا۔ عرشیہ کی چھٹی حس بیدار ہوئی اور خطرے کا اشارہ دیا تو اس نے فوراً سے بیشتر دونوں ہاتھوں سے زور دے کر اسے خود سے دور کیا۔

"افتخار۔۔۔۔کیا کر رہے ہو۔۔۔"وہ بپھری شیرنی کے مانند چلائی۔

"وہ۔۔۔۔۔مجھے لگا تم۔۔۔۔۔۔بھیڑ بھاڑ سے گھبرا گئی ہو۔۔۔۔۔اس لیے دلاسہ دے رہا تھا عرشیہ۔۔۔۔"افتخار نے بہانہ بنایا اور پھر سے قریب آنے لگا۔

"میں کسی چیز سے نہیں گھبراتی۔۔۔۔اینڈ کال می میم۔۔۔۔میں تمہاری باس ہوں۔۔۔۔۔اپنے حدود مت بھولو۔۔۔۔۔"اس نے آنکھیں دکھائی۔ اس کا دکھ اب طیش میں بدل گیا تھا جس کا شکار افتخار ہو رہا تھا۔

"کیا ہم۔۔۔۔دوست نہیں بن سکتے۔۔۔۔"اس نے ایک اور کوشش کی۔

"میں دوست اور دشمن اپنی مرضی سے بناتی ہوں۔۔۔۔۔اور تم۔۔۔۔ فلحال اُس کیٹیگری میں نہیں ہو۔۔۔۔جاو کار لے کر آو۔۔۔۔"اسے ڈپٹ کر عرشیہ نے منہ پھیر لیا اور اپنے موبائل میں مصروف ہو گئی۔

افتخار کے پاس ضبط کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔پہلے باپ کی ڈانٹ سنی اور اب بیٹی کی۔دانت پر دانت جمائے ماتھے پہ بل ڈالے اس کی پیٹھ گھور کر پارکنگ کے جانب چلا گیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

"یہ واقعی تم ہو۔۔۔۔"امی موبائل میں پیغام کا شود یکھ کر حیران ہوئی۔

گھر آکر وہ امی کے سرہانے بیٹھا اور انہیں آج کے شو کی ویڈیوز دکھانے لگا۔

امی کے سوال پر اس نے پلکیں جھپکاتے اثابت میں ہلایا۔

"یہ سب لوگ تمہیں سننے آئیں تھے۔۔۔۔"امی پورے سینٹر کو بھرا دیکھ کر چہک کر بولی۔

"جی امی۔۔۔۔۔آپ کے بیٹے کو دیکھنے آئی تھیں۔۔۔۔"پیغام نے ان کے کندھے کے گرد بازو حمائل کر کے خود سے لگالیا۔

"پر تم تو ٹھیک سے نظر ہی نہیں آرہیں۔۔۔۔"امی اسٹیج کی مین لائٹس بند اور پیغام کی پوشاک دیکھ کر بے دل ہوئی۔

"میری پیاری امی۔۔۔۔۔یہی تو میرا اسٹائل ہے۔۔۔۔لوگوں کو میری آواز اور بولنے کا انداز پسند ہے۔۔۔۔۔چہرا دیکھ کر ان کی دلچسپی ختم ہو جائے گی۔۔۔۔ابھی تو ایف ایم سنتے میرے سحر میں کھو کر سب مجھے اپنے سوچ کے مطابق تصور کرتے ہیں۔۔۔۔اور یہ تصوراتی احساس انہیں مجھے سنتے رہنے پر مجبور کئے ہوتا ہے۔۔۔۔اگر یہ تصوراتی بند ٹوٹ گیا تو میرے شوز کوئی نہیں سنے گا۔۔۔۔" پیغام نے اپنی ترقیب سمجھائی۔

امی سادہ سی خاتون تھیں۔یہ دنیاوی کھیل اور داو پیچ ان کے سمجھ سے پرے تھے۔پیغام کے فلسفے سے وہ ایک ہی بات اخذ کر پائی۔

"مطلب تم نے لوگوں کو دھوکہ دیا۔۔۔۔"انہوں نے مدھم آواز میں کہہ کر اسے دیکھا۔

پیغام کچھ نا بول سکا۔

"سب اس امید سے آئیں تھے کہ تمہیں دیکھیں گے۔۔۔۔تم سے ملیں گے۔۔۔۔۔پر تم ایسے چوروں جیسے ان کے سامنے گئے۔۔۔۔۔یہ تو دھوکہ ہوانا۔۔۔۔۔تمہارے سننے والوں کے دل کو کتنی ٹھیس پہنچائی ہے تم نے۔۔۔۔"امی نے افسوس کرتے سر جھٹکا۔

"امی۔۔۔۔اس دنیا میں وہی چلتا ہے جو پردے کے پیچھے ہو۔۔۔۔سامنے آنے پر لوگوں کے نظریات بدل جاتے ہیں۔۔۔۔پورے پاکستان کے ریڈیو پروگرامز میں سب سے پہلی پر ریٹنگ میری آتی ہیں۔۔۔۔۔اور میں لوگوں کا یہ کریز۔۔۔۔ختم نہیں کرنا چاہتا بس۔۔۔۔۔اب آپ اسے دھوکے کا نام

دیں یا جو بھی کہے۔۔۔۔۔میرا یہی طریقہ ہے۔۔۔۔میں اسی لیے سب میں مقبول ہوں۔۔۔۔۔"پیغام خفہ ہوتے ان کے سائیڈ سے اٹھ گیا۔

"اچھا غصہ مت کرو۔۔۔۔میں تو ہر وقت یہی دعا کرتی ہوں کہ تم مزید ترقی کرو۔۔۔۔تمہیں ہر قدم پر کامیابی ملے۔۔۔۔"امی اسے منانے اس کے پاس آئی اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

پیغام نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیں کر ہونٹوں سے لگایا۔

"اچھا اتنی بھیڑ میں کوئی لڑکی پسند نہیں آئی۔۔۔"امی اس کا دھیان بٹانے موضوع بدل گئی۔

"امی۔۔۔۔۔پھر وہی بات۔۔۔۔۔۔" پیغام کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ان ماں بیٹے کی جوڑی ایسی ہی تھیں۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اگلی صبح درانی ہارڈ ووڈ کمپنی کے آفس میں عرشیہ وائٹ شرٹ اور وائٹ پینٹ پر ریڈ کلر کا کوٹ پہنے۔بالوں کو اوپر باندھے۔ہلکے میک اپ میں بزنس وومین کا روپ لیے اپنی سیٹ پر بیٹھی لیپ ٹاپ میں کل رات کا شو دیکھ رہی تھی۔اس نے یوٹیوب میں موجود سارے کلپس دیکھ لیے پر کسی بھی اینگل سے پیغام کا چہرا واضح نہیں ہوا۔آخر کار تپ کر لیپ ٹاپ بند کر دیا اور قد آور شیشے کے پار افق میں دیکھنے لگی۔

"کیوں پیغام۔۔۔۔میرا ایک بھی ایمیل نہیں پڑھتے۔۔۔۔کیوں میری کوئی بھی کال نہیں ملتی۔۔۔۔۔میں جتنا تمہارے قریب آنے کی کوشش کرتی ہوں۔۔۔۔قسمت تم سے دور کر دیتی ہیں۔۔۔۔"سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائیں افق میں دیکھتے سوچنے لگی۔

"لیکن میں بھی عرشیہ درانی ہوں۔۔۔۔۔ہار نہیں مانوں گی۔۔۔۔ایک دن تمہیں حاصل کر کے ہی رہوں گی۔۔۔۔قسمت کو تمہیں مجھ سے ملانا ہی پڑے گا۔۔۔۔"اس کے عزم میں اضافہ ہوا۔پیغام کے لیے یہ یک طرفہ محبت آسانی سے ٹوٹنے والی نہیں تھی۔

وہ انہی سوچوں میں گم تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔اپنے خیالات مہو کر کے سیٹ پر آگے ہو کر بیٹھی اور لیپ ٹاپ کھول کر آفس ورک نکالا۔

"کم ان۔۔۔۔"خود کو کمپوز کرتے نظریں لیپ ٹاپ پر مرکوز کر دیں۔

افتخار کچھ دستاویزات لئے اندر داخل ہوا۔بلیک تھری پیس سوٹ اور بوٹ میں تیار کل سے مختلف لگ رہا تھا۔اس نے عرشیہ کے سامنے فائل رکھی۔ عرشیہ نے سرسری نظر ڈالی اور قلم اٹھا کر سائن کرنے لگی۔

"میم۔۔۔۔میں اپنے کل کے بیہوویر کے لیے شرمندہ ہوں۔۔۔۔آئی ایم سوری۔۔۔۔آپ نے ٹھیک کہا۔۔۔۔مجھے اپنے حدود نہیں بھولنے چاہیئے۔۔۔۔آئیندہ ایسی غلطی نہیں ہو گی۔۔۔"اس نے سر جھکائے در حقیقت شرمندہ ہونے کی اداکاری کی۔

عرشیہ نے پلکیں اٹھا کر اس کا جھکا سر دیکھا۔

"اٹس اوکے۔۔۔۔۔جسٹ بی کیئر فل نیکسٹ ٹائم۔۔۔۔" عرشیہ نے مسکراتے ہوئے فائل اسے کے جانب بڑھائی۔

افختار نے مسکرا کر سر کو خم دیا اور فائل لے کر واپس نکل گیا۔ عرشیہ نے پھر سے ٹیک لگائی تھی کہ دروازہ ایک مرتبہ پھر کھلا اور سیرت بیگم اندر داخل ہوتے نظر آئی۔

"مام۔۔۔۔واٹ اے پلیزنٹ سرپرائز۔۔۔۔" عرشیہ سیٹ سے اٹھی اور ٹیبل کے سائیڈ سے نکل کر مام کو گلے لگایا۔

سیرت بیگم خوش اخلاقی سے اس کے گلے ملی۔

"ویلکم ٹومائی آفس مام۔۔۔۔۔کافی پیئیں گی۔۔۔۔"عرشیہ واقعی انہیں دیکھ کر خوش ہوئی تھی۔

"آف کورس مائی ڈارلنگ۔۔۔۔۔"مام نے ہوائی بوسہ دیتے ہامی بھری۔

عرشیہ نے فون کا بٹن دبا کر کچن کے سربراہ کو ملایا اور دو کافی بھیجنے کا حکم دیا۔

"ٹیل می مام۔۔۔۔کیسا لگ رہا ہے مجھے یہاں دیکھ کر۔۔۔۔"عرشیہ کہنیاں ٹیبل پر رکھیں ہاتھوں کو باہم ملائیں ان سے گفتگو کرنے لگی۔

"بہت بہت۔۔۔۔خوشی ہورہی ہیں۔۔۔۔آئی ایم پراوڈ آف یو۔۔۔۔"مام نے اسے سراہتے اس کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔

کچھ دیر بزنس کے متعلق باتیں کرنے کے بعد دونوں قدآور کھڑکی کے سامنے رکھے صوفے پر آن بیٹھی اور کافی سے لطف اندوز ہونے لگیں۔

"عرشیہ۔۔۔۔بزنس وومین تو تم بن گئی۔۔۔۔اب شادی کے بارے میں کیا خیال ہے۔۔۔۔"مام نے اس سے دلی راز شریک کرتے پوچھا۔

"مام۔۔۔۔آئی ایم جسٹ ٹوینٹی ون۔۔۔۔ابھی تو لائف کو انجوائے کرنا شروع کیا ہے۔۔۔۔شادی کے لیے ابھی بہت وقت بچا ہے۔۔۔۔۔۔"

عرشیہ نے ان کی بات مزاق سمجھ کر نظرانداز کردی۔

"مائی بے بی۔۔۔۔آئی واز سیونٹین۔۔۔۔میں صرف سترہ سال کی تھی جب شادی ہوئی۔۔۔۔انیس کی ہونے تک تم میرے گود میں تھی۔۔۔۔شادی کے لیے یہی مناسب عمر ہوتی ہے۔۔۔۔اور لائف ہسبینڈ کے ساتھ بھی انجوائے کر سکتی ہو۔۔۔۔"مام نے اپنا تجربہ شئیر کرتے ہوئے سمجھایا۔

ان کا عرشیہ کو شادی کے لیے اکسانے کا اصل مقصد اس کی اپنے پسند کے لڑکے سے شادی کروانا تھا۔جب تابش صاحب افتخار کو اس کے پیچھے لگوا سکتے ہیں تو سیرت بیگم کیسے پیچھے رہتی۔

"آپ نے اپنے ہسبینڈ کے ساتھ انجوائے کیا۔۔۔۔" عرشیہ آبرو ملائیں سیریس ہو گئی۔

"میری بات الگ تھی عرشیہ۔۔۔ہر ایک کی لائف میرے اور تمہارے ڈیڈ جیسی تو نہیں ہوتی۔۔۔" سیرت بیگم کا لہجہ سپاٹ ہو گیا۔

"پر آپ مجھے اپنی مثال دے رہی ہو نا۔۔۔۔اور آپ کی شادی شدہ لائف دیکھ کر تو مجھے شادی لفظ سے بھی نفرت ہو گئی ہے۔۔۔۔" عرشیہ ہونہہ کرتے ان کے پہلو سے اٹھ گئی۔

"ایسا نہیں ہے بیٹا۔۔۔۔شادی بہت پیارا بندھن ہوتا ہے۔۔۔۔۔کچھ لوگ خود اسے تلخ بنا دیتے ہیں۔۔۔۔"مام اسے کے پیچھے اٹھ گئی اور دوبارہ سمجھانا چاہا۔

"پلیز مام۔۔۔۔آپ مجھے شادی پر لیکچر نا دیں تو بہتر ہے۔۔۔۔مجھے کب کس سے شادی کرنے ہے یہ میں خود ڈیسائیڈ کروں گی۔۔۔۔آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"اس نے ہاتھ سینے پر باندھے صاف انکار کیا۔

"تو پھر تابش سے بھی بچ کر رہو۔۔۔۔وہ بھی تمہاری شادی کے خواب دیکھ رہیں ہیں۔۔۔۔کہی تمہیں خبر ہونے تک تمہارا غائبانہ نکاح ہی نہ پڑھوا دیں۔۔۔۔"سیرت بیگم یکسوئی سے کہتے مڑ کر جانے لگی۔

"مام۔۔۔۔کیا مطلب ہے آپ کا۔۔۔۔"عرشیہ کو دھچکا سا لگا

"میں نے انہیں اپنے کسی خاص آدمی کو تمہیں امپریس کرنے کی تجویز دیتے سنا۔۔۔۔وہ جتنا جلدی ہو سکے تمہاری شادی اپنے وفادار سے کروا کر کمپنی واپس لینا چاہتے ہیں۔۔۔۔میں تابش کو تم سے بہتر جانتی ہوں عرشیہ۔۔۔۔ وہ تمہیں یوں اپنی کمپنی پر زیادہ عرصہ حق جمانے نہیں دیں گے۔۔۔۔۔" بلواسطہ طور پر مطلب سمجھا کر وہ کیبن سے نکل گئی۔

عرشیہ کے آبرو تن گئے تھے۔اس نے گردن گھما کر بند دروازے کو دیکھا تھا۔

"میں ڈیڈ کو ایسا نہیں کرنے دوں گی۔۔۔۔"دل میں نئی کشمکش جنم لیں چکی تھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اس رات پیغام کا شو نہیں تھا پھر بھی وہ اورہان کے کال کرنے پر ریڈیو اسٹیشن آگیا۔

"تُو تو وائرل ہو گیا ہے یار۔۔۔۔ہر جگہ ٹرینڈ چل رہی ہے۔۔۔۔ویوز دیکھے ملینز میں آرہیں۔۔۔۔"اورہان کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔

پیغام کے در آتے ہی اور ہان نے اسے گلے لگا لیا۔ان کا ایف ایم اور ایکسپو سینٹر کا اسپانسر کیا شو بہت کامیاب رہا تھا۔اس لیے اور ہان اور پیغام مل کر جشن منانے لگیں۔

دوسری جانب مام کے جانب سے وارننگ ملنے پر عرشیہ پریشان ہو گئی تھی۔ اس نے ڈیڈ سے بات کرنے کا سوچا مگر اسے ان کی پلاننگ کا معلوم پڑ گیا ہے اس بات سے فلحال انہیں انجان رکھنا چاہتی تھی اس لیے بات کرنے کا فیصلہ ترک کر دیا۔ڈنر کے دوران وہ بغور ڈیڈ کے حرکات و سکنات مشاہدہ کرتی رہی لیکن اسے کسی پیش قدمی کے ایثار نہیں آئیں۔پھر بھی کسی ناگہانی خطرے سے بچنے اس نے نئی ترغیب سوچی جو صبح ہوتے ہی اس نے پوری کرنی تھی۔

"کون ہے ڈیڈ کا وہ وفادار جو میرے پیٹھ پیچھے ان سے ملا ہوا ہے۔۔۔۔"

رات دیر گئے کمرے میں چکر کاٹتے اس شخص کے بارے میں سوچتی رہی اور دماغ پر کچھ زور دے کر ایک عکس نمایاں ہوا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اگلی صبح وہ آفس میں دائیں سے بائیں چکر کاٹتے شدت سے کسی کی منتظر تھی۔

"وکیل صاحب۔۔۔۔میں آپ کا ہی ویٹ کر رہی تھی۔۔۔۔آیئے۔۔۔ جلدی سے کاغذات تیار کرواتے ہیں۔۔۔۔"وکیل صاحب کو دیکھتے وہ ان کو ساتھ لیے اپنے کیبن میں در آئی۔

افتخار اتنی صبح وکیل صاحب کو دیکھ کر مشکوک ہوا۔

"کونسے پیپرز تیار کروا رہی ہیں یہ۔۔۔۔۔"اس نے مشکوک انداز سوچا اور ان کے پیچھے چل پڑا۔

عرشیہ نے باقی اسٹاف کو وہی روک لیا مگر افتخار کو ساتھ آنے دیا۔وہ اور وکیل صاحب کیبن کے صوفے پر آمنے سامنے بیٹھے اور افتخار ان کے سامنے کھڑا رہا۔

"تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔۔۔۔۔"عرشیہ نے اسے دیکھا اور پیار سے سوال کیا۔

"کس بارے میں۔۔۔۔۔میں سمجھا نہیں۔۔۔۔"افتخار نے باری باری ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"اس دن میں تمہیں سمجھ نہیں سکی۔۔۔۔اب سمجھ آئی۔۔۔۔تم بہت اچھے ہو۔۔۔۔"عرشیہ خمار آلود نظروں سے اسے دیکھتے اس کے پاس آئی اور اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔

افتخار کی آنکھیں چمک گئی۔

"میرا ساتھ دو گے۔۔۔۔"عرشیہ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

افتخار کو لگا وہ اس سے شادی کرنے جا رہی ہیں یا اسے بزنس میں اپنا پارٹنر بنا رہی ہے اس لیے فوراً ہامی بھری۔ عرشیہ نے پلٹ کر شریر نظروں سے مسکراتے ہوئے وکیل صاحب کو دیکھا تھا۔ وکیل صاحب اس کے مسکان سے قدرے پریشان ہونے لگیں۔ جب بھی عرشیہ ایسے مسکراتی تھی کچھ غلط ضرور ہونے والا ہوتا۔ ایسا وکیل صاحب کا اندازہ تھا۔

عرشیہ نے اپنے کمر پر ہاتھ رکھتے وکیل صاحب کو اپنی وصیت درج کروانا شروع کیا۔

"وکیل صاحب۔۔۔۔ لکھیئے۔۔۔۔۔ عرشیہ کے مرضی کے بغیر اگر اس کے والدین نے اس کی زبردستی شادی کروائی۔۔۔۔۔۔ یا کمپنی کو حاصل

کرنے جانی یامالی نقصان پہنچایاتو درانی ہارڈ ووڈ کمپنی چیرٹی میں چلیں جائیں گی۔۔۔۔اور مسٹر اینڈ مسز تابش درانی کوایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملیں گی۔۔۔۔۔"اس کا حکم سن کر وکیل صاحب سمیت افتخار بھی دنگ رہ گیا۔

افتخار نے جاکر تابش صاحب کو خبر کرنے کی کوشش کی مگر چونکہ عرشیہ نے اس کاراستہ روکا ہوا تھااس لیے جاناسکا۔وکیل صاحب کے تاثرات پریشان کن ہو گئے۔

"مگر عرشیہ۔۔۔۔وصیت بدلنے سے پہلے تابش صاحب سے پوچھناپڑے گا۔۔۔۔"وکیل صاحب اسے سمجھاتے اس کے پاس آئیں۔

"کمپنی کس کی ہے۔۔۔۔میری۔۔۔۔تواس کے دل میں تبدیلی کرنے کا حق صرف مجھے ہیں۔۔۔۔آپ بنا رہیں ہیں پیپر زیا میں کوئی اور وکیل بلا لوں۔۔۔۔"اس نے وکیل صاحب کی نصیحت خاطر میں نہ لاتے ہوئے آنکھیں دکھائی۔

وکیل صاحب متذبذب ہوتے اپنی جگہ بیٹھ گئے اور دل بنانے لگیں۔افتخار مضطرب ہونے لگااور معذرت کرتاوہاں سے نکل گیا۔کوریڈور میں آتے ہی اس نے تابش صاحب کو کال ملائی اور در پیش صورت حال سے آگاہ کر ہی رہا تھا کہ اپنے پیچھے کسی کا سایہ دیکھ کر ایڑیوں کے بل مڑا۔

"میں جانتی تھی۔۔۔۔تم ایسا ہی کچھ کروگے۔۔۔۔اتنے دنوں سے تمہارے بدلے تیور۔۔۔۔بار بار مجھ سے دوستی کرنا میرے قریب آنے کی

کوشش کرنا۔۔۔۔۔یہ سب مجھے پہلے ہی سمجھ جانا چاہیئے۔۔۔۔"عرشیہ سینے پر ہاتھ باندھے گھور رہی تھی۔

افتخار نے موبائل فون کان سے ہٹا کر نیچے کر دیا۔

"خبر دے دی میرے ڈیڈ کو یا ابھی باقی ہے۔۔۔۔"اس نے سرد مہری سے سانس خارج کیا اور ایک لفافہ اس کے آگے کیا۔

افتخار نے بے یقینی سے وہ لفافہ لیا اور کھولنے لگا۔

"میں نے تمہیں نوکری سے نکال دیا ہے۔۔۔۔۔میرے ڈیڈ کے کہنے پر کام کر رہیں تھے نا یہاں۔۔۔۔تو اب جاوانہی کے ساتھ کام کرو۔۔۔۔۔مجھے

تمہاری ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔"عرشیہ نے طنزیہ جواب دیااور پلٹ کر جانے لگی۔

"عرشیہ۔۔۔۔۔میم۔۔۔۔۔ایسامت کرو۔۔۔۔میں پانچ سال سے اسی کمپنی میں کام کر رہاہوں۔۔۔۔پلیز نوکری سے مت نکالو۔۔۔۔"وہ اس کے پیچھے ہو لیا۔

"یہ میرے ڈیڈ کا مخبر بننے سے پہلے سوچنا چاہیئے تھا۔۔۔۔۔گارڈز۔۔۔۔۔"

اسے ڈپٹ کر عرشیہ نے بلند آواز میں گارڈز کو بلایا۔

دو باوردی گارڈز آگے پیچھے بھاگتے اس کے سامنے آئیں۔

"اس کمپنی میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔نکال پھینکو اسے باہر۔۔۔۔

"اس نے یوں حاکمانہ انداز میں حکم صادر کیا کہ گارڈز نے فورا افتخار کو بازووں سے پکڑ لیا اور باہر لیں جانے لگیں۔

"اگر یہاں کوئی اور بھی میرے ڈیڈ یا مام کا مخبر موجود ہیں تو خود ہی نکل جائیں۔۔۔۔ورنہ میں اگلی مرتبہ اس سے بھی برا پیش آوں گی۔۔۔۔"ہال میں موجود کارکنان مکمل خاموشی سے اسے دیکھ رہیں تھے جب وہ دھمکاتے ہوئے غرائی۔

اس کی دھمکی پر آفس میں ہڑ بڑی سی مچ گئی۔اس نے باری باری سب کے پریشان کن تاثرات دیکھے اور لمبی ہیل پر ٹک ٹک کرتی اپنے کیبن میں چلی گئی۔

تب تک وکیل صاحب پیپرز تیار کر چکیں تھے۔عرشیہ نے مشکور ہوتے انہیں دیکھا اور سائن کر کے پیپر قانونی کارروائی کے لیے وکیل صاحب کے سپرد کئے۔

"وکیل صاحب۔۔۔۔آپ نے کبھی نا کبھی کسی بدمعاش گینگ کا کیس تو لڑا ہو گا۔۔۔۔کسی ایسے بندے کو جانتے ہیں جو پیسے کے لیے بائیو ڈیٹا جانے بغیر کسی کا بھی منہ توڑ دیں۔۔۔۔"وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے مغرور مسکان سجائے صوفے کے پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی۔

"ہمم۔۔۔۔میں نمبر بھیج دوں گا۔۔۔۔"وکیل صاحب بغیر کسی مباحثہ کے مان گئے۔وہ جانتے تھے عرشیہ سے بحث کرنا یا سمجھانا بے کار ہے۔

"تھینکیو۔۔۔۔آپ بہت اچھے ہیں۔۔۔۔"عرشیہ چہک اٹھی۔

وکیل صاحب آبرواچکا کر رخصت ہوگئے اور عرشیہ موبائل اٹھا کر پیغام کا ریکارڈڈ شو سننے لگی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

افتخار وہاں سے نکالے جانے پر سیدھے تابش صاحب کے آفس آگیا اور انہیں ساری روداد سنائی۔

"وہ ایسا نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔میں وہ کمپنی چیرٹی کے ہاتھوں برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔۔۔۔۔"تابش صاحب نے غصے سے چیئر اٹھا کر دیوار پر دے ماری۔

افتخار نے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اس وقت کسی کے سننے والے نہیں تھے۔لمبے ڈگ بھرتے آفس سے باہر گئے اور عرشیہ کے آفس کا رخ کیا۔ان کے غضب سے گھبرا کر افتخار نے سیرت بیگم کو کال ملائی اور فورا سے بیشتر عرشیہ کے آفس پہنچنے کی درخواست کی۔

کچھ دیر بعد تابش صاحب درانی ہارڈ ووڈ کمپنی کے اس کیبن میں در آتے نظر آئیں۔

"یہ سب کیاڈرامہ ہے عرشیہ۔۔۔۔۔۔ایسے کیسے تم بابا کی ول چینج کر سکتی ہو۔۔۔۔۔"وہ اس قدر تند و تیز آواز میں چلاتے کیبن کے اندر داخل ہوئے کہ ایک پل کے لیے واقعی عرشیہ کے پیروں تلے زمین نکل گئ۔

"میں نے ول چینج نہیں کی ڈیڈ۔۔۔۔۔میں نے صرف اپنے دفاع کے لیے دوسری ول بنوائی ہے۔۔۔۔۔"عرشیہ بمشکل بول سکی تھی۔

"کاظم کو تو میں بعد میں دیکھ لوں گا۔۔۔۔۔پر سب سے پہلے تم میری بات کان کھول کر سن لو۔۔۔۔۔تمہاری شادی اسی سے ہو گی جس سے میں کہوں گا۔۔۔۔"ڈیڈ نے انگلی دکھاتے دھمکایا۔

"اسی لیے آپ نے اسے مجھ سے دوستی بڑھانے کی تجویز دی تھی نا۔۔۔۔"

اس نے ڈیڈ کے پیچھے کھڑے افتخار کے جانب اشارہ کیا۔

ڈیڈ نے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔

"سوری ڈیڈ۔۔۔۔میری دفاعی ول کورٹ نے منظور کر لی ہے۔۔۔۔اب آپ کچھ نہیں کر سکتے۔۔۔۔"عرشیہ نے شانے اچکاتے انہیں مزید طیش دلایا۔

"میں تمہیں۔۔۔۔۔"تابش صاحب نے ہاتھ بڑھا کر عرشیہ کے بال دبوچ لیے۔

وہ خود کو آزاد کرانے کے جتن کرنے لگی کہ اسی اثناء سیرت بیگم اندر داخل ہوئی۔

"تابش کیا کر رہیں ہو۔۔۔ چھوڑو اسے۔۔۔۔۔"مام نے ڈیڈ کا بازو پکڑ لیا اور انہیں دور کرنے لگی۔

"سر۔۔۔۔ول میں لکھا ہے جانی یا مالی نقصان پہنچایا تو بھی کمپنی چیرٹی میں چلی جائے گی۔۔۔۔ چھوڑ دیں عرشیہ کو۔۔۔۔"افتخار نے ایک سانس میں ول یاد کروائی۔

تابش صاحب نے بے بسی سے اسے پرے دھکیلا۔ عرشیہ کراہتے ہوئے ٹیبل پر جا گری۔اس کی آنکھیں آنسو ضبط کرتے سرخ ہو گئیں تھیں۔چہرہ

غم و ملال سے زرد ہونے لگا۔ کیا اس کے ماں باپ کے دل میں اس کے لیے زرا بھی شفقت نہیں ہے، اس نے آفسردگی سے سوچا۔

"سیرت اسے سمجھادو۔۔۔۔اپنی اوقات سے زیادہ اڑھنے کی کوشش نا کریں۔۔۔۔ورنہ منہ کی کھانی پڑے گی۔۔۔۔" وہ مخاطب سیرت بیگم سے تھے مگر ان کی نظریں ٹیبل پر گری عرشیہ پر تھیں۔

آخری مرتبہ اسے گھور کر دروازے کے پار نکل گئے۔ سیرت بیگم ہمدردی سے اس کے سرہانے بیٹھی اور اسے سیدھا کرتے خود سے لگالیا۔ عرشیہ کی قسمت میں محبت اور اپنائیت تھی یا نہیں یہ اسے معلوم نہ تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

شب پیغام کے شو میں جب پیغام نے ایمیلز کھولے تو اسے عرشیہ درانی کے نام سے بھیجے گئے ایمیلز کی بھرمار ملی۔پیغام کو ایک جھٹکے سے اس رات کا واقعہ یاد آیا۔نشے سے بے حال عرشیہ کا چہرا اس کے ذہن کے پردے پر گردش کر رہا تھا۔ایک انجان سی کیفیت تھی جس سے وہ دوچار تھا۔اس کے درانی ہارڈ ووڈ کمپنی کی مالکن بننے کی خبر اب کسی سے چھپی نہیں تھی مگر پیغام کو اس کے رتبے سے زیادہ اس کے غلط افعال نے بے دل کر دیا تھا اس لئے وہ ہر مرتبہ عرشیہ درانی کے نام سے آئیں ایمیلز کھولے بغیر ہی ڈلیٹ کر دیتا۔

اس رات بھی وہ بغور پورا شو سنتی رہی مگر اس کے توقعات کے برعکس پیغام نے ایمیل نہیں پڑھا۔

"بس بہت ہوا۔۔۔۔اب میں برداشت نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔"اس نے بے چینی سے تکیہ اچھال پھینکا۔

ہر مرتبہ اس کا دل بے دردی سے ٹوٹ جایا کرتا مگر اس نے کوشش ترک نہیں کی۔یوں پورے ایک سال بعد ایک رات شب پیغام شو میں نئے آئی ڈی سے بنانام کے ایمیل موصول ہوا۔

"ہائے آر جے پیغام۔۔۔۔آج مجھے آپ کی فین بنے ایک سال ہو گیا ہے۔۔۔۔"پیغام دلچسپی سے ایمیل پڑھنے لگا۔

ہینڈ فری کانوں میں لگائیں عرشیہ کی دھڑکن بڑھ گئی۔

"یہ تو میرا ایمیل ہے۔۔۔۔فائنلی۔۔۔۔"اس کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔اس کا دل برق رفتاری سے دھڑک رہا تھا۔

پیغام معمول کی طرح غیر اخلاقی الفاظ سے بچتے احتیاط کے ساتھ آگے کی لائنز پڑھتا گیا۔

"اس ایک سال میں نا جانے کتنے ان گنت ایمیلز بھیجیں ہوں گے۔۔۔۔۔پتا نہیں آپ یہ بھی پڑھیں گے یا نہیں۔۔۔۔۔پیغام میں صرف فین ہی نہیں۔۔۔۔۔۔آپ کی۔۔۔۔۔"اس کے آگے پیغام کی آواز رک گئی۔

عرشیہ کے آبرو پھیل گئے۔سانس تیز ہونے لگی۔بے قراری بڑھی تو ریڈیو کی آواز فل کر دی۔

"کیاہوا۔۔۔آگے کیوں نہیں پڑھ رہا۔۔۔"اس نے بے چینی سے سوچا تھا۔

پیغام نے بیک گراؤنڈ میں میوزک تک نہ چلائی اسٹوڈیو میں مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔حتہ کہ ٹیکنکل اسٹاف بھی اس کے اس برتاو پر حیران ہوئے۔ایک اسٹاف ممبر نے شیشے پر دستک دے کر اسے متوجہ کروایا۔

"اااہ۔۔۔چلتے ہیں ایک کمرشل بریک کے جانب۔۔۔۔میں ہوں آرجے پیغام۔۔۔سنتے رہیئے شب پیغام۔۔۔۔۔"اس نے مائک پر کمرشل کا اعلان کر کے اسٹاف ممبر کو پانچ منٹ کا اشارہ کیا۔

ابھی بریک کا ٹائم نہیں ہوا تھا اور پیغام کے یوں اچانک کمرشل لگانے پر اسٹاف ممبرز کے مابین حیران کن نظروں کا تبادلہ ہوا۔

دوسری طرف عرشیہ کا پارہ چڑھنے لگا۔

"واٹ۔۔۔۔کمرشل کیوں۔۔۔۔۔میرا ایمیل بیچ میں چھوڑ کر کمرشل۔۔۔۔۔افففف۔۔۔۔۔یہ کیا مصیبت ہے۔۔۔۔"وہ طیش میں آنے لگی۔اس نے زور سے میٹرس پر مقہ دے مارا۔

اس کا بس نہیں چلا کہ وہ ریڈیو ہی توڑ دیں۔اسے پیغام پر شدید غصہ آرہا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

وہیں پیغام خاموشی سے دل میں آگے کے جملے پڑھنے لگا۔

"آپ کی دیوانی ہوں۔۔۔۔۔بہت پیار کرتی ہوں آپ سے۔۔۔۔کئی دفعہ ملنے کی کوشش کی۔۔۔۔ایکسپو سینٹر کے شو میں بھی آئی تھی پر۔۔۔۔آپ سے مل نہ سکی۔۔۔۔۔میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔دن رات آپ کی یادیں مجھے چین سے رہنے نہیں دیتی۔۔۔۔۔مجھے آپ سے بے پناہ محبت ہے۔۔۔۔پلیز پیغام۔۔۔۔۔مجھ سے ملیئے۔۔۔۔بات کیجیئے۔۔۔۔۔یہ میرا کانٹیکٹ نمبر ہے۔۔۔۔۔آئی لو یو پیغام۔۔۔۔۔A D۔۔۔۔۔۔"اظہار محبت کے ساتھ ساتھ موبائل نمبر بھی درج تھا۔

پیغام نے اس دو لفظی نام کے متعلق سوچا اور پھر ڈلیٹ فولڈر میں جا کر عرشیہ کے پچھلے ایمیلز کھولے۔پہلے دو ایمیلز کے علاوہ باقی سب میں ایسے

ہی اظہار محبت کیا گیا تھا۔پیغام سمجھ گیا یہ بے نام ایمیل بھی اسی کا ہے۔ A

Dمطلب.Arshiya Durrani

"یااللہ یہ پاگل لڑکی تو پیچھے ہی پڑ گئی ہے۔۔۔۔"اس نے پیشانی پر ہاتھ مارا۔

بریک کے بعد شو واپس شروع ہوا۔پیغام خود کو نارمل کرتے پھر سے مائک پر گویا ہوا۔

"پیش خدمت ہے ایک مزاحیہ غزل۔۔۔۔اس کے بعد آخری کال لیں کر شو کو وائنڈاپ کریں گے۔۔۔۔عرض ہے کہ۔۔۔۔۔

جب سے تم کو اپنا بنا رکھا ہے۔۔۔

ایسا لگتا ہے اے سی چلا رکھا ہے۔۔۔

دل تو کب کا کسی کو دے چکے ہیں ہم۔۔۔

تیرے لیے گردہ بچار کھا ہے۔۔۔

تم نے نظریں پھیر لی تو کیا ہوا۔۔۔

ہم نے بھی کسی اور سے چکر چلار کھا ہے۔۔۔

ایک آنسو بہا کر احسان کرتے ہو۔۔۔

ہم نے آنکھوں میں نلکا لگار کھا ہے۔۔۔

ہاہاہا۔۔۔کیا بات ہے۔۔۔۔امید ہے آپ سب کو بھی تھوڑی ہنسی آئی ہو گی۔۔۔۔اب چلتے ہیں لاسٹ کالر کے جانب۔۔۔۔"غزل پڑھ کر اس نے کال موصول کی۔آج قسمت عرشیہ کے ساتھ تھی کہ اس کی کال مل گئی تھی۔

"السلام علیکم کون اور کہاں سے۔۔۔۔" پیغام نے آڈیو کی آواز بڑھائی۔

"پیغام میرا ایمیل آدھا پڑھ کر چھوڑ کیوں دیا۔۔۔۔" عرشیہ کی آواز بھیگ گئی۔

پیغام کے تاثرات سخت ہونے لگے۔چند لمحے قبل کی خوش مزاجی جو وہ عرشیہ کے ایمیل کے بعد بمشکل بنا پایا تھا پھر سے تلخی میں بدل گئی۔

"جی۔۔۔۔ہمارے پاس ایمیلز بہت آتے ہیں۔۔۔۔ہر ایک کو پورا پڑھنے کا موقع نہیں ہوتا کالرز کو بھی وقت دینا ہوتا ہے۔۔۔۔۔" پیغام جعلی مسکرایا۔ اسے جھوٹی وضاحت دینا پڑ رہی تھی۔وہ سامعین کی دلچسپی خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"اچھا۔۔۔کوئی بات نہیں۔۔۔۔پر خود تو پڑھ لیا ہے نا۔۔۔۔۔" عرشیہ نے گیلی سانس اندر کھینچ کر خود کو کمپوز کیا۔

"اااہ۔۔۔۔ہیلو۔۔۔۔۔ہیلو۔۔۔۔۔لگتا ہے کال کٹ گئی ہے۔۔۔۔۔" پیغام نے آڈیو بٹن پورا اسکرول کر کے آواز بالکل ہی بند کر دی۔

وہ مزید عرشیہ کی گفتگو نہیں سننا چاہتا تھا۔اس لیے جان بوجھ کر غصیلی نگاہ سے ٹیکنکل ٹیم کو دیکھا اور ہاتھ کھینچی بناتے کال کاٹنے کا اشارہ کیا۔بیک گراؤنڈ میں گانا چلا کر وہ اٹھا اور شیشے کے دروازے سے ٹیکنکل روم میں جھانک کر اسٹاف کو وارننگ دی۔

"اس لڑکی کی دوبارہ کوئی بھی کال آئے تو اسٹوڈیو میں ٹرانسفر مت کرنا۔۔۔۔ مجھے اس سے کوئی بات نہیں کرنی۔۔۔۔۔" دروازے کا ناب مضبوطی سے تھامے اس نے تندی سے کہا۔

اسٹاف ممبر نے ہڑبڑا کر سر اثبات میں ہلایا۔

وہیں عرشیہ اپنے بیڈ پر موبائل پھینک کر غرائی۔

"افففف۔۔۔۔ یہ جان بوجھ کر ایسا کر رہا ہے۔۔۔۔ پہلے میرا ایمیل آدھے پر چھوڑ دیا اور اب جان بوجھ کر میری کال کاٹ دی۔۔۔۔۔ کیوں پیغام۔۔۔۔ کیوں۔۔۔۔۔" وہ بیڈ کی پائنتی کے ساتھ بیٹھتی چلی گئی۔

اس کے آنسو زار و قطار بہنے لگیں۔ گھٹنوں کے گرد بازو حمائل کر کے اس نے سر جھکا لیا۔

اسٹوڈیو میں پیغام کے شو میں اس کی آواز بار بار آن آف ہوتے سن کر اورہان مینجر آفس سے نکل کر باہر آیا۔ پیغام اسی وقت شو ختم کر کے جا رہا تھا۔

"پیغام روکو۔۔۔۔۔" اورہان اس کے پیچھے لپکا۔

پیغام اس کی پکار پر رک کر پلٹا۔

"کیاہوا۔۔۔۔آج شو میں بار بار وقفہ لیں رہے تھے۔۔۔اب ایسے بنا بتائیں جارہے ہو۔۔۔۔سب ٹھیک تو ہے۔۔۔۔"اورہان اس کے بگڑے ہوئے تاثرات دیکھ کر متفکر ہوا۔

"کچھ نہیں یار۔۔۔۔ایک کریزی فین پیچھے پڑ گئی ہے بار بار کالز اور ایمیلز کر کے پریشان کرتی ہے بس اس لیے موڈ آف ہو گیا۔۔۔۔اور کچھ نہیں۔۔۔۔"پیغام نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

"ہاہاہا۔۔۔۔اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔۔۔۔ایسے فینز سے تو روز سامنا ہوتا ہے۔۔۔۔"اورہان نے بات مذاق میں اڑاتے اس کے گرد بازو حمائل کر دیا اور ساتھ چلتے پارکنگ میں جانے لگیں۔

عرشیہ نے سر اٹھایا تو رو رو کر آنکھیں اور ناک سرخ ہو گئے تھے۔

"تم نہیں جانتے پیغام۔۔۔۔۔تم نے کس سے ٹکرانے کی ہمت کی ہے۔۔۔۔۔مجھے یوں اگنور کر کے تم نے اچھا نہیں کیا۔۔۔اب میں تمہیں بتاوں گی کہ عرشیہ درانی کیا چیز ہے۔۔۔۔۔"اس نے دہکتے چہرے پر سے بہتے آنسو ہتھیلی کی پشت سے صاف کیے۔

کچھ دیر سوچ کر اس نے موبائل اٹھایا اور وکیل صاحب کا بھیجا ہوا نمبر ڈائل کیا۔وہ نمبر ایک بدمعاش قیدی کا تھا جسے وکیل صاحب نے جھوٹے گواہان کی مدد سے عمر قید کی سزا سے بچایا تھا اور اس احسان کے بدلے وہ اکثر وکیل صاحب کے غیر قانونی معملات میں مدد کیا کرتا تھا۔عرشیہ کے ضد پر انہوں نے اسے فاخر سے متعارف کروایا تھا۔

"ہاں بولو۔۔۔۔"اسپیکر پر ڈٹی آواز سنائی دی۔

"ایف ایم 88 کے مین آفس کا ایڈریس چاہیئے۔۔۔۔اور دو غنڈے بھی۔۔۔۔"عرشیہ نے بے لچک لہجے میں بولا۔اس کی سرخ آنکھیں دیوار پر ٹکی تھی۔

ZNZ Zubi Novels Zone

"ہو جائے گا کام۔۔۔۔"فاخر نے دو لفظی جواب دے کر کال کاٹ دی۔

اس کی محبت اب ضد میں تبدیل ہو گئی تھی۔گھی سیدھی انگلی سے نا نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی پڑتی ہے کے مصداق اس نے پیغام تک پہنچنے کا دوسرا راستہ

اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔یہ راستہ اسے کہاں لیں کر جاتا اور یہ ضد پیغام کے لیے کتنا برا ثابت ہوتا یہ اس کے گمان میں بھی نا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اس واقعے کے بعد پیغام نے تابش درانی صاحب سے ان کی بگڑی بیٹی کی شکایت کرنے کا ارادہ بنایا مگر وہ اسٹیشن میں ہونے والے تعمیراتی کام کے باعث اتنا مصروف ہو گیا تھا کہ درانی صاحب سے ملنے کا موقع نہ ملا۔

اس روز شام کے وقت کاریگروں کے جانے کے بعد وہ اور اوہان تیسری منزل پر بنے نئے آفس کا جائزہ لیں رہیں تھے جب مین کوریڈور میں شور سنا۔

"پیغام کہاں ہے۔۔۔۔۔مجھے آرجے پیغام سے ملنا ہے۔۔۔۔۔"عرشیہ شور مچاتی ریسپشن پر بیٹھی لڑکی پر چلا رہی تھی۔

اسٹیشن کے سب ہی کارکنان کو اورہان کے جانب سے سخت ہدایات تھیں کہ کوئی بھی باہر والا کسی آرجے کا پوچھنے آئیں تو اس کے اجازت کے بغیر کوئی اسے آرجے کے بارے میں نہیں بتائے گا۔اس رُول کے چلتے ریسپشنسٹ چپ رہی اور عرشیہ کو اسٹیشن کا ماحول خراب نا کرنے کی ہدایت دیتی رہی۔

بلیک کُرتے پاجامے میں ملبوس بالوں کو اوپر باندھے سفید اسکارف کو گلے میں لیے وہ غصے سے سب کو دھمکا رہی تھی۔اس کے ہمراہ فاخر کے بھیجے آدمی بھی تھے جن کے شکل وصورت سے ہی ایف ایم کے کارکنان کو خوف آنے لگا۔

اورہان اور پیغام شور سن کر تیزی سے سیڑھیاں اترتے نیچے آئیں۔ عرشیہ کو چلاتے دیکھ کر پیغام دو قدم پیچھے ہی رک گیا۔ وہ عرشیہ کو پہچان گیا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے۔۔۔۔۔ کیوں شور مچا رکھا ہے۔۔۔۔۔" اورہان تند تاثرات بنائے ان کے بیچ آیا۔

"سر یہ آرجے پیغام سے ملنے کی ضد کر رہی ہیں۔۔۔۔۔ اور کہہ رہی ہیں ان سے نہ ملوایا تو اسٹوڈیو توڑ دیں گی۔۔۔۔" ریسپشنسٹ نے مختصر روداد سنائی۔

Zubi Novels Zone

"اواچھاہاتھ تولگا کر دکھائیں کسی چیز کو۔۔۔۔۔باپ کاراج ہے کیا۔۔۔۔۔"

اورہان نے اپنے سامنے کھڑی اسمارٹ سی خوبصورت لڑکی کو سرتاپیر دیکھا۔

پیغام سوچ میں پڑ گیا کہ عرشیہ اسے پہچان کیسے نہیں پارہی ہے جب کہ وہ تو اس سے پہلے مل چکا ہے۔تب فوراسے اس کے ذہن میں جواب ابھرا کہ اس رات تو وہ بے حد نشے میں تھی کہ اگراس نے اسے دیکھا بھی ہو گا تو چہرا یاد نہیں ہو گا۔وہ قدم قدم چلتے اورہان کے ساتھ آن کھڑا ہوا۔اورہان نے ایک نظراسے دیکھا۔پیغام نے تپے انداز میں آبرواچکا کر آنکھیں گھمائیں۔

عرشیہ کواورہان کے استحزیہ جواب پر مزید غصہ آیا۔اس نے ساتھ کھڑے غنڈے سے ڈنڈالیااوراپنی پوری قوت لگا کر دائیں جانب پڑے ٹیبل پر دے مارا۔چونکہ ٹیبل شیشے کا تھااس لیے ایک جھٹکے کے ساتھ ٹوٹ کر بکھر گیا۔

شیشہ ٹوٹنے کی بلند آواز سے وہاں موجود کارکنان میں خوف وہراس سا پھیل گیا۔

اورہان کے آبروتن گئے وہ طیش میں آتے عرشیہ کے سمت بڑھا پر ان دونوں غنڈوں نے اپنا خوفناک ہولیہ بناتے اسے روک لیا۔ایک غنڈے نے اورہان کا جبڑا دبوچ لیا تھا۔پیغام لب بھینچ کر کوئی فوری ترقیب سوچنے لگا۔

"چھوڑواسے۔۔۔۔"اس نے آگے آکر غنڈے کے گرفت سے اورہان کو چھڑایا۔

"میں ابھی پولیس بلاتا ہوں۔۔۔۔"اورہان نے جیب سے موبائل فون نکالا۔

دوسرے سمت سے پہلے غنڈے نے واپس اسے دبوچنا چاہا پر عرشیہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک لیا اور خود اور ہان کے روبہ رو آئی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔تم پولیس بلواو۔۔۔۔میں میڈیا کو بلاتی ہوں۔۔۔۔آج تمہارا یہ لکا چپی کا کھیل فاش کروا کر رہوں گی۔۔۔۔۔جتنی محنت تم آرجے پیغام کو چھپانے میں کر رہیں ہو۔۔۔۔۔ایک منٹ میں یہ سب مٹی میں مل جائیں گا۔۔۔۔" عرشیہ نے ان دونوں کو گھورا اور اپنے موبائل میں فاخر کا نمبر ملانے لگی۔

"روکو۔۔۔۔کوئی کسی کو نہیں بلائے گا۔۔۔۔" پیغام نے ہاتھ اٹھا کر ان دونوں کو روکا۔

اورہان نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔پیغام اسے نظر انداز کر کے عرشیہ کے مقابل آیا۔

"تمہیں آرجے پیغام چاہیئے نا۔۔۔۔یہی تو ہیں آرجے پیغام۔۔۔۔۔"اس نے گردن موڑ کر اورہان کو آرجے پیغام کے نام سے متعارف کروایا۔

اورہان کا منہ کھل گیا۔عرشیہ سوچ میں پڑ گئی۔اس نے ذہن پر زور دے کر ایکسپوسینٹر کے شو میں اُس آرجے پیغام کا ہولیہ یاد کرنے کی کوشش کی۔

چونکہ پیغام اور اورہان قد کاٹ اور جسامت میں مماثلت رکھتے تھے اس لیے عرشیہ کو وہ ہولیہ سامنے سوٹ اور بوٹ میں تیار اورہان سے ملتا جلتا لگا۔

"پر۔۔۔۔۔۔اس سے زیادہ تو تمہاری آواز آرجے پیغام جیسی ہے۔۔۔۔۔"

عرشیہ نے ایک آبرو اٹھا کر بغور اسے دیکھا۔وہ عام سے ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس تھیکے نین نقش کا حامل مڈل کلاس لڑکا اسے بالکل نہ بھایا۔

"وہ۔۔۔۔۔اااہ۔۔۔۔۔میں ٹیکنکل اسٹاف ممبر ہوں نا۔۔۔۔۔ان کے سارے شوز کی آڈیو ٹیونگ میں ہی کرتا ہوں تو۔۔۔۔۔۔آواز کی پچ (pitch ایک جیسی لگتی ہیں۔۔۔۔آج کل تو ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے نا۔۔۔۔۔کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔مرد کی آواز عورت جیسی ہو جاتی ہے اور عورت کی آواز مرد جیسے۔۔۔۔۔یہاں کمپیوٹر سے بہت سی آوازوں میں ردو بدل کیا جاتا ہے۔۔۔۔پر۔۔۔۔آرجے پیغام یہ ہی ہے۔۔۔۔۔"پہلے پہل اس کا تبصرہ سن کر پیغام قدرے گھبرا گیا مگر پھر بات سنبھال لی۔

اور ہان اپنی جگہ جامد کھڑے پیغام لے جھوٹ پر دنگ رہ گیا تھا۔وہیں عرشیہ کا غصہ یل دم غائب ہو گیا۔اس نے خود کو کمپوز کرتے لمبا سانس لیا۔چونکہ اور ہان خاموش کھڑا رہا اس لیے بقیہ کارکنان نے بھی اس کے اور پیغام کے معاملے میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کی۔

عرشیہ کا برتاو نارمل ہوا تو پیغام نے سکون کا سانس لیا۔وہ اس کے جھوٹ کو پکڑ نہیں پائی اور اور ہان کو ہی آرجے پیغام مان لیا اور اور ہان جواب تک پیغام کے اتنے بڑے جھوٹ پر شاک موبائل ہاتھ میں لیے کھڑا تھا؛اس نے اس کے ہاتھوں سے موبائل اچک کر اپنے نمبر پر مس کال دی۔

"میں کال کروں گی۔۔۔۔اٹھا لینا۔۔۔۔ورنہ اگلی دفعہ میڈیا اور پولیس دونوں ساتھ لیں کر آوں گی۔۔۔۔" سختی سے اسے تنبیہہ کرتے ہوئے پلٹ کر جانے لگی۔

اس کے جاتے ان دو غنڈوں نے اور ہان کو گھورا اور عرشیہ کے پیچھے ہو لیئے۔

ماحول کی گھمبیری میں کمی آئی تو اور ہان نے دانت پیستے پیغام کو جھپٹ لیا۔

"تُو زرا میرے ساتھ چل۔۔۔۔" وہ پیغام کو کالر سے پکڑے تقریباً گھسیٹتے ہوئے اپنے کیبن کے جانب بڑھ گیا۔

کیبن میں در آتے اور ہان نے اسے زور سے پرے کرتے اپنے عتاب کا نشانہ بنایا۔اس کے زور سے پیغام گھوم کر رہ گیا۔

"یہ کیا حرکت تھی پیغام۔۔۔۔"اس کی تند و تیز آواز پر پیغام واقعی چھنپ سا گیا۔

"سوری یار۔۔۔۔۔یہ وہی سائکولڑکی ہے جو مجھے شومیں ایمیلزاور کالز کر کے پریشان کرتی تھی۔۔۔۔۔"پیغام نے ہاتھ اٹھا کر معذرتخواہانہ انداز میں سر کھجایا۔

"توخود اس سائکولڑکی سے بچنے تُونے مجھے بلی کا بکرا بنا کر پیش کر دیا ہاااں۔۔۔۔۔"اورہان نے چلاتے ہوئے اسے دھکیلا۔

"یاراس وقت مجھے اور کوئی ترقیب نہیں سوجی۔۔۔۔اس کے احمقانہ حرکات کوروکنے یہی حل ملا۔۔۔۔۔"اس کے دھکے کو خاطر میں نہ لاتے پیغام اس سے قریب گیا۔

"بڑی اچھی ترقیب لگائی ہے ہونہہ۔۔۔۔ہٹو۔۔۔۔"اورہان کے غصے میں زرابرابر کمی نہیں آئی۔اس نے خود کو پیغام کی گرفت سے آزاد کروانا چاہا۔

"وہ بے وقوف اور ضدی ہے بس۔۔۔۔اور تھوڑی سر پھری بھی۔۔۔۔ تم لگام لگا کر کنٹرول کر لو۔۔۔۔تم سے پیار کرنے لگی تو ٹرسٹ می لائف بن جائے گی۔۔۔۔تابش درانی کی اکلوتی بیٹی ہے۔۔۔۔بہت امیر ہے اور خوبصورت بھی تو ہے۔۔۔۔"پیغام نے شریر انداز میں آنکھ ماری۔

اورہان نے ماتھے پر بل ڈالے مٹھی بند کر کے ہوا میں بلند کی پر اسے مارا نہیں۔اس کے لیے پیغام دل وجان سے عزیز تھا وہ کبھی اس پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا بلکہ سر جھٹک کر ہونہہ کیا۔

"تمہیں لگتا ہے۔۔۔۔وہ مجھ سے پیار کرے گی۔۔۔۔اتنی اسمارٹ ہے وہ۔۔۔۔۔"اور ہان نے کمر پر ہاتھ رکھتے اس کا جواب دیا۔

"اسمارٹ ہوتی تو میرا جھوٹ نہ پکڑ لیتی۔۔۔۔وہ بس سر پھری ہے۔۔۔اور تم سے پیار کیسے نہیں کرے گی۔۔۔۔اتنے ہینڈسم۔۔۔۔اسمارٹ لڑکے سے کون پیار نہیں کرے گا۔۔۔۔"پیغام نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

"اور اسے اصلیت پتا چل گئی تو۔۔۔۔"اور ہان اب تک مطمئن نہیں ہو سکا تھا۔

"دونوں مل کر سنبھال لیں گے۔۔۔۔۔ساتھ ساتھ پلان کر کے اسٹوری آگے بڑھائیں گے۔۔۔۔ایسا کوئی حل سوچیں گے کہ اسے پتا چلیں بھی تو وہ

برا نہ منائیں۔۔۔۔۔"پیغام دل میں خود بھی اس اندیشے پر متفکر ہوا تھا پر اورہان پر اپنی تشویش ظاہر نہیں ہونے دی۔

"ہمم چل پھر۔۔۔۔اس سے پہلے مجھے پھر سے تجھ پر غصہ آئے شکل گم کر اپنی۔۔۔۔۔"اورہان نے آبرو ملائیں اسے پرے کیا۔

پیغام متبسم ہوتے اسے رخسار پر بوسہ دے کر نکل گیا۔اورہان وہی کھڑا مستقبل میں پیش آنے والے حالات سوچنے لگا۔اس کا متفکر ہونا بجا تھا۔جو کھیل ان دونوں نے نا فہمی میں شروع کیا تھا وہ انہیں بہت مہنگا پڑنے والا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

گھر آکر عرشیہ خوشی سے چہک اٹھی۔آرجے پیغام اس کے سوچ سے زیادہ دلکش شخصیت کا حامل تھا۔اس بات سے انجان کہ جس سے وہ بطور آرجے پیغام متعارف ہو کر آئی تھی وہ اور ہان تھا پیغام نہیں؛اسے وہ بہت بھایا۔اس کے بارے میں سوچتی وہ چینج کرنے چلی گئی۔

اتنی دیر میں اور ہان بھی گھر آچکا تھا وہ واشروم سے فریش ہو کر باہر آیا کہ اس کا موبائل بجنے لگا۔

"ہیلو۔۔۔"اس نے گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتے ہوئے جواب دیا۔

کال پر آواز سن کر عرشیہ دوہری کیفیت کا شکار ہونے لگی۔

"آرجے پیغام۔۔۔۔میں عرشیہ۔۔۔۔کال پر تو آپ کی آواز بالکل بھی چینج ہیں۔۔۔۔"اس نے اس کے پیغام ہونے کی تصدیق کرنا چاہی۔

"اا۔۔۔وہ میرے دوست نے سب کلیر کر دیا تھا نا۔۔۔۔ریڈیو پر آڈیو ٹیون کر کے سنائی جاتی ہے تو اس لیے اصل آواز میں فرق ہوتا ہے۔۔۔۔"اور ہان نے جان چھڑانے کے انداز میں کہا۔

"آپ ناراض ہیں مجھ سے۔۔۔۔"اس کی آواز میں شرمندگی در آئی تھی۔

"نہیں۔۔۔۔۔بس آپ کے جنون کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔۔۔۔"اور ہان اب میٹھی باتیں کرتا بیڈ پر لیٹ گیا۔

"میں نے جب سے آپ کا شو سنا ہے راتوں کی نیند اور دن کا چین کھو بیٹھی ہوں۔۔۔۔" عرشیہ نے بلش کرتے آنکھیں میچ لی۔

"اور اب لگتا ہے میرے کھونے کی باری ہے۔۔۔۔۔" اور ہان پوری طرح اسے باتوں میں پھنسا رہا تھا۔

"ہہہہہ۔۔۔۔۔" عرشیہ ہنس پڑی۔

اس کے لیے تو یہی کافی تھا کہ پیغام اس سے بات کر رہا تھا۔ مگر حقیقت ان تینوں کی زندگی پلٹ کر رکھنے والی تھیں۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

باتوں باتوں میں وقت کا پتا ہی نہ چلا۔ان کے رابطے بڑھتے گئے اور عرشیہ کا پیغام کے لیے پیار بھی۔اس کا پیار اصلی تھا مگر سامنے موجود آرجے نقلی۔

اس رات ایک نئے موٹیویشنل اسپیکر کا انٹرویو ہونا تھا۔ریڈیو اسٹیشن میں صبح سے مہمان کے آمد کی تیاریاں چل رہی تھی۔شام کے وقت پیغام بھی اور ہان کا ہاتھ بٹانے آگیا۔وہ دونوں براڈکاسٹ روم میں سارے ٹیکنکل انتظامات دیکھ رہیں تھے۔اور ہان بار بار کال کاٹتے تپ گیا اور بدمزاجی اسٹاف پر غصے کی صورت ظاہر ہونے لگی۔

"کیا ہوا۔۔۔۔کون کال کر رہا ہے بار بار۔۔۔۔"پیغام نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اپنے جانب متوجہ کیا۔

"تیری مصیبت۔۔۔۔جو تُو نے میرے گلے باندھ دی ہے۔۔۔۔"اورہان کا مزاج واقعی بگڑا ہوا تھا۔

"سوری۔۔۔۔۔اچھالاودو۔۔۔۔میں خود اس سے بات کرتا ہوں۔۔۔۔" پیغام نے خجالت ہوتے اپنی غلطی سدھارنے کی کوشش کی۔

"کیا بات کروگے۔۔۔۔۔"اس نے منہ بھسورتے گھورا۔

"سب سچ بتادوں گا۔۔۔۔کہہ دوں گا تمہیں تنگ نہ کریں۔۔۔۔"پیغام نے ایمانداری سے سب سچ بتانے کا فیصلہ کیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔وہ پھر سے اسٹیشن آکر ہنگامہ کھڑا کر دے گی۔۔۔۔۔۔"اور ہان اس دن کا واقعہ بھولا نہیں تھا۔

"اسے مجھ سے پرابلم ہے۔۔۔۔۔میں بات کروں گا تو وہ کوئی ہنگامہ نہیں کرے گی۔۔۔۔"پیغام نے یقین دلایا پر اور ہان نے بات اڑا دی۔

"رہنے دے۔۔۔۔۔میں خود ہی سنبھال لوں گا۔۔۔۔"اس نے خود کو برتری دیتے داد دی۔

"اوکے تیری مرضی۔۔۔۔۔"اس نے شانے اچکا دیئے۔

ایک بے چین کیفیت اور ہان کے دل میں عرشیہ کو دھوکے میں رکھنے سے تھی اور ایک اب پیغام سے جھوٹ بول کر جگ رہی تھی پر اس نے اس بات کی خاص پرواہ نہ تھی کیونکہ جھوٹ اور فریب کا یہ سلسلہ پیغام نے ہی تو شروع کیا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

وقت گزرتے ساتھ پیغام کو زندگی معمول پر جاتی نظر آئی۔ وہ اپنے روزمرہ کے جیسے گھر اور اپنے شوز سنبھالتا رہا۔ عرشیہ کا دن آفس میں کام کرتے گزرتا اور رات اور ہان سے کال پر باتیں کرتے۔ ماسوائے پیر اور جمعرات کے وہ ہر رات بات کرتے۔ اور ہان اب پیغام کے جھوٹ کو فراموش کر کے

عرشیہ کے جانب مائل ہونے لگا تھا۔ان کی پسندیدگی اب صرف کالز تک محدود نہ رہی بلکہ ملنے بھی لگیں۔

اس دن عرشیہ نے اسے اپنے آفس مدعو کیا۔

"کیسا ہے۔۔۔۔"پورے آفس گھما کر اسے اپنے کیبن میں لے آئی۔

"بہت اچھا ہے۔۔۔۔"اورہان نے محظوظ ہوتے ہر چیز کا جائزہ لیتے گھوم پورے کیبن کو دیکھا۔

وہ گھوم کر سیدھا ہوا تو عرشیہ نے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام لیا۔

"پیغام۔۔۔۔مجھے کبھی دھوکہ تو نہیں دو گے نا۔۔۔۔"عرشیہ مخمور نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

اس کی نظروں میں خمار جنون اور ہر حد تک جانے کا جذبہ دیکھ کر اورہان کی دھڑکن بے ترتیب ہونے لگی۔اس نے سر نفی میں ہلاتے اپنی نظریں پھیر لی۔عرشیہ خوشی سے کھلکھلا اٹھی اور اس کے سینے سے جا لگی۔

اورہان کو اس کے یوں نزدیک ہونے کا گمان نہ تھا اس لیے چونک اٹھا۔کال پر بات کرنے تک تو ٹھیک تھا مگر کسی اور کے پہچان سے رقابت بڑھانا صحیح نہیں لگا اس لیے اسے خود سے الگ کرتے شیلف پر رکھیں کتابوں کے سمت بڑھ گیا۔عرشیہ اس عمل کو اس کی پاک محبت کا اشارہ سمجھ کر بلش کرنے لگی اور اپنے بے اختیار ہونے پر خود کو ڈپٹا تھا۔

"آئی لو دس بک۔۔۔۔"شیلف پر ایک شیکسپیئر کی انگلش ناول کی کتاب پر اورہان کی نظر پڑی تو اٹھا کر دیکھنے لگا۔

"تم لیں جاو۔۔۔۔میں ناولز نہیں پڑھتی۔۔۔۔۔یہ کتابیں تمہارے کام آئے تو مجھے خوشی ہو گی۔۔۔۔"محبت سے لبریز لہجے میں کہتے اس نے قریب آکر اورہان کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

کسی جوان مرد کے ساتھ اس کی پسند کردہ جنس مخالف ہو اور وہ خود پر حق بھی دینے راضی ہو تو بہت کم فیصد حضرات اپنے نفس پر قابو کر پاتے ہیں۔

اورہان کی بھی کچھ ایسی کیفیت ہو رہی تھی۔اس کا نفس للچانے لگا مگر ضمیر ملامت کرتا احساس جرم میں اضافہ کر گیا۔عرشیہ، پیغام کی محبت میں اندھی

تھی پر وہ تو سچائی سے آشنا تھا۔یہ سوچتے وہ پھر سے عرشیہ کے رقبت سے دور ہوا۔

"مجھے اب جانا چاہیئے۔۔۔۔اسٹیشن میں پینٹ کا کام چل رہا ہے نا۔۔۔۔وہ بھی دیکھنا ہے۔۔۔۔۔"اس نے ماتھے پر نمودار ہوتے پسینے کو صاف کیا۔

"پیغام۔۔۔۔میرے لیے کوئی شعر سناتے جاو۔۔۔۔"عرشیہ نے معصومانہ فرمائش کرتے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"شعر۔۔۔۔۔"یہاں آکر اورہان کے حواس اڑ گئے تھے۔

"ہاں۔۔۔۔کوئی پیار بھرا۔۔۔۔تمہارے عشق سے لبریز شعر۔۔۔۔"

عرشیہ بلش کرتے امید بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

اور ہان کے سمجھ نہ آیا کہ وہ اس حالت سے خود کو کیسے نکالے۔اس نے اسکول کالج ہر تعلیمی ادارے میں اردو مضمون کو کبھی سیریس ہی نہیں لیا تھا اس لیے شعر وادب سے اس کا دور دور تک کوئی واسطہ نہیں تھا تو اب شعر کیسے سناتا۔

"مجھے شعر نہیں آتا۔۔۔"اس نے شرمندہ ہوتے جواب دیا۔

"ہاہاہا۔۔۔۔اتنے شعر و نظم اور غزلیں سناتے تو ہو ریڈیو میں۔۔۔۔"عرشیہ کو اس کا جواب بے منطق سا لگا تھا۔

"وہ تو۔۔۔۔میں موبائل سے پڑھ کر سناتا ہوں۔۔۔۔"اورہان کو اپنا آپ بری طرح پھنستے ہوئے محسوس ہوا۔

"اچھا تو۔۔۔۔۔موبائل سے پڑھ کر ہی سنا دو۔۔۔۔"عرشیہ نے دوسرا حل نکالا۔

اورہان کا گلا خشک ہونے لگا۔عرشیہ آج شعر سنے بغیر نہیں مانے گی یہ وہ سمجھ گیا تھا۔اسے جتانے اورہان نے اپنا موبائل فون نکالا اور جان بوجھ کر الگ الگ فولڈرز میں دیکھنے لگا۔

"اوہو وو۔۔۔کہاں گیا اشعار والا فولڈر۔۔۔۔"اس نے اداکاری شروع کر دی۔

عرشیہ مشکوک ہونے لگی۔اس کی چھٹی حس نے گھنٹی بجائی پر اسے اپنی محبت پر اعتبار تھا اس لیے دل میں اٹھتے سوالوں کو نظر انداز کر گئی۔

"اووہاں یاد آیا۔۔۔وہ فولڈر تو ریڈیو اسٹیشن کے موبائل میں ہے۔۔۔۔پرسنل موبائل میں نہیں۔۔۔۔"اورہان نے حس مزاح میں بات بدلنی چاہی۔

عرشیہ بے دلی سے مسکرادی۔

"ابھی مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔۔۔اگلی مرتبہ پکا بہت سارے اشعار یاد کر کے آوں گا۔۔۔۔۔پرامس۔۔۔۔اوکے بائے جان۔۔۔۔"اور ہان نے جلدی سے الوداع کہا اور کیبن سے باہر نکل گیا۔

باہر آکر سانس بحال کی اور لفٹ میں در آیا۔اس کی مانو جان گلے میں اٹک گئی تھی۔ عرشیہ وہی کھڑی اس کے بدلتے انداز سوچتی رہی۔ایک پل کے لیے چھٹی حس نے اشارہ دیا تھا کہ وہ اس کا پیغام نہیں ہے پر تین ماہ سے کانٹیکٹ میں ہونے کے بعد اب اس کا اس اشارے پر یقین کرنا زرا مشکل تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اگلے روز موسم گرما کا سورج اپنے تاب سے چمک رہا تھا۔ گرمی کی شدت کافی تیز تھی۔ پیغام سر پر وہی بلیک پی کیپ پہنے تعمیراتی کام کروا رہا تھا جب اورہان تیزی سے اسٹیشن کے اندر داخل ہوا۔

"آج کل بہت لیٹ آرہے ہو۔۔۔۔سب خیریت تو ہے۔۔۔۔"اس نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"ایک اور جگہ کسی سے ملنے گیا تھا۔۔۔"اورہان نے آنکھوں پر ہاتھ سے سایہ کرتے سر اوپر اٹھا کر پینٹ کرتے مزدوروں کو دیکھا۔

"کس سے ملنے۔۔۔۔"پیغام ایک آبرو اٹھا کر کمر پر ہاتھ رکھتے اس کے جانب مڑا۔

"وہ بابا کے دوست ہیں۔۔۔۔بابا نے ان کا پوچھنے کے لیے کہا تھا تو ملنے چلا گیا۔۔۔۔"اور ہان نے معمولی بات کے سے لاپرواہی سے جواب دیا۔

چونکہ اب وہ خود عرشیہ کو پسند کرنے لگا تھا اس لیے پیغام سے اس کے متعلق کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔مگر نا جانے کسی احساس کے تحت اس نے از خود ہی پوچھ لیا۔

"اور بتاو۔۔۔۔مس درانی سے بات ہوتی ہے۔۔۔۔"پیغام نے بغور اس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھتے سوال کیا۔

"ہمم ہوتی ہے۔۔۔۔"اور ہان نے بااعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"تو سیٹنگ ہو گئی ہے اس سے۔۔۔۔۔پسند کرنے لگے ہو اسے۔۔۔۔"اب کی بار اس کا انداز شریر تھا۔

"ہہہہ۔۔۔۔بہت۔۔۔۔۔"اورہان بھی اسی انداز ہنس پڑا۔

پیغام ہنس نا سکا۔ مصنوعی مسکان سے نواز کر رخ موڑ گیا۔ زندگی میں پہلی مرتبہ اسے اورہان سے حسد ہوئی تھی۔ شاید وجہ عرشیہ کا اس کے لیے پیار تھا جس کا اورہان نے فائدہ اٹھایا تھا مگر اسے یہ موقع بھی تو اس نے خود دیا تھا اس لیے سر جھٹک کر اس بڑھتے ندامت کو دل میں دفنا گیا۔◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اور ہان سے بات کر کے عرشیہ کو اپنی بے رنگ زندگی میں رنگ بھرتے نظر آئیں۔اس نے اپنا مزاج کافی حد تک بدل دیا تھا۔غصہ اور ضد تو اب محض نام کے تھے جبکہ اسکی جگہ اس نے محبت اور انسانیت کو اپنا نیا صفت بنالیا جو وقتی طور پر اس کا ساتھی تھا۔

"گڈ مارننگ ڈیڈ۔۔۔۔"اس دن عرشیہ صبح صبح ناشتے کے ٹیبل پر آئی اور ڈیڈ کے کندھے کے گرد بازو حمائل کر کے ہوائی بوسہ دیا۔

تابش صاحب اور سیرت بیگم نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

"عرشیہ۔۔۔۔۔سب ٹھیک ہیں۔۔۔۔"تابش صاحب پوچھے بغیر نہ رہ سکے۔

"یس ڈیڈ۔۔۔۔جو ٹھیک نہیں تھا۔۔۔۔اب وہ بھی ٹھیک ہو رہا ہے۔۔۔۔"عرشیہ کی خوشی اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔

"اچھا وہ کیسے۔۔۔۔۔؟اب کی بار سوال سیرت بیگم نے کیا۔

"مام۔۔۔۔۔میں نے لائف کو نئے نظریے سے دیکھنا شروع کیا ہے۔۔۔۔۔اور مجھے اس تھیراپی سے کافی فائدہ ہو رہا ہے۔۔۔۔۔"عرشیہ ٹوسٹ پر مکھن لگاتے بولی۔

وہ فل وقت اپنے والدین کو اور ہان، جیسے وہ آرجے پیغام سمجھ بیٹھی تھی؛ کے سچائی سے انجان رکھنا چاہتی تھی۔ابھی بہت کچھ تھا جو اسے اس کے مطابق آرجے پیغام کے متعلق جاننا تھا۔

"یہ تو اچھی بات ہے۔۔۔۔۔ورنہ میں تو تمہارے لیے۔۔۔۔۔کسی سائکائٹرسٹ کا اپائنٹمنٹ لینے کا سوچ رہا تھا۔۔۔"ڈیڈ نے مسکراہٹ سے نوازہ۔

"ہاہاہا۔۔۔۔۔ڈیڈ میں اپنا خیال رکھ سکتی ہوں۔۔۔۔آپ اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کریں۔۔۔۔"عرشیہ نے قدرے طنزیہ کہا مگر ڈیڈ اس کی بات مذاق میں اڑا گئے۔

"اپنے ساتھ ساتھ کمپنی کا بھی خیال رکھو۔۔۔۔۔نئے نئے پرواز سیکھے پرندوں کا شکار ہونے میں وقت نہیں لگتا۔۔۔۔۔"تابش صاحب سیریس تھے۔

"نئے پرندے اگر شاہین ہو تو شکاری بھی شکار سے پہلے دس بار سوچتے ہیں۔۔۔۔۔"عرشیہ کی نظریں بھلے ہی فروٹ سے بھرے پیالے پر تھی مگر وہ تابش صاحب کے بگڑتے تاثرات محسوس کر گئی۔

بقیہ وقت خاموشی سے گزرا۔ناشتے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آگئی۔آج اسے آفس کے بعد اورہان کے ساتھ لنچ کرنے جانا تھا۔اس نے وائٹ کلر کا فلورل فراک پہنا۔لمبے بال رول کر کے کھلے چھوڑیں۔بلیک ہیل اور بلیک

شولڈر بیگ سلیکٹ کئے۔آنکھوں میں لائنز اور ہونٹوں پر لپ اسٹک لگا کر آئینے میں خود کو سراہتے وہ سر تا پیر اپنی تیاری سے محظوظ ہوئی۔

دوسری طرف اورہان بلیک سوٹ اور بوٹ میں تیار ہوا۔ہاتھ میں مہنگی گھڑی پہنی اور بالوں کو اسٹائل سے سیٹ کر کے موبائل اور بٹوہ اٹھا کر تیزی میں گھر سے نکل کر کار میں جا بیٹھا۔

ظہر کے بعد آفس سے نکل کر کچھ مسافت کر کے عرشیہ نے ایک عالیشان ریسٹورنٹ کے سامنے کار روکی۔اس کے اسٹیٹس کے لحاظ سے وہ جگہ قدرے چھوٹی تھی مگر جب سے اس نے آرجے پیغام کو اپنی زندگی میں جگہ دی تھی اس نے اسٹیٹس کے تفریق اور رتبے کے بھید بھاؤ کو پس منظر میں ڈال دیا تھا۔ہیل پر ٹک ٹک کرتی وہ ریسٹورنٹ کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوئی۔دائیں جانب کے کونے والے ایک ٹیبل پر اورہان اس کا منتظر نظر آیا۔ایک بڑی سی مسکراہٹ سجائے وہ اس کے قریب گئی۔

"زیادہ ویٹ تو نہیں کروایا۔۔۔۔"شریر انداز میں کہتے مقابل سیٹ پر بیٹھی۔

"اپنے بوائے فرینڈ کو ویٹ کروانا تو حسین لڑکیوں کا اصول سمجھا جاتا ہے۔۔۔۔"اور ہان نے سر تا پیر اسے دیکھا۔

عرشیہ سر پیچھے کرتے منہ پر ہاتھ رکھے ایک ادا سے ہنسی تھی۔آج وہ اور ہان پر قہر ڈالنے کا ایک بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہی تھی۔

"آپ بھی بہت اچھے لگ رہیں ہیں۔۔۔۔"عرشیہ نے مانو جتاتے ہوئے کہا اور ایک آبرو اٹھا کر اور ہان کو دیکھا۔

"اووو تو آپ۔۔۔۔۔ہم سے اپنی تعریف سننا چاہتی ہیں۔۔۔۔۔"اور ہان اس کا اشارہ سمجھ گیا۔

عرشیہ نے گردن اٹھا کر پلکیں جھپکائی۔

"چلو۔۔۔۔آج تمہاری تعریف میں شعر سناتا ہوں۔۔۔۔"اور ہان ٹیبل پر آگے کو ہوا اور موبائل فون اٹھا کر اپنے لائے اشعار کھولنے لگا۔

عرشیہ کی آنکھیں چمک اٹھی۔دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔اس نے ٹیبل پر کہنیاں ٹکا دی۔اسے یہ لمحہ خواب کی سی صورت لگ رہا تھا۔

اور ہان نے گلا صاف کیا اور شعر پڑھنے لگا۔

تیرے ہجر میں گزرے ہوئے سالوں سے محبت

یہ حال ہے کہ پاؤں کے چھالوں سے محبت

جو تجھ سے ہو وابستہ اس ہر چیز سے ہے عشق

تیرے نام سے تیرے ذکر سے حوالوں سے محبت

اس کے ناآشنا تاثرات اور غیر ادبی لہجہ و انداز دیکھ کر عرشیہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"ہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔پیغام۔۔۔۔۔۔یہ کیسے پڑھ رہیں ہو۔۔۔۔۔۔شعر ایسے پڑھتے ہیں کیا۔۔۔۔۔ہاہاہاہا۔۔۔۔۔"ہنستے ہنستے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائیں پیٹ پر ہاتھ رکھ گئی۔

اورہان نے موبائل فون رکھ دیا۔اس کا عاشقانہ انداز اب شرمساری میں بدلنے لگا۔

"ایسا لگا تم نے کبھی کوئی شعر پڑھا ہی نہ ہو۔۔۔۔۔ریڈیو پر تو اتنا اچھے سے سناتے ہو۔۔۔۔۔"عرشیہ اب حیران ہونے لگی۔

اورہان نے تھوک نگل کر گلا تر کیا۔اسے اپنا شعر سنا کر امپریس کرنے کا آئیڈیا بری طرح ناکام ہوتا محسوس ہوا۔

"وہ تو۔۔۔۔۔سب آڈیو اور وائس ٹیون کر کے لوگوں کو سنائیں جاتے ہیں۔۔۔۔۔"اور ہان نے اس نے مزید شک میں پڑھنے سے پہلے وضاحت دی۔

"پھر بھی۔۔۔۔۔۔جتنا بھی کمپیوٹر کا استعمال کیا جائیں۔۔۔۔۔۔انسان کا لہجہ تھوڑی بدلتا ہے۔۔۔۔۔۔۔"عرشیہ نے نیا منطق دیا۔

"ہمممم تمہیں میرا شعر سنانا پسند نہیں آیا تو ٹھیک ہے۔۔۔۔۔اب سے ریڈیو میں ہی سننا مجھ سے دوبارہ سنانے کی فرمائش مت کرنا۔۔۔۔

ہونہہ۔۔۔۔۔۔"اور ہان نے بحث کو ختم کرنے جعلی خفگی اختیار کی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔۔۔۔پیغام۔۔۔۔ناراض کیوں ہو رہے ہو۔۔۔۔"عرشیہ کا دل ڈوبنے لگا۔

اور ہان منہ پھیرے دوسرے سمت دیکھتا رہا۔

"اچھا سوری بابا۔۔۔۔۔"عرشیہ نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

اور ہان اب بھی نا مانا تو وہ اٹھ کر اس کے پیچھے آگئی اور گلے میں بازو ڈالے پیچھے سے ہی گال سے گال ملا کر معذرت خواہ ہوئی۔

"سوری۔۔۔۔پلیززززز۔۔۔۔۔۔۔ناراض مت ہوں۔۔۔۔"اس نے پھر سے کوشش کی۔

وہ دونوں ارد گرد ماحول سے بے خبر اپنے خفا و جفا میں مگن تھے۔چونکہ اس جگہ بہت کم لوگ تھے مگر پھر بھی سب کی نظریں اس جوڑے پر ہی جمی رہی۔

اب کی بار اور ہان مزید خفہ نہ رہ سکا۔ گردن کا رخ اس کے سمت موڑ کر مخمور نظروں سے دیکھنے لگا۔اس کے نگاہ سے عرشیہ کسمسا سی گئی اور فوراً سے ہٹ کر اپنے سیٹ پر واپس آ گئی۔

"مجھے اپنی فیملی سے کب ملوا رہیں ہو۔۔۔۔"اس کے پھر سے ناراض ہونے سے پہلے وہ موضوع گفتگو بدل گئی۔

"میری فیملی سے۔۔۔۔۔"اور ہان پر ایک اور دھماکہ ہوا۔

"ہاں۔۔۔۔انکل آنٹی۔۔۔۔۔بہن بھائی۔۔۔۔۔"عرشیہ نے سوچتے ہوئے افراد خانہ گنوائیں۔

"نہیں ملوا سکتا۔۔۔۔"وہ مانو بڑبڑایا۔

"کیا۔۔۔۔۔"عرشیہ نے صحیح سنا نہیں اس لیے مستفسر ہوئی۔

"ابھی نہیں ملوا سکتا۔۔۔۔۔بابا کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔۔۔۔اور آج تو ان کا اپائنٹمنٹ بھی ہے۔۔۔۔۔یہاں سے جا کر انہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر

جاناہے۔۔۔۔۔اس لیے جلدی سے لنچ کرتے ہیں۔۔۔۔"اورہان تیزی سے نیابہانہ گڑکرویٹر کی تلاش میں دیکھنے لگا۔

عرشیہ بغوراسے مطالعہ کرنے میں مشغول رہی حتہ کہ اورہان نے ویٹر کو آرڈرنوٹ کروایااورسیدھاہوکراس کے جانب متوجہ ہواتب بھی وہ بڑے گہری نظرسے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیاہوا۔۔۔۔"اورہان اس کی نظروں سے پریشان ہونے لگا۔

"کبھی کبھی ایسالگتاہے کہ تم۔۔۔۔۔مجھ سے جھوٹ بہت بولتے ہو۔۔۔۔تمہارے کسی بات سے سچائی والی فیلنگ ہی نہیں آتی۔۔۔۔"عرشیہ نے ٹیک لگائیں سینے پرہاتھ باندھے شانے اچکائے۔

"وہ اس لیے کہ تمہارے ساتھ سازش بہت ہوئے ہیں۔۔۔۔۔تم اب کسی پر آسانی سے بھروسہ نہیں کرتی۔۔۔۔۔۔انسیکیور ہو گئی ہو۔۔۔۔"اورہان نے ہمدردی سے سر جھٹکا۔

عرشیہ گھمبیر ہو گئی۔اسے واقعی اورہان کا منطق بجا لگا تھا۔وہ انسیکیور تھی تو سہی پر اورہان اور پیغام اسے بے وقوف بھی بنا گئے تھے۔

لنچ کے کر اورہان اپنی کار میں نکل گیا اور عرشیہ اپنی کار میں گھر آ گئی۔گھر آ کر بھی عرشیہ مشکوک رہی۔ایک کھٹک سی دل میں بار بار اٹھ رہی تھی۔اس نے اپنا موبائل اٹھایا اور فاخر کو کال ملائی۔

"ہاں بولو۔۔۔۔۔"اسپیکر پر دم دار مردانہ آواز گونجی۔

"ایک پکچر بھیج رہی ہوں۔۔۔۔۔اس کے بارے میں ساری تفصیلات چاہیئے۔۔۔۔۔"اپنی اور اورہان کی سیلفی بھیج کر اس کے متعلق ساری معلومات دینے کا آرڈر دیا۔

"ہو جائے گا کام۔۔۔۔۔"فاخر احکامات پر عمل کرتے اپنی تفتیش میں جٹ گیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

آج اس چھوٹے مگر پکے مکان میں مکمل تاریکی چھائی تھی۔جو ایک زرد بلب گھر کو روشن کیا کرتا تھا آج وہ بھی اپنے اختتام کو پہنچ گیا تھا۔پیغام اسٹول پر کھڑے ہو کر بلب بدل رہا تھا اور امی نیچھے کھڑی موبائل کے ٹارچ سے اس پر روشنی کئے ہوئے تھیں۔بلب بدل کر وہ اترا اور سوئچ لگا کر نیا بلب لگایا تو کمرا روشن ہوا۔

"ہو گیا امی۔۔۔۔"ہاتھ جھاڑ کر اس نے امی کے ہاتھ سے موبائل لے کر ٹارچ بند کیا۔

"ہوتا کیسے نہیں۔۔۔۔میرے محنتی بچے نے جو کیا ہے۔۔۔۔"امی نے اس کے پیشانی پر آئے بال پیچھے کیے اور خود سے لگایا۔

"ہاہاہا۔۔۔۔امی۔۔۔۔۔آپ مجھے بالکل چھوٹے بچے جیسے ٹریٹ کرتی ہیں۔۔۔۔۔" پیغام ان کے ہمراہ چارپائی پر بیٹھ کر ہنس پڑا۔

"ماں کے لیے اولاد چھوٹا ہی رہتا ہے۔۔۔۔۔"امی نے اس کا گال کھینچا۔

"میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے۔۔۔۔آپ کو پُر سکون اور خوش ہی دیکھا ہے۔۔۔۔۔چاہے حالات کیسے بھی تکلیف دہ ہوں۔۔۔۔۔۔آپ ہمیشہ اتنی باصبر کیسی رہتی ہیں۔۔۔۔۔۔"اپنی امی کے معصوم اور جھریوں بھرے چہرے کو دیکھ کر اسے بہت پیار آرہا تھا۔

"بیٹا یہ سب۔۔۔۔۔اللہ کی مہربانی ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔دکھ اور سکھ اپنے تقدیر سے ملتے ہیں۔۔۔۔۔امیری اور غریبی کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں

ہوتا۔۔۔۔۔رونے والے عالیشان محلوں میں بھی روتے ہیں۔۔۔۔۔اور جن کی قسمت میں خوشیاں ہوں۔۔۔۔وہ جھونپڑی میں بھی ہنستے ہیں۔۔۔۔۔انسان کو ہر حال میں اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔۔۔۔۔۔"امی نے نصیحت کے انداز میں کہا۔

امی کی بات پر پیغام سر کو جنبش دیتے مسکرا دیا اور حقیقت بھی یہی تو ہے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اورہان کو خبر نہ تھی کہ کوئی چھپ کر اس کی جاسوسی کر رہا ہے۔اس روز ریڈیو اسٹیشن آتے وقت اسے بار بار کوئی اپنا تعاقب کرتا ہوا محسوس ہوا۔

روش کی سیڑھیاں چڑھتے وہ گردن موڑ کر اپنے عقب میں دیکھ رہا تھا کہ پیغام سے ٹکرا گیا۔

"او بھئی او بھئی۔۔۔۔کہاں کھوئے ہوئے ہو۔۔۔۔" پیغام نے ڈگمگا کر اسے تھام لیا۔

اورہان چونک کر سیدھا ہوا اور حفاظتی طور پر پیغام کے بازو پکڑ لیے۔

"سوری۔۔۔۔تم ٹھیک ہو۔۔۔۔" اورہان اپنی حرکت پر شرمندہ ہوا۔

"میں تو ٹھیک ہوں۔۔۔۔پر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔" پیغام نے حیرانگی سے سر تا پیر اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں وہ۔۔۔۔۔۔" بات کرتے کرتے رکا۔

"نہیں کچھ نہیں۔۔۔۔ تیرا شو ہے نا۔۔۔۔ پھر کہاں جا رہا ہے۔۔۔۔۔"

اس نے اپنا وسوسہ ٹال کر الٹا پیغام کو سوالوں میں گھیر لیا۔

"نئے غزلوں کی پِن ڈرائیو لایا تھا پتا نہیں کہاں گر گئی ہے۔۔۔۔ وہی دیکھ رہا ہوں بس۔۔۔۔" پیغام کو اپنا اسٹوڈیو سے باہر آنے کا مطلب یاد آیا تو سیڑھیوں پر ملاقاتشی نظروں سے دیکھنے لگا۔

اس کے ساتھ ساتھ اورہان نے بھی فرش پر نظر دوڑائی۔

"سر۔۔۔۔مل گئی پن ڈرائیو۔۔۔۔"اسی اثنا ایک اسٹاف ممبر نے اونچی آواز میں صدا دے کر ان دونوں کو اپنے جانب متوجہ کیا۔

پیغام سٹپٹا کر اندر کے سمت بڑھ گیا۔اور ہان نے جاتے جاتے پھر سے گردن گھما کر سڑک کے پار دیکھا ضرور تھا۔

وہیں فاخر نے اس کے اسکول کالج ریڈیو اسٹیشن کا اونر ہونے کے ساتھ بقیہ تمام معلومات اکھٹی کی اور عرشیہ کو رسان سے سنائی۔

"وہ کوئی آرجے وارجے نہیں ہے۔۔۔۔۔وہ اور ہان منور ہے۔۔۔۔ریڈیو اسٹیشن کا مالک۔۔۔۔۔"فاخر نے اپنی بات پے سچائی کی مہر لگادی۔

عرشیہ کو یقین نہ آیا۔ پچھلے آٹھ ماہ کے سارے لمحات ایک ایک کر کے اس کے ذہن میں گھومنے لگیں۔ وہ بے یقینی سے اپنی جگہ بیٹھتی چلی گئی۔ کیسے وہ ایک معمولی انسان کے ہاتھوں دھوکہ کھا گئی تھیں۔

"میڈم۔۔۔۔آپ کہو تو اسے اٹھالوں۔۔۔۔۔"فاخر نے اپنی ڈٹی آواز میں کہا۔

"نہیں۔۔۔۔۔"وہ آنسو ضبط کرتے غرائی۔

آنکھوں کے گوشے صاف کرتی اٹھی اور غصیلی نگاہ سے مڑ کر فاخر کو دیکھا۔ فاخر بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ عرشیہ کچھ اور پلان کر رہی ہے۔ اس فریب کا انجام اب اور ہان اور پیغام دگنا بھگتنے والے تھے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

"آہ۔ہ۔ہ۔ہ۔۔۔۔۔۔۔"کمرے میں داخل ہوتے وہ پورے تاب سے چلائی۔

"اورہان۔۔۔۔پیغام۔۔۔۔۔"وہ فیصلہ نہ کر سکی۔

"یہ تم نے بالکل اچھا نہیں کیا۔۔۔۔۔"طیش میں آتے اس نے تکیہ اٹھا کر دور اچھال دیا۔

"عرشیہ درانی کو دھوکہ دیا۔۔۔اتنا بڑا دھوکہ۔۔۔۔۔اس کی سزا تمہیں ضرور ملے گی پیغام۔۔۔۔۔"وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے لگی۔

"میں تمہیں دکھاؤں گی۔۔۔۔کہ تم نے کس سے پنگا لیا ہے۔۔۔۔۔ آ۔ہ۔ہ۔ہ۔ہ۔۔۔۔۔ برباد کر دوں گی میں تمہیں۔۔۔۔۔ نہیں چھوڑوں گی۔۔۔۔"اس نے دانت پیستے بدلے کا عزم بنایا۔

اگلے دن نینی نے بڑے پیار سے اس کے لیے ناشتے کا اہتمام کیا اور اسے بلانے کمرے میں آئی۔ عرشیہ سب بیداری کی سرخ آنکھیں مسلتی بالکونی میں کھڑی رہی۔اسے دھوکہ ہونے کا اتنا ملال تھا کہ چینج بھی نہ کیا۔کمرے کی بکھری حالت اور اسے کل کے کپڑے میں دیکھ کر نینی فکر مند ہوئی۔

"عرشیہ۔۔۔۔آر یو اوکے۔۔۔۔۔ چینج کیوں نہیں کیا۔۔۔۔۔یہ کیا حالت بنالی ہے۔۔۔۔"نینی قریب آکر اس کا مشاہدہ کرنے لگی۔

"نینی۔۔۔آپ کو کبھی پیار میں دھوکہ ملا ہے۔۔۔۔۔"اس کی کرہٹ بھری آواز نے اس کی حالت عیاں کی۔

"تم آج ایسا سوال کیوں پوچھ رہی ہو۔۔۔۔۔"نینی مضطرب رہی۔

"ہاں یانا۔۔۔۔۔"اسے ایک لفظی جواب سننا تھا وضاحتیں نہیں۔

"نہیں۔۔۔۔"نینی آگے کچھ کہتی اس سے پہلے عرشیہ ایڑیوں کے بل مڑی۔

"مجھے ملا۔۔۔۔۔عرشیہ درانی کو۔۔۔۔۔درانی ہارڈ ووڈ کمپنی کی مالکن کو۔۔۔۔۔ایک معمولی۔۔۔۔دو کوڑی کے آرجے سے دھوکہ ملا۔۔۔۔۔"

اس کا لہجہ کچھ یوں تھا کہ وہ غم میں تھی یا حیرت میں، نینی کو سمجھ نہ آیا مگر اس کے رویے کو بگڑتے دیکھ کر خوفزدہ ضرور ہوئی۔

"عرشیہ۔۔۔۔۔ایسا۔۔۔۔۔"نینی نے سمجھانا چاہا مگر وہ بات کاٹ گئی۔

"ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا۔۔۔۔۔ایسا۔۔۔۔۔ہر گز نہیں ہونا چاہیئے تھا۔۔۔۔عرشیہ درانی کو دھوکہ نہیں دینا چاہیئے تھا۔۔۔۔۔"وہ آنکھیں بڑی کر کے ایک ایک فقرہ چبا کر بولی اور سیگریٹ کا آخری کش بھرتے باہر نکل گئی۔

نینی نے دل پر ہاتھ رکھ کر خیر کی دعا مانگی۔اب کوئی یا تو جان سے جانے والا تھا یا جہاں سے یہ طے تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

پچھلے دو دنوں سے اورہان، عرشیہ سے کانٹیکٹ کرنے کے جتن میں تھا مگر کہی سے بھی رابطہ نہ ہو سکا۔

"ایسے اچانک کہاں غائب ہو سکتی ہے۔۔۔۔ کہی کسی مصیبت میں نہ ہو۔۔۔۔"اورہان نے دل ہی دل سوچا تھا۔

عرشیہ کو مصیبت میں پھنستے سوچ کر اس نے درانی ہارڈ ووڈ کمپنی کے مین آفس میں جا کر پوچھنے کا ارادہ بنایا۔ایک گھنٹے بعد وہ آفس کے مین گیٹ کے

باہر موجود تھا مگر سیکیورٹی اہلکار اسے اندر جانے نہیں دے رہیں تھے جس پر اورہان کی پریشانی اضطراب میں تبدیل ہونے لگی۔

"میڈم۔۔۔۔وہ آیا ہے۔۔۔۔"سیکیورٹی انچارج نے عرشیہ کو کال ملائی۔

"واپس بھیج دو۔۔۔۔اندر لانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔"اپنی آرام دہ چیئر کی پشت سے ٹیک لگائیں وہ سی سی ٹی وی فوٹیج میں اورہان کو سیکیورٹی اہلکاروں سے بحث ومباحثہ کرتے دیکھ رہی تھی۔

سیکیورٹی انچارج نے اس کا حکم مانتے اپنے ساتھیوں کو نفی میں سر ہلا کر اشارہ کیا۔وہ دونوں مزید آگے بڑھ کر دھکم پیل کرنے لگیں۔اورہان نے وہاں

لوگوں کی بھیڑ اکھٹا ہوتے پایا تو خود ہی مذمت ترک کر دی اور پیچھے ہٹ کر واپس چلا گیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اس رات آر جے پیغام کے چاہنے والوں کے لیے ایک سرپرائز شور کھا گیا تھا۔ چونکہ اورہان، عرشیہ کے اس بے اعتنائی پر افسردہ تھا اس لیے وہ اپنے سرپرائز شو کی تیاری میں اکیلے ہی مصروف رہا۔ اس نے گانوں کی نئی کولیکشن نکالی۔ غرارے کر کے گلا اچھے سے صاف کیا اور دس بجنے کا انتظار کرنے لگا۔

فاخر کے خفیہ جاسوس نے اپنی رسائی استعمال کر کے ریڈیو اسٹیشن سے آر جے پیغام کے سرپرائز شو کی معلومات ایک دن قبل ہی نکال لی تھی۔

"کیا پلان ہے۔۔۔۔"اس وقت وہ عرشیہ کے روبہ رو بیٹھا مستفسر ہوا۔

وہ دونوں عرشیہ نے ڈیفنس والے فلیٹ میں بیٹھے اس کھیل کو افشاں کرنے کی پلاننگ کرنے لگے۔

"رنگے ہاتھوں پکڑنے کا۔۔۔۔"عرشیہ شریر انداز میں مسکرائی اور موبائل فون اٹھا کر اورہان کا نمبر ملانے لگی۔

وہیں اورہان جو عرشیہ کی خیریت سوچ سوچ کر فکر مند بیٹھا اچانک موبائل بجنے پر پھدک پڑا۔اسکرین پر عرشیہ کا نام جھلکتے دیکھ کر مانو اس کی جان میں جان آئی ہو۔

"عرشیہ کہاں تھی۔۔۔۔۔جانتی ہو کتنا پریشان ہو گیا تھا میں۔۔۔۔آفس بھی آیا تھا پر سیکیورٹی نے اندر آنے نہیں دیا۔۔۔۔سب ٹھیک تو ہے نا۔۔۔۔۔"اورہان کال اٹھاتے ہی ایک سانس میں بول پڑا۔

"پیغام۔۔۔۔۔ملنے آسکتے ہو۔۔۔۔"عرشیہ نے اپنی آواز دھیمی اور گھبراہٹ بھری رکھی۔

"ابھی۔۔۔۔۔تم ٹھیک تو ہو۔۔۔۔۔"اورہان کے پیروں تلے زمین نکلنے لگی۔

"ملنا بہت ضروری ہے۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔پیغام۔۔۔۔۔میری خاطر۔۔۔۔۔"عرشیہ نے مصنوعی آنسو لاتے آواز گیلی کر دی۔

"اوکے میں آرہا ہوں۔۔۔۔"حالت گھمبیر ہوتے پا کر اور ہان جھٹ سے مان گیا اور اس سے ملنے نکل گیا۔

عرشیہ نے موبائل فون ٹیبل پر پھینکا اور سیدھی ہو کر ٹھوس تاثرات بنائے۔

"دھیان رہے۔۔۔۔آج وہ کسی صورت نہیں بچنا چاہیئے۔۔۔۔۔"چند لمحے پہلے کے برعکس وہ سخت لہجے میں غرائی۔

فاخر نے سر اثبات میں ہلایا اور باہر نکل گیا۔ وہ لاؤنج کے دائیں دیوار پر لگے آئینے کے سامنے آئی اور خود کو فخریہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ غصہ ضبط رکھنے کے باعث چہرے کا رنگ سرخ پڑ رہا تھا مگر یہ کچھ دیر اور کی بات تھی۔

دوسری طرف اورہان کو عرشیہ سے ملنے کی اس قدر جلدی تھی کہ وہ پیغام کا سرپرائز شو بھول ہی گیا اور تیزی سے تیار ہو کر اس کے اپارٹمنٹ کے لیے نکل گیا۔

عرشیہ نے اورہان کو پھنسانے کے لیے عین اس وقت بلایا تھا۔ فاخر اور اس کے غنڈے پہلے سے پہرا داری میں کھڑے تھے۔ ایک ائیر پوڈ ڈیوائس عرشیہ نے اپنے کان میں لگایا ہوا تھا اور دوسرا فاخر کے کان میں تھا تاکہ وہ ایمرجنسی حالت میں فوراً باخبر ہو سکے۔

اپارٹمنٹ کے لاؤنج میں لگے آئینے کے سامنے بلیو کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس ہاتھ سینے پر باندھے آنکھوں میں بے تحاشہ نفرت لیے وہ منتظر کھڑی تھی جب دروازے پر دستک سنی۔اپنے تاثرات نارمل کر کے وہ مڑی اور دروازہ کھول کر اورہان کو اندر لے آئی۔

"عرشیہ کیا ہے یہ سب۔۔۔۔۔میری تو جان نکل گئی تھی اور تم۔۔۔۔۔۔" لاونج میں ہر سوں خوشبودار کینڈلز لگائیں گئے تھے۔جس دلکش سی مہک اورہان کے نتھوں میں پڑی تو وہ خفہ ہوا۔

"تمہیں سرپرائز جو دینا تھا۔۔۔۔۔"عرشیہ نے مخمور لہجے میں کہتے گھڑی پر نظر ڈالی۔

دس بج کر پینتالیس منٹ ہو رہیں تھے۔پیغام کا سرپرائز شو شروع ہو چکا تھا۔

"مجھے بلاک کیوں کیا تھا۔۔۔۔"اور ہان اس کی اداوں سے نہ پگلا۔اس کا غصہ برقرار رہا۔

"چھوڑو یہ سب پیغام۔۔۔چلو۔۔۔میوزک لگاتے ہیں۔۔۔۔ماحول بناتے ہیں۔۔۔۔"وہ اسے لاونج کے درمیان کھڑا کر کے ٹیبل پر رکھی ریڈیو کے سمت بڑی اور اسے آن کیا۔

ایف ایم 88 پر آر جے پیغام کی آواز سن کر اور ہان چونک گیا۔

"شٹ۔۔۔آج تو پیغام کا سرپرائز شو تھا۔۔۔۔"اس نے لب بھینچے آنکھیں میچ کر خود کو ملامت کیا۔

"پیغام۔۔۔تم تو یہاں ہو۔۔۔پھر شو کون کر رہا ہے۔۔۔۔"عرشیہ جان بوجھ کر انجان بنی۔

"وہ۔۔۔ریکارڈڈ شو ہے۔۔۔۔"اور ہان نے بہانہ بنایا اور اس کے ہاتھ سے ریڈیو لینا چاہا۔

عرشیہ نے فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"ریکارڈڈ شو میں۔۔۔۔۔لائیو کالز کیسے لیں سکتے ہیں۔۔۔۔"عرشیہ کا لہجہ سخت ہونے لگا۔

"پورا شو ریکارڈڈ ہیں۔۔۔۔کالز بھی۔۔۔۔ریڈیو بند کر دو عرشیہ۔۔۔۔۔۔"اورہان نے ایک کوشش کی مگر عرشیہ پیچھے ہوتے پھر سے ناکام بنا گئی۔

دوسری سمت فاخر جوان کی ساری گفتگو سن رہا تھا اپنے ساتھیوں سمت پارکنگ سے نکل کر تیزی سے اوپر آیا اور دروازے کے پیچھے الرٹ ہو گیا۔

"اچھا چلو کال کر کے دیکھتے ہیں۔۔۔۔"عرشیہ نے ٹیبل پر پڑا اپنا موبائل اٹھا لیا۔

"کیا زبردستی ہے یہ۔۔۔۔ تمہیں یہی سب کرنا ہے تو میں جا رہا ہوں۔۔۔۔۔۔"اور ہان خفا ہو کر جانے لگا۔

اسی اثنا فاخر پستول اٹھائے اس پر تان کر اندر داخل ہوا۔اور ہان کے اوسان خطا ہو گئے۔

"چپ چاپ بیٹھ جا۔۔۔۔۔"اس نے اپنی سرخ آنکھوں سے اسے گھورا۔

اور ہان ہاتھ اٹھائے الٹے قدم پیچھے ہوتا صوفے پر جا بیٹھا۔دوسرے غنڈے نے اس کے پیچھے آ کر اس کے بازو سیٹ سے باندھ دیئے۔

"یہ سب کیا ہے عرشیہ۔۔۔۔۔"اسے درپیش صورت حال کو سمجھنے میں دقت ہوئی۔

عرشیہ نے آبرو ملائیں اسے دیکھتے پلکیں اٹھا کر فاخر کو دیکھا۔اس نے آگے بڑھ کر اورہان کے جیب سے اس کا موبائل جھپٹ کر نکالا اور اس کے سر پر کھڑے فاخر کے غنڈے نے اورہان کا انگوٹھا اسکرین پر دبایا۔

"یہ ٹھیک نہیں کر رہی تم۔۔۔۔ چھوڑو مجھے۔۔۔"اورہان غرایا تو فاخر نے اس کا جبڑا دبوچ لیا۔

"توتُو نے ٹھیک کیا کیا۔۔۔۔۔بہروپیا بن کر۔۔۔۔۔"اسی دھاڑ کے ساتھ زوردار مقہ بھی رسید کیا۔

اورہان بوکھلا گیا۔مقہ اتنا طاقتور تھا کہ اورہان کے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔درد کی شدت سے منہ سے ایک کراہ نکلی اور ناک سے خون رسنے لگا۔اب وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا راز فاش ہو چکا ہے۔فاخر نے اورہان کے موبائل سے پیغام کے بام سے سیف نمبر ٹرائی کیا۔

وہیں پیغام شو کے مابین اس کی اچانک کال آنے پر حیران ہو گیا۔

"ہیلو۔۔۔۔ہیلو۔۔۔۔اورہان۔۔۔۔۔ہیلو۔۔۔۔" پیغام نے مائک پر سے منہ ہٹا کر ہلکی آواز میں کال موصول کی مگر دوسری طرف خاموشی رہی۔

دوسری طرف اورہان نے بولنا چاہا تو اس کے پیچھے کھڑے غنڈے نے فوراً سے بیشتر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی آواز دبا دی۔

اسپیکر پر کوئی آواز نہ سن کر پیغام نے شانے اچکا کر کال کاٹ دی اور شو کے جانب متوجہ ہوا۔

وہیں فاخر نے اورہان کو ایک اور مقہ رسید کیا۔

"اگر تُو ہی آرجے پیغام ہے۔۔۔۔۔تو یہ کون ہے۔۔۔۔۔ تیرا باپ۔۔۔۔" مٹھی بند کرتے اس کے گال پر رسید کرتے دھاڑا۔

اور ہان ایک جانب ڈھلک گیا۔ایک اور کراہ نکلی۔درد سے آنکھیں بند ہونے لگیں تھیں۔گہرے سانس لیتے اسے نے بھیگی پلکیں اٹھا کر عرشیہ کو دیکھا تھا۔وہ بے حس و حرکت کھڑی تماشائی بنی رہی۔

"وہ۔۔۔۔وہ اسسٹینٹ ہے۔۔۔۔۔"وہ تکلیف سے جونجتے اتنا ہی کہہ سکا۔

چونکہ فاخر کے ساتھیوں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو جکڑ رکھا تھا اس لیے وہ راہ فرار اختیار نہ کر سکا۔

"تیری تو۔۔۔۔"فاخر نے پھر سے ہاتھ بلند کیا پر اب کی بار عرشیہ نے روک لیا۔

"مان لیتے ہیں وہ اسسٹینٹ ہے۔۔۔۔۔اور تم اصلی پیغام ہو۔۔۔۔تو اسی لہجے اسی انداز میں زبانی کوئی شعر سناو۔۔۔۔" عرشیہ میز پر بیٹھتی گویا ہوئی۔

اور ہان نے آنسوؤں سے بھری آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ عرشیہ کی لائٹ براون آنکھیں کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھی۔اور ہان کے ناک اور منہ سے رستا خون سفید شرٹ کو سرخ آلود کر رہا تھا۔ عرشیہ کے سوال پر وہ لب بھینچے خاموش رہا۔

"کم ان پیغام۔۔۔۔ڈیڑھ سال سے میں تمہارا شوسن رہی ہوں۔۔۔۔خود تم تین سال کے زائد عرصے سے آرجے ہو۔۔۔۔کوئی ایک شعر تو زبانی یاد ہو گا۔۔۔۔مجھے سن سن کر تمہاری شاعری یاد ہو گئی ہے۔۔۔۔تو تمہیں پڑھ پڑھ کیسے نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔" عرشیہ اس کی خاموشی پر رسان سے بولی۔

"کیا چاہتی ہو تم۔۔۔۔"اورہان نے مطلب کی بات پوچھی۔

"اصلی۔۔۔آرجے پیغام۔۔۔۔"اس نے یکسوئی سے دانت پیستے جواب دیا۔

اورہان نے سیدھا ہوتے سر نفی میں ہلایا۔عرشیہ سرد سانس خارج کرتے اٹھی اور فاخر کو سر کے جنبش سے اشارہ کیا۔وہ سر کو خم دے کر پھر سے اورہان پر جھڑپ پڑا۔ایک کے بعد دوسرا گھونسا پڑتے ساتھ اورہان اپنے حواس سے بے گانا ہونے لگا۔مگر اس کے بے ہوش ہونے سے پہلے فاخر رک گیا۔

"آخری مرتبہ پوچھ رہی ہوں مسٹر اورہان منور۔۔۔۔۔اگر تم نے اپنا منہ نہیں کھولا تو میرا اگلا ٹارگیٹ تمہارا ریڈیو اسٹیشن ہو گا۔۔۔۔۔جس اسٹیشن کو تمہارے دادا نے بنایا تھا۔۔۔۔۔جس اسٹیشن کو قائم رکھنے تمہارے بابا نے اپنی صحت گنوادی۔۔۔۔۔اس اسٹیشن کا نام و نشان مٹا کر رکھ دوں گی میں۔۔۔۔۔۔۔"عرشیہ اس کا خون آلود کالر جھکڑ کر بپھری شیرنی کے مانند غرائی۔

عرشیہ نے فخریہ مسکرا کر لمبا سانس لیا۔فاخر پلان کے اگلے حصے کے مطابق مزید غنڈوں کو کال کرنے باہر نکل گیا۔اورہان بری طرح پھنس چکا تھا۔

دوستی کی خاطر رچایا جھوٹ کا کھیل افشاں ہو چکا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

"تو یہ تھا ہمارا آج کا سرپرائز شو۔۔۔۔۔امید ہے آپ سب کو پسند آیا ہو گا۔۔۔۔ایسے ہی مزید دم دار سرپرائز شوز کے لیے ہمارے ساتھ بنے رہیئے۔۔۔۔۔تب تک کے لیے اللہ حافظ۔۔۔۔"الوداعی کلمات کہہ کر پیغام نے شو آف ائیر کیا اور اپنی پسندیدہ غزل لگا کر جانے کے لیے اٹھا۔

وہ اپنے اسٹوڈیو سے باہر آیا ہی تھا کہ پورے اسٹیشن میں کھلبلی مچی دیکھ کر گھبرا گیا۔اس نے حیرانی سے نظر دوڑا کر دیکھا تو ایک دم دار مضبوط بدمعاش آدمی اور اس کے دیگر ساتھی خون میں لت پت اور ہان کو کالر سے پکڑے تقریباً گھسیٹتے ہوئے داخلی دروازے سے اندر لا رہیں تھے۔پیغام کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔اور ہان پر سے ہوتے ہوئے اس کی نظر ہیل پر ٹک ٹک کرتی مغرور انداز میں گردن اکڑا کر چلتی عرشیہ پر پڑی۔

فاخر نے اسٹیشن کے اندر مین ہال کے بیچوں بیچ اورہان کو دھکیلا۔وہ لڑکھڑا گیا۔

پیغام نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے گرنے سے بچالیا۔

"اورہان۔۔۔۔یہ کیا حالت ہو گئی ہے۔۔۔۔۔کیسے ہوا یہ سب۔۔۔۔۔"

پیغام نے اسے سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"مسٹر اورہان اتنا ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔۔۔۔تمہارا گیم ختم ہو چکا ہے۔۔۔۔۔اب جلدی سے سچ اُگلو۔۔۔۔۔"اس کے کچھ کہنے سے پہلے عرشیہ تندی سے غرائی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے مس۔۔۔۔۔"پیغام کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے پر اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتا اورہان اس کے بازوؤں سے الگ ہوا۔

پیغام نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

"آئی ایم سوری پیغام۔۔۔۔۔ عرشیہ نے ہمارا جھوٹ پکڑ لیا ہے۔۔۔۔۔ اسے معلوم پڑ گیا میں آرجے پیغام نہیں ہوں۔۔۔۔" اورہان درد کرتے جبڑے کو ہتھیلی سے مسلتے معذرت خواہ ہوا۔

عرشیہ نے لائٹ براون آنکھوں کا رخ سامنے کھڑے مڈل کلاس مگر اسمارٹ مرد کے جانب کیا۔ایک جھماکے سے کچھ ماہ پہلے ہوئے واقعات اس کی نظروں میں گردش کرنے لگیں جب اُسی نے اورہان کو آرجے پیغام کہہ کر متعارف کروایا تھا۔

"پر اس سے زیادہ تو تمہاری آواز آرجے پیغام جیسی ہے۔۔۔۔"اسے اپنا کہا جملہ یاد آیا۔گلے میں آنسوؤں کا پھندا سا اٹک گیا۔

"وہ ان کی ساری آٹو ٹیو ننگ اور شو آرگنائزینگ میں ہی کرتا ہوں اس لیے آواز کی پچ سیم لگ رہی ہو گی۔۔۔۔"اسے سامنے بے دم کھڑے عام کپڑوں میں ملبوس لڑکے کا جواب بھی یاد آیا تھا۔

افسردگی اب طیش میں بدل گئی۔اسے اپنے بے عقلی پر بے حد غصہ آیا جس کا نشانہ پیغام بنا۔وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ حالات کیسے سنبھالے کہ چٹاخ پٹاخ کی آواز کے ساتھ ایک زنا ٹے دار تھپڑ پورے ہال میں گونج اٹھا۔نازک ہاتھوں کا تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ پیغام بے ساختہ ایک جانب کو ہو گیا۔اسٹیشن میں در پیش جھڑپ میڈیا اور رپورٹرز میں چنگاری کے صورت پھیل گئی اور

دیکھتے ہی دیکھتے ریڈیو اسٹیشن کے پورے احاطے میں نیوز رپورٹرز اور شوشل میڈیا ورکرز کا جمگھٹا سا بن گیا۔

"کس نے حق دیا ہے تمہیں لڑکیوں کے دلوں سے کھیلنے کا۔۔۔۔۔" عرشیہ اتنا اونچا چلائی کہ اس کی آواز اسٹیشن کی دیواروں سے ٹکرا کر لوٹی تھی۔

پیغام لب بھینچے نظریں جھکائے سیدھا ہوا۔ پورے اسٹیشن میں سکوت سا چھا گیا تھا۔ ہر ایک کی شکوہ کن نظریں اورہان اور پیغام پر جمی ہوئی تھیں۔ اورہان نے اپنا اور اپنے اسٹیشن کا تماشہ بننے پر افسوس سے سر جھٹکا۔ میڈیا رپورٹرز کے کیمرے ہر چیز کو شہر بھر کے ٹی وی چینلز پر لائف دکھا رہیں تھے۔ سوشل میڈیا پر بائیکاٹ آر جے پیغام کا ٹرینڈ چلنے لگا۔

"کیا نہیں جانتے کہ تمہاری آواز سن کر کتنی ہی لڑکیوں نے تمہیں اپنا آئیڈیل مان لیا ہے۔۔۔۔۔کتنی تمہارے یک طرفہ محبت میں گرفتار ہو گئیں ہیں۔۔۔۔۔میں بھی انہی میں سے ایک تھی۔۔۔۔۔۔کیوں کیا میرے ساتھ ایسا۔۔۔۔۔"عرشیہ نے چلاتے ہوئے پیغام کو گریباں سے جکڑ کر جھنجوڑ دیا۔

پیغام نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا اس کی سیاہ آنکھیں پہلی مرتبہ عرشیہ کی لائٹ براون آنکھوں سے ٹکرائی۔ان آنکھوں کی معصومیت دیکھ کر عرشیہ کے دل کی دنیا تہہ و بالا ہو گئی۔اس نے فوراً سے اسے پرے کیا۔آواز تو جان کناں تھی ہی پر آنکھوں میں الگ ہی اثر تھا جس سے اس کے دل نے کئی سارے بیٹ مس کئے۔مگر اس وقت اس کے دھوکے کا دکھ اس قدر انتہا پر تھا کہ باقی سارے احساسات خاک کے مانند تھے۔

"کیا غلطی تھی میری۔۔۔۔ایسا دھوکہ۔۔۔۔۔اپنے دوست کو اپنا نام دیا۔۔۔۔۔مجھے اتنا عرصہ دھوکے میں رکھا۔۔۔۔ تمہیں مجھ سے نفرت تھی تو منہ پر بول دیتے پر ایسا فریب۔۔۔۔اگر اس جھوٹ کی آڑ میں میرے ساتھ کچھ غلط ہو جاتا تو۔۔۔۔۔" دکھ اور ملال سے اس کا گلا رندھ گیا۔اس کا دل کیا وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔اتنا چیخیں کہ کلیجہ پھٹ جائیں۔

"سوری۔۔۔۔" پیغام ایک ہی لفظ کہہ سکا۔

"نہیں آرجے پیغام۔۔۔۔۔ تمہیں معافی نہیں سزا ملے گی۔۔۔۔اور ایسی سزا کہ تم زندگی بھر یاد رکھو گے۔۔۔۔ایسی سزا کہ دوبارہ عرشیہ درانی سے

ٹکرانے کی جرآت نہیں کر پاوگے۔۔۔۔۔"عرشیہ نے دانت پیستے اسے گھورا تھا۔

پیغام اور اورہان میں پریشان کن نظروں کا تبادلہ ہوا۔باقی کارکنان میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔

"آج کے بعد آرجے پیغام کی آواز کسی ریڈیو میں نہیں گونجے گی۔۔۔۔۔اسے ابھی ریڈیو اسٹیشن سے نکال دو۔۔۔۔۔"اس کا مطالبہ اورہان سے تھا۔

اورہان نے بے چینی سے عرشیہ کو دیکھا۔

"عرشیہ پلیززززز۔۔۔۔۔بات مت بڑھاو۔۔۔۔۔میں اسے نہیں نکال سکتا اسے۔۔۔۔۔"اور ہان منت سماجت پر اتر آیا۔

"عرشیہ۔۔۔۔"پیغام نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مخاطب کیا تھا پر وہ مڑ کر اسے ایک اور تھپڑ جھڑ گئی۔

"تم تو بات ہی مت کرو مجھ سے۔۔۔۔اور ہاتھ تو بالکل مت لگانا۔۔۔۔۔ پاگل تھی تمہارے پیچھے۔۔۔۔۔ساری دنیا وار دینے کو تیار تھی اور تم نے کیا کیا۔۔۔۔۔"شکوہ کن نظریں پھر سے جا ملی۔

"لیکن ایک وقت ایسا ضرور آئے گا سو کالڈ آرجے پیغام۔۔۔۔۔تم خود آو گے میرے پاس۔۔۔۔۔معافی کی بھیک مانگو گے۔۔۔۔گڑ گڑاوں میرے

سامنے۔۔۔۔۔۔یادرکھنا۔۔۔۔۔تمہیں ان سب کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔۔۔۔۔"انگلی اٹھا کر دھمکاتے ہوئے غرائی۔

پیغام کی آنکھوں میں دیکھ کر اس کے الفاظ ٹوٹنے لگیں تو پلٹ کر گیٹ کے سمت بڑھ گئی۔فاخر اس کے دفاع میں آگے آیا۔اس کے بقیہ ساتھی پورے ہال میں پھیل گئے تھے۔

"فاخر۔۔۔۔۔اسٹیشن کو جلادو۔۔۔۔۔راکھ بنادو اس جگہ کو۔۔۔۔اور شروعات۔۔۔۔آرجے پیغام کے اسٹوڈیو سے کرو۔۔۔۔۔آج کے بعد آرجے پیغام اور ایف ایم 88 کا کوئی نام بھی نہیں لے گا۔۔۔۔"عرشیہ نے حاکمانہ انداز میں تنبیہ کیا اور آنسوؤں سے لبریز آنکھیں لیئے باہر جانے لگی۔

فاخر کے آدمی فوراً حرکت میں آئے اور پیغام کے اسٹوڈیو میں آگ لگادی۔

پیغام کا دماغ ماف ہو چکا تھا اسے سمجھ نہ آیا کیا کریں کیسے اپنی غلطی کا مدعافی بنے۔اور ہان اسٹیشن کو آگ کی زد میں آتے دیکھ کر تڑپ اٹھا۔اس کی سانس گلے میں اٹک گئی تھی۔وہ عرشیہ کے پیچھے ہو لیا۔

"پلیز روکو ان کو۔۔۔۔ایسا مت کرو عرشیہ۔۔۔۔۔میں معافی مانگتا ہوں۔۔۔۔میرے بابا یہ سب دیکھیں گے تو مر جائیں گے۔۔۔۔پلیززز سٹاپ دس۔۔۔۔"اس نے عرشیہ کا راستہ روک لیا اور ہاتھ جوڑے معافی مانگنے لگا۔

عرشیہ نے آنسوؤں کا ریلا روک کر بھیگی آنکھوں اسے دیکھا۔

"اسٹیشن بچانا ہے۔۔۔۔یا دوست کو۔۔۔۔"ایک آبرو اٹھا کر آفر دی۔

اور ہان نے گردن موڑ کر پہلے آگ لگے اسٹیشن کو دیکھا اور پھر بے دم کھڑے پیغام کو۔ فیصلہ مشکل تھا پر ضروری تھا۔

"اسٹیشن بچانا ہے۔۔۔۔۔پلیز زاب روکو یہ سب۔۔۔۔"اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ پر پیغام نے آنکھیں میچ کر لمبا سانس لیا۔

عرشیہ نے فاخر کو صدا دی۔وہ تیزی سے پیغام کے سمت آیا اور اسے بازو سے کھینچ کر اسٹیشن سے باہر نکلنے لگا۔اس کے غنڈوں نے مزید آگ لگانا بند کر

دیا۔اورہان نے اپنے جذبات ضبط کرتے رخ پھیر لیا۔تمام رپورٹرزاور میڈیا کے مابین آرجے پیغام ریڈیو اسٹیشن سے نکال پھینکا گیا۔لڑکھڑا کر خود کو گرنے سے بچاتے کیمروں کے فلیش لائٹ سے بچتے وہ بلڈنگ کے پچھلے حصے کے چھوٹی گلی میں نکل گیااور عرشیہ اشک بار آنکھوں سے اس کے اوجھل ہونے تک اسے دیکھتی رہی۔وہیں اورہان کا رخ اپنے اسٹیشن کے جانب تھاجو آدھے سے زیادہ جھلس گیا تھا۔ہر سوں مایوسی کا عالم تھا۔ایک جھوٹ نے تین زندگیاں برباد کر کے رکھ دی تھیں۔اورہان اپنے پشتی ریڈیو اسٹیشن سے محروم ہوتے ہوتے بچا تھا۔پیغام کی آخری امید ختم ہو چکی تھی اور عرشیہ کا دل ٹوٹ کر چور چور ہو چکا تھا۔

جھوٹ کبھی نا کبھی سامنے آہی جاتا ہے۔وقت گزر بھی جائے مگر جھوٹ کی وجہ سے دیئے زخم کبھی نہیں بھرتے۔اس لیے سچائی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اور ہان دیر رات گئے گھر پہنچا اور اپنے زخم چھپا کر سیدھا کمرے میں بند ہو گیا۔

عرشیہ، فاخر کو اس کی رقم ادا کر کے ٹوٹا دل لیے گھر آ کر کمرے میں بند ہو گئی۔

پیغام دبے پاؤں گھر میں داخل ہو کر چھت پر چلا گیا۔

اس کا دل ٹوٹا تھا یا مان وہ فیصلہ نہ کر سکا۔ اتنی محنت سے اتنے سالوں سے خود کو میڈیا اور فینز کی نظروں سے دور رکھنے کی اس کی کوششیں مٹی میں جا ملی تھی۔ کبھی اس کی آواز کے بدلے اسے عزت اور محبت سے نوازا جاتا تھا اور آج اسے حقارت اور شکوہ شکایت کے ساتھ غصہ بھی بطور تحفہ ملا تھا۔ ایک

جھوٹ کے لیے اتنی ذلت اٹھانی پڑے گی اس کے گمان میں نہ تھا۔رات کے سارے واقعات اسے بری طرح چبھنے لگیں۔دل میں اٹھتا درد شدت اختیار کرنے لگا۔یہ سوچ کر کہ اس وقت وہ اورہان سے معافی نہیں مانگ پایا تو ابھی مانگ لیں؛اس نے اسے کال ملائی۔رات کے ڈھائی بج رہیں تھے مگر پیغام کو یقین تھا کہ اورہان اس کی کال ضرور اٹھائے گا۔فون پر بیل جاتی رہی لیکن مخالف سمت سے جواب نا ملا۔دل کے بقیہ حصے بھی چکنا چور ہو گئیں۔

وہیں اورہان موبائل سائلنٹ پر کر کے اپنی حالت درست کرنے لگا رہا۔پہلے اس نے چہرے پر لگیں خون صاف کئے پھر کپڑے چینج کر کے دوائی لگائی۔ درد اور تکلیف کے باعث ہاتھوں میں سکت نہ تھی اس لیے سستی سے لگا رہا۔ اس پورے عمل کے دوران وہ کافی مرتبہ اپنے موبائل اسکرین پر پیغام کا نام جگمگاتے دیکھ چکا تھا مگر اتنا سب ہونے کے بعد فل وقت وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔غلطی دونوں کی تھی تو سزا بھی برابر کی ملی۔اس کا نہ

صرف منہ ٹوٹا تھا بلکہ اسٹیشن کو بھی بھاری نقصان پہنچا تھا جس کے لیے اسے اپنے بابا کے سامنے جواب دہ ہونا تھا۔اس نے اس وقت پیغام اور اس کی دوستی سے زیادہ اپنا آپ اپنا اسٹیشن اور اپنے بابا کو پہلی ترجیح دی۔

عرشیہ کی حالت ان دونوں سے کئی زیادہ غمگیں تھی۔جسے اس نے اتنا چاہا تھا۔جس کے لیے اپنے آپ کو بھی بدل دیا تھا اسی کے ہاتھوں دھوکہ ملا تھا۔ پیغام کو پانے کی خوشی میں جو مثبت بدلاو اس نے اپنائے تھے وہ یک دم ریت کے زرے جیسے فناہ ہو گئے۔وہ کمرے کے ہر شے کو اپنے عتاب کا نشانہ بناتے تہس نہس کر گئی۔ڈیکوریشن ہو یا انٹیک پیس یا ہو مہنگا آئینہ اس نے کسی چیز کو سلامت نہ چھوڑا۔گلدان اور لیمپ دور اچھال کر پھینک دیئے۔ جبکہ کھڑکی کا شیشہ توڑتے ہوئے اس نے خود کو بھی زخمی کر دیا۔

تھکی ہاری بیڈ کنارے پر اوندھے منہ لیٹے ہاتھ دراز کئے زخم سے خون کے بہتے قطرے دیکھتی رہی۔ہر قطرہ اس کے دل پر تیزاب کی مانند گر کر اسے اندر سے جلا دیتا۔

روتے روتے جب آنسو ختم ہو گئے تو وہ رخسار صاف کرتے اٹھی اور آخری آلا توڑنے لگی۔وہ ریڈیو ڈیوائس جو اسے پیغام سے جوڑا ہوا تھا۔غم و ملال سے چیختے اس نے ریڈیو دیوار پر دے ماری۔

"آئی ہیٹ یو پیغام۔۔۔۔۔جتنی شدت سے تم سے محبت کی تھی۔۔۔۔اتنی ہی شدت سے اب تم سے نفرت کرتی ہوں۔۔۔۔آئی ہیٹ یو۔۔۔۔۔آئی ہیٹ یو۔۔۔۔آئی ہیٹ یو۔۔۔۔"اونچا چلاتے پھر سے آنکھوں سے آبشار بہہ نکلے۔

اول تو ماں باپ کے رویئے نے دکھ دیا تھا۔ان کے حصے کی محبت پانے جب اس نے کسی اور سے دل لگایا تو اس نے بھی بے رحمی سے توڑ دیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

منور صاحب کے گھر میں سوگ کا سماں تھا۔نا کسی نے ناشتہ کیا اور نا کھانے کی خواہش ظاہر کی۔انزیلہ بڑی مشکل سے بابا کو دو گھونٹ جوس پلا کر کچن کے جانب جا رہی تھی جب گیٹ پر دستک سنی اور گلاس ٹیبل پر رکھ کر گیٹ کھولنے چلی گئی۔پیغام کل رات کے ہی ہولیے میں اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"اور ہان سے ملنا ہے۔۔۔۔"گیٹ کھلتے ہی وہ انزیلہ سے دو ٹوک انداز میں بولا۔

"کل رات۔۔۔۔ٹی وی پر سب لائف دکھا رہیں تھے۔۔۔۔۔اسٹیشن کو آگ میں جلتا دیکھ کر بابا کی طبیعت بہت بگڑ گئی ہیں۔۔۔۔۔بھائی۔۔۔۔ان کے لیے بہت پریشان ہیں۔۔۔۔۔آپ اس وقت ان سے نا ہی ملیں تو بہتر ہے۔۔۔۔۔"انزیلہ نے سپاٹ جواب دیا۔

پیغام نے سر اٹھا کر لان میں کھلتی اورہان کے کمرے کے کھڑکی کے سمت دیکھا۔پردے کے پیچھے ایک سایہ سا لہرایا تھا۔وہ اورہان ہی ہے یہ بات سمجھنے میں اسے دقت نہ ہوئی۔انزیلہ کی اسے نظر انداز کرنے کی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی اس لیے اس کے مزید گویا ہونے سے قبل گیٹ بند کر دیا۔

پیغام افسوس کرتے لمبا سانس جارج کر کے الٹے قدم لوٹ گیا۔فٹ پات پر پیدل چلتے پیروں کے نیچے زمین،روڈ پر دوڑتے ٹرافیک،سر پر نیلے آسمان

میں چمکتے آفتاب کو دیکھ کر پھیکا مسکرا دیا۔ کیا اللہ نے اسے بے کار بنایا تھا۔ اتنی بھیڑ میں اس کا کوئی مول تھا بھی یا نہیں۔ انسانوں کے مابین شاید نا ہو پر اس پاک رب کے دربار میں کوئی مخلوق بے کار نہیں ہوتا۔ اس نے رزق کی ذمہ خود پر لیا ہے اور شکر کا ذمہ انسان کے حوالے کیا ہے۔ تو کیا انسان نے ہوا کے بدلے اس کا شکر ادا کیا۔ کیا انسان نے زمین پر کھڑے پیروں کا شکر ادا کیا۔ روڈ پر دیکھتی آنکھوں کا شکر ادا کیا۔ سینے میں دھڑکتے دل، دماغ، آنت، گردہ، کوئی ایک عضو بھی ناکارہ ہو جائے تو انسان معذور ہو جائے پھر ان سب کو بنانے والے، چلانے والے سے ناشکری کیوں، یہ سب سوچتے اس کی آنکھیں بھر آئی۔ مگر کہتے ہیں نا اللہ دوسرا راستہ کھولے بغیر پہلا راستہ بند نہیں کرتا۔ اسے اسٹیشن سے نکال دیا گیا پر رب نے تو تھام رکھا تھا۔ کچھ مسافت کر کے ایک نئے شاپنگ مال کا تعمیراتی کام چل رہا تھا۔ اس کے قدم

اپنے آپ اس طرف بڑھ گئے۔وہاں کھڑے ٹھیکے دار نے مزدور کو ڈپٹ کر اس کے جانب رخ کیا۔

"مجھے بھی کوئی کام دیجیئے۔۔۔۔۔"اس کی خستہ حالت اس کے بے روزگاری کا واضح ثبوت تھی۔

پیغام اللہ کے دیئے انمول تحفے سے ابھی تک پوری طرح واقف نا تھا۔اس کی پُرکشش آواز اور اس کا نرم لہجہ جو ایک پل میں ٹھیکے دار کو پگلا گیا۔اس نے سر اثبات میں ہلاتے آس پاس دیکھا۔

"وہ سیمنٹ کی بوریاں اوپر پہنچانی ہے۔۔۔۔کر لوگے۔۔۔۔۔"ٹھیکے دار نے تائید چاہی۔

اس نے خوشی خوشی ہامی بھری اور بوریوں کے سمت بڑھ گیا۔رزق حلال کمانے کے لیے کوئی کام چھوٹا بڑا نہیں ہوتا۔فل وقت اسے جو ذریعہ ملا اس نے اپنالیا۔بوریاں ہاتھ گاڑی میں ڈال کر پتھریلے راستے پر اوپری منزل پہنچانے لگا۔چونکہ وہ آدھے دن سے کام پر لگا تھا اس لیے اسے آدھے دن کے پیسے ملے۔مغرب کے بعد سات سو روپے ہاتھ میں لیے اللہ کا شکر کرتا گھر کے جانب روانہ ہو گیا۔

"پیغام۔۔۔۔کیا ہوا۔۔۔۔۔کپڑوں پر اتنی دھول مٹی کیوں لگی ہے۔۔۔۔گر تو نہیں گئے تھے۔۔۔۔۔"امی اس کے بکھرے مٹی سے لتھڑے بال اور کپڑے دیکھ کر چونک گئی۔

"کچھ نہیں امی۔۔۔۔ایک تعمیراتی جگہ کام ملا ہے۔۔۔۔۔"اس نے تھکے ہارے چارپائی پر لیٹتے ہوئے کہا۔

"اللہ برکت دے۔۔۔۔میں کھانا لاتی ہوں۔۔۔۔"امی دعا دیتی کچن میں بڑھ گئی۔

کھانا لگانے پر امی نے اسے آواز دی تو وہ ہاتھ دھونے اٹھ کر صحن میں لگے سنک کے پاس آ گیا۔ کل تک جہاں اس کے ہاتھوں میں اسٹوڈیو کا مائک ہوا کرتا تھا۔ آج ان ہاتھوں میں چھالے پڑے تھے۔ جھوٹ کی وجہ سے زندگی ایک پل میں کیسے پلٹ جاتی ہے یہ سوچ کر اس نے آئندہ کبھی جھوٹ نا بولنے اور کسی کو دھوکہ نہ دینے کی قسم کھالی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

حقیقت کو افشاں ہوئے ایک ہفتہ بیت گیا۔ پیغام اس تعمیراتی کام میں لگ گیا اور اورہان نے اسٹیشن میں مرمت کا کام شروع کر دیا۔ عرشیہ اپنے کمپنی کے کام میں جٹ گئی لیکن چاہ کر بھی پیغام کی محبت دل سے نکال نہ سکی۔

"تمہیں ایک کام کتنی مرتبہ سمجھانا پڑے گا۔۔۔۔ عقل ہے کہ نہیں۔۔۔۔ کس کام کی سیلری لیتے ہوئے۔۔۔۔ گیٹ آوٹ۔۔۔۔ اور ایسا کام لے کر دوبارہ میرے پاس مت آنا۔۔۔۔ ایڈیٹ۔۔۔۔۔"

سامنے رکھے کاغذات کارکن کے منہ پر مارتے دھاڑی۔

کیبن کے باہر کارکنان میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔

"کیا ہو گیا ہے ان کو۔۔۔۔۔سیدھے منہ کسی سے بات ہی نہیں کرتی۔۔۔۔ میں تو ریزائن کرنے کا سوچ رہا ہوں یار۔۔۔۔روز روز اتنا انسلٹ کرتی ہیں۔۔۔۔"ایک ایمپلائی نے منہ بھسورتے ہو نہہ کیا۔

"بریک اپ کے بعد بچا ہوا دماغ بھی خراب ہو گیا ہے اس کا۔۔۔۔۔اپنا ڈپریشن دوسروں پر اتارتی ہے۔۔۔۔۔بیچاری کا قصور بھی نہیں۔۔۔۔اتنا بڑا دھوکہ ہوا ہے اس کے ساتھ۔۔۔۔۔"دوسرے ایمپلائی کو عرشیہ کے دماغی حالت پر ترس آیا۔

"تابش صاحب کا بھی بس نہیں چل رہا۔۔۔۔ورنہ اسے پاگل خانے ڈال دیتے۔۔۔۔۔ان سے بھی بد تمیزی کرتی رہتی ہے۔۔۔۔۔ہونہہ۔۔۔۔" پہلے ایمپلائی نے دوسرا تبصرہ کیا تھا۔

"ہاں بس۔۔۔۔۔اللہ ایسے آزمائش سے بچائیں۔۔۔۔۔"دوسرے ایمپلائی نے جھرجھری سی لی اور اپنے کام میں جٹ گیا۔

کیبن میں اکیلی رہ جانے کے بعد اس نے سیٹ پر بیٹھے سر ہاتھوں میں گرا دیا۔ دل شدت سے ایک مرتبہ پیغام کی آواز سننے کو چاہ رہا تھا۔وہ نفی میں سر کو جنبش دیتے خود کو ڈپٹنے لگی مگر زیادہ دیر خود کو روک نہیں پائی اور موبائل اٹھا کر پیغام کے پیجز ڈھونڈنے لگیں پر اُس کے انسٹا گرام فیس بک یوٹیوب کے تمام اکاونٹس ڈلیٹ کر دیئے گئے تھے۔ایک ٹیس سی دل میں اٹھ کر معدوم

ہوئی۔دو آنسو ٹوٹ کر ٹیبل پر رکھیں پیپر میں جذب ہو گئے۔اس نے گیلی سانس اندر کھینچ کر خود کو کمپوز کرتے وہ پیپر اٹھالیا۔وہ اگلے ماہ منعقد ہوئے ینگ بزنس مائنڈز کے ایونٹ کا دعوت نامہ تھا۔اس نے سر پیچھے گرا کر دل میں نیا عزم بنایا۔پیغام کو بھولانا اگرچہ مشکل تھا تو اس نے اس کی یادوں کو اپنا ساتھی بنانے کا فیصلہ کیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

شام کو گھر آئی تو لاؤنج میں سیرت بیگم کے ہمراہ چند مہمان تشریف فرما تھے۔ہیل کے ٹک ٹک انہوں نے گردن گھما کر دیکھا اور اٹھ کر اس کے پاس آئی۔

"لو آگئی عرشیہ۔۔۔آو بیٹا ہمیں جوائن کرو۔۔۔۔۔مرتضی صاحب کب سے تمہارا ویٹ کر رہیں ہیں۔۔۔۔۔"مام اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کئے ساتھ لے آئی۔

ڈرائنگ روم کے بڑے صوفے پر اڈھیر عمر صاحب اور ایک جوان خوب رو لڑکا تشریف فرما تھے۔ عرشیہ کو ماحول کو دیکھتے مشکوک ہوئی۔ وہ سلام کرتی ان دونوں مرد حضرات کے سامنے بیٹھی۔ سیرت بیگم اور مرتضی صاحب کے انداز گفتگو سے ان کی بے تکلف دوستی واضح تھیں۔ حال احوال دریافت کرنے کے بعد انہوں نے اپنے بیٹے کو عرشیہ سے مخاطب ہونے کا مشورہ دیا۔

" ہاں ہاں کیوں نہیں۔۔۔۔عرشیہ جاو فرہاد کو ساتھ لے کر جاو۔۔۔۔ make him feel home۔۔۔۔"سیرت بیگم بظاہر مسکرا رہی تھی مگر آنکھوں میں سختی لئے اسے گھورا۔

"ایک۔۔۔ایک منٹ مام۔۔۔۔۔کیا چل رہا ہے یہ سب۔۔۔۔"اس نے اپنے شک کو حقیقت میں بدلنے سے پہلے تائید چاہی۔

"بیٹا۔۔۔۔میں نے اور آپ کی مام نے۔۔۔۔۔آپ دونوں کا رشتہ کروانے کا فیصلہ کیا ہے۔۔۔۔"مرتضی صاحب خوش مزاجی سے گویا ہوئے۔

اس بات کر سیرت بیگم نظریں چرا گئی۔جبکہ فرہاد کی مسکان بڑی ہو گئی۔

عرشیہ نے استحزیہ ہنستے ہوئے مام کو دیکھا تھا۔

"سیریسلی مام۔۔۔۔"اس نے پہلے مام کو مخاطب کیااور پھر مرتضی صاحب کے جانب رخ کیا۔

"ویسے انکل۔۔۔۔آپ کی مسز کی ڈیتھ ہو گئی ہے نا۔۔۔۔۔اور مام بھی میرے ڈیڈ کے ساتھ لڑتے لڑتے بور ہو گئی ہیں۔۔۔۔۔آپ دونوں آپس میں ہی شادی کیوں نہیں کر لیتے۔۔۔۔"عرشیہ نے آنکھیں گھما کر باری باری ان تینوں کو دیکھا تھا۔

"یہ کیا ہے سیرت۔۔۔۔۔اپنی بیٹی کے ہاتھوں انسلٹ کروانے بلایا ہے کیا۔۔۔۔۔"مرتضی صاحب غصہ ہو گئے۔

"ننن۔۔۔ نہیں وہ۔۔۔۔یہ تو کچھ بھی بول دیتی ہے۔۔۔۔عرشیہ مائنڈ یور لینگویج۔۔۔۔"مرتضی صاحب کو سمجھانے کی کوشش کرتے سیرت بیگم نے عرشیہ کو ڈپٹا۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں۔۔۔۔آپ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ سوٹ بھی کر رہیں ہو دیکھو تو۔۔۔۔"اپنی بے شرمی سے باز نا آتے اس نے مام کو مرتضی صاحب کے ہم کنار کھڑا کیا۔

"واٹ نانسینس۔۔۔۔۔پاپا چلیئے یہاں سے۔۔۔۔مجھے ایسی بے شرم لڑکی سے شادی نہیں کرنی۔۔۔۔"اب کی بار فرہاد بولا تھا۔وہ پاپا کو ہاتھ سے تھامے وہاں سے جانے لگا۔

"چلیئے پاپا۔۔۔۔۔بہت انسلٹ ہو گئی آپ کی۔۔۔۔۔"فرہاد اسے نظر انداز کر کے روانہ ہو گیا۔

سیرت بیگم ان دونوں کو جاتے دیکھ کر آہ بھرتے رہ گئی۔

"عرشیہ۔۔۔۔۔اتنا اچھا رشتہ ڈھونڈا تھا۔۔۔۔۔ایسی جگہ تمہیں پھر کبھی نہیں ملے گی۔۔۔۔"سیرت بیگم افسوس سے سر پکڑے بیٹھ گئی۔

"مجھے شادی نہیں کرنی مام۔۔۔۔۔"عرشیہ اپنا فیصلہ دہرا کر وہاں سے چل پڑی۔

دن ڈھل گیا شام کی تاریکی ہر سوں چھا گئیں۔ عرشیہ نیچے نہیں آئی تو نینی اس کے لیے کھانا اوپر ہی لیں آئی۔

"عرشی۔۔۔۔۔ عرشیہ۔۔۔۔۔ کھانا کھالو۔۔۔۔ صبح سے کچھ نہیں کھانا تم نے۔۔۔۔۔ "نینی نے ٹرے ٹیبل پر رکھا اور خود بالکونی میں اس کے پاس آگئی۔

عرشیہ افق میں دیکھتی سوجی آنکھیں بند کر کے سیدھی ہوئی اور لمبا سانس خارج کیا۔

"نینی۔۔۔۔۔ میں اتنی بری ہوں کیا۔۔۔۔۔ "سوال غیر ارادی طور پر ہوا۔

"نہیں تو۔۔۔۔۔ایسا کیوں سوچتی ہو۔۔۔۔تم بہت اچھی ہو۔۔۔۔۔"نینی نے دلاسہ دیتے کہا۔

"توسب مجھے چھوڑ کیوں جاتے ہیں۔۔۔۔میرا دل توڑ جاتے ہیں۔۔۔۔۔میں اتنی بری ہوں کیا۔۔۔۔کبھی کوئی پیار ہی نہیں کرتا۔۔۔۔۔"اس کا صبر ٹوٹنے لگا تھا۔

"ہر کام کا صحیح وقت ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔تمہارے زندگی میں بھی وہ صحیح وقت ضرور آئے گا۔۔۔۔۔"نینی اس کے سرہانے ٹک گئی۔

"کب آئے گا وہ وقت۔۔۔۔۔ کہیں تب تک میں مر ہی نہ جاوں۔۔۔۔۔۔" عرشیہ اس نے بازو پر سر رکھ کر چہرا چھپا گئی۔ وہ آنسو ضبط کرتے تھک چکی تھی۔

"بہت جلد آئے گا۔۔۔۔۔ تم صبر رکھو۔۔۔۔۔۔ تمہیں سمجھنے والا ضرور آئے گا۔۔۔۔۔۔" نینی اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے گویا ہوئی۔

عرشیہ ان کے سینے میں سر چھپائیں سسکتی رہی۔ پیغام کو کھونے کا غم ہلکا ہو کر ہی نہیں دے رہا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اس واقعے کے بعد اور ہان اور پیغام کی دوستی ماند پڑ گئی تھی۔دونوں میں پھر کوئی رابطہ نہ ہوا۔اس رات وہ گھر جانے اپنے کیبن سے نکلا جب اس اسٹوڈیو کے سامنے رک گیا جہاں پیغام شو کیا کرتا تھا۔ماضی کے لمحات فلم کے مانند اس کے ذہن میں گردش کرنے لگے۔شیشے کے پار نظر آتی سیٹ پر اسے پیغام چہکتا اور ہنستا محسوس ہوا اور اس کے پیچھے خود کو اس کے ہمراہ کھڑے ہنستے پایا۔

خیالات کی کڑی دوسرے آرجے کے پکار پر ٹوٹی۔

"باس۔۔۔۔۔ایف ایم کی ریٹنگز کافی گر گئے ہیں۔۔۔۔۔لوگ اب ہمارا چینل سنتے ہی نہیں ہیں۔۔۔۔۔کیا پیغام کو واپس نہیں لا سکتے۔۔۔۔۔"اس نے محتاط انداز میں التجائی کہا۔

اور ہان نے اسے حسرتی نگاہ سے دیکھ کر مایوسی سے سر نفی میں ہلایا۔ وہ چاہتا تو یہی تھا پر عرشیہ اور فاخر کے جانب سے اسے سخت تلقید تھی کہ پیغام کی آواز کبھی ریڈیو میں نہیں آئے گی۔ ایک طوفان میں ان تینوں کی زندگیاں درہم برہم ہو کر رہ گیئں۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

یہ اس رات کا منظر ہے جہاں ملک بھر کے جانے مانے بزنس پرسنلٹیز اس عالیشان ہال میں موجود تھے۔ تابش درانی خاکی سوٹ اور بوٹ میں تیار اس ایونٹ کے بطور چیف گیسٹ اپنا فریضہ سرانجام دے رہیں تھے۔ عرشیہ درانی بلیک شرٹ پر وائٹ کلر کا فارمل کوٹ پینٹ پہنے۔ بالوں کو اونچا

باندھے۔ہلکے میک اپ میں خوبصورت ینگ بزنس وومین کاروپ لیے ہال میں پہنچی۔

وہ دونوں آئیں الگ الگ تھے پر مہمانوں سے ملتے ملتے ایک دوسرے کے رو بہ رو آگئے۔گھر کے اندر جیسا بھی تعلق رہا ہو۔بزنس کی دنیا میں دونوں نے اپنی الگ پہچان بنا رکھی تھی۔

"ہیلو عرشیہ درانی۔۔۔۔"تابش صاحب مونچھوں کو تاو دیتے مخاطب ہوئے۔

"ہائے ڈیڈ۔۔۔۔"عرشیہ نے ان کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیا اور گال سے گال ٹکرا کر ملی۔

"تمہارے کمپنی سے کافی شکایات مل رہی ہیں۔۔۔۔تم ایپملائیز کے ساتھ ٹھیک سے پیش نہیں آتی۔۔۔۔۔"اس سے گلے ملتے کان میں سرگوشی کی۔

"پھر بھی آج میری کمپنی رائزنگ سٹار کے ایوارڈ کے لیے نامزد ہوئی ہیں ڈیڈ۔۔۔۔"عرشیہ استحزیہ کہتے ان سے الگ ہوئی۔

"اپنا بہیویر ٹھیک کرو۔۔۔۔ورنہ مجھے ٹھیک کروانا آتا ہے۔۔۔۔۔"تابش صاحب اس کا کندھا تھپتھپا کر آگے بڑھ گئے۔

عرشیہ نے سپاٹ تاثرات بنائے انہیں غور سے دیکھا اور دوسری سمت چل پڑی۔بھرے محفل میں بھی محبت کا روگ لیے تنہا کھڑی ایک ایک چہرے

کو دیکھ کر سوچ میں پڑ گئی۔ ہر ایک کا چہرہ الگ ہی داستان بیان کر رہا تھا۔ بناوٹی ہنسی تو اداس آنکھیں۔ خوشی کا دھکاوا۔ بے فکر ہونے کی ایکٹنگ۔ ہر ایک اپنے اپنے طریقہ سے اپنا اصل چھپا کر اداکاری میں مصروف تھا۔ یہ سب دیکھ کر اس نے آبرو اچکائے بار پر جھک کر گلاس اٹھالیا۔

ہوا تجھ سے بچھڑنے کے بعد یہ معلوم
کہ تو نہیں تھا تیرے ساتھ ایک دنیا تھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

گلاس میں موجود ڈرنک کو گھما کر شعر دہرایا اور بے خوابی کی وجہ سے سرخ پڑتی آنکھیں بند کی۔ پہلے اوہان کا چہرہ منظر پر آیا جسے وہ پیغام سمجھ بیٹھی تھی۔

اور پھر اصلی آرجے پیغام کا جس نے اتنی آسانی سے اس کی دنیا ویران کر دی تھی۔تکلیف کے ایثار چہرے پر واضح تھے۔اس نے تیزی سے ڈرنک گلے سے نیچھے اتاری اور اپنی یادوں سے خوفزدہ ہو کر وہاں سے جانے لگی۔اسے اس رنگین دنیا میں گھٹن ہونے لگی تھی اس لیے ایونٹ چھوڑ کر ڈرائیور کے ہمراہ گھر آگئی۔کمرے میں آتے ہیلز ایک جانب اچھال کر اوندھے منہ بیڈ پر ڈھے گئی۔بلند آواز میں اس کا رونا سن کر نینی بھاگتے ہوئے اوپر آئی تھیں۔

"عرشی کیا ہوا بیٹا۔۔۔۔ایسے کیوں رو رہی ہو۔۔۔۔۔"نینی اس کے پاس بیٹھی اور اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔

عرشیہ کی چیخ و پکار مزید بلند ہو گئیں۔کمرے کی دیواروں سے اس کی سسکیاں ٹکرا ٹکرا کر پلٹ آتی۔

"کچھ تو بولو۔۔۔۔میرا دل بیٹھ رہا ہے۔۔۔۔۔کیا ہوا ہے۔۔۔۔سب خیریت تو ہے نا میری بچی۔۔۔۔۔۔"نینی کے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ ان کی آواز بھی کانپ رہی تھیں۔

"میرا دل پھٹ رہا ہے نینی۔۔۔۔۔۔میں کیا کروں۔۔۔۔مجھے سکون نہیں مل رہا۔۔۔۔۔۔آہہہہہہ۔۔۔۔۔۔۔۔مجھ سے مزید یہ درد دل برداشت نہیں ہو رہا۔۔۔۔میں کیا کروں۔۔۔۔۔۔"وہ بلک بلک کر دہائی کرنے لگی۔

نینی اسے یوں دیکھ کر آبدیدہ ہو گئی تھیں۔

"نینی۔۔۔۔۔۔اس نے کیوں کیا ایسا۔۔۔۔۔۔میں نہیں رہ سکتی اس کے بغیر۔۔۔۔۔۔نینی میرا پیار۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے پیغام چاہیئے۔۔۔۔۔۔آہہہہہ۔۔۔۔۔۔میں نہیں رہ سکتی نینی۔۔۔۔۔۔مجھے پیغام لادو۔۔۔۔پلیززز۔۔۔۔نینی۔۔۔۔پلیززززز۔۔۔۔"روروا س کی ہچکیاں بندھ گئی۔

"عرشیہ۔۔۔۔سنبھالو خود کو۔۔۔۔۔"نینی نے اس کے گیلے رخسار صاف کئے۔

"کیا کمی ہے مجھ میں۔۔۔۔۔۔کیوں وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔۔۔۔کیا کیا ہے میں نے ایسا۔۔۔۔۔۔نینی۔۔۔۔۔دیکھو۔۔۔۔۔۔"وہ لڑکھڑاتے ہوئے ان کے روبہ رو کھڑی ہو گئی۔

نینی اس کے گر جانے کے ڈر سے بازو پھیلائیں ساتھ کھڑی ہو گئی تھی۔

"خوبصورت ہوں۔۔۔۔کامیاب بزنس وومین ہوں۔۔۔۔دولت شہرت پاور سب ہے میرے پاس۔۔۔۔پر۔۔۔۔۔پیغام نہیں ہے۔۔۔۔میرا پیار نہیں ہے۔۔۔۔میرا دل مردہ ہو چکا ہے نینی۔۔۔۔۔دھیرے دھیرے میں بھی مر رہی ہوں۔۔۔۔کیا فائدہ ان سب کا۔۔۔۔نہیں چاہیئے مجھے یہ سب۔۔۔۔۔"اس نے طیش میں آتے کمفرٹر اچھال پھینکا۔

"عرشیہ۔۔۔۔رکو۔۔۔۔"نینی نے روکنا چاہا مگر روک نا سکی۔۔

"نہیں چاہیئے یہ پیسہ اور آرام۔۔۔۔۔۔۔نہیں چاہیئے یہ مہنگی اور برانڈڈ چیزیں۔۔۔۔۔نہیں چاہیئے۔۔۔۔۔۔"چلاتے ہوئے اس نے وارڈراب کا رخ کیا اور اپنے سارے ڈریسس نکال نکال کر پھینکنے لگی۔

"سٹاپ اٹ عرشیہ۔۔۔۔"نینی اس نے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھامے واپس بیڈ پر لے آئی۔

"مجھے بس سکون چاہیئے۔۔۔۔۔۔مجھے بس میرا پیغام چاہیئے۔۔۔۔۔۔مجھے بس میرا پیار چاہیئے۔۔۔۔۔۔آہہہہہ۔۔۔۔۔۔۔کیوں کیا اس نے میرے ساتھ ایسا۔۔۔۔۔کیوں کیا۔۔۔۔۔آاہہہ میں کیا کروں۔۔۔۔۔۔۔نینی میں ایسی رہی تو مر جاوں گی۔۔۔۔میں کیا کروں۔۔۔۔۔۔"اس نے تکیے میں منہ چھپالیا اور پھر سے زار و قطار رونے لگی۔

نینی کی آنکھیں بھر آئی۔انہیں عرشیہ کی حالت پر افسوس ہو رہا تھا۔کیا اس لڑکی کی دل سے نکلنے والی آہ میں اتنی شدت ہو گی کہ اس کے مجرم کو اس کے پاس لیں آئے؛روتے روتے اس نے سوچا ضرور تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

ایونٹ کافی کامیاب رہا تھا۔ہر نیوز چینل اور سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر اس کا چرچہ دکھا رہیں تھے۔اگلی صبح پیغام سے بھی عرشیہ کی کامیابی چھپی نا رہی۔ نیوز پیپر کے فرنٹ پیج پر اس کی رائزنگ سٹار ایوارڈ کے ساتھ بڑی سی تصویر چھپی تھی۔اس نے نیوز پیپر کا صفحہ پلٹ کر واپس رکھ دیا۔دل ہر چیز سے اچاٹ سا ہو گیا تھا۔چائے کا آخری گھونٹ پی کر وہ غصے میں امی سے رخصت

لیے بغیر مزدوری کرنے نکل پڑا۔دن بھر کام کر کے شام کو کچھ پیسے لئے گھر کے اندر داخل ہی ہوا تھا کہ مانو سر پر آسمان گر پڑا اور پیروں تلے زمین نکل گئی ہو۔امی واشروم کے پاس گری پڑی تھی اور ان کے منہ سے جھاگ نکل رہا تھا۔

"امی۔۔۔۔۔۔کیا ہوا۔۔۔۔۔" وہ بھاگتا ہوا ان کے پاس پہنچا اور سیدھا کر کے اپنے بازوؤں میں اٹھایا۔

امی کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ایک ہاتھ سے امی کے بے جان وجود کو سہارا دیتے اس نے دوسرے سے موبائل نکالا اور اورہان کا نمبر ملایا مگر حسب معمول اس نے کال نہیں اٹھائی۔دل خوف وہراس سے پھٹ جانے کو تھا۔

سب سے پہلے امی کو ہسپتال لے جا کر پھر اسے دوبارہ کانٹیکٹ کرنے کا سوچ کر وہ رکشہ روکنے باہر بھاگا۔

ہسپتال کے سفید ٹائلز کے فرش پر وہ اسٹیچر دوڑاتے ڈاکٹر صاحب کے پاس پہنچا۔انہوں نے امی کی سنگین حالت دیکھ کر فوراً ایڈمٹ کرنے کی ہدایت دی۔امی کو وارڈ میں لے جانے کے بعد اس نے ایک مرتبہ پھر سے اورہان کا نمبر ملایا۔اس وقت اسے اکلوتے دوست کو گنوانے کا احساس رلا گیا۔گیلی سانس اندر کھینچ کر خود کو کمپوز رکھے خود ہی خود کو دلاسہ دے رہا تھا جب ڈاکٹر صاحب واپس اس کے پاس آئے۔

"خبر اچھی نہیں ہے پیغام۔۔۔۔پتھری پھر سے بڑھ گئی ہے۔۔۔۔ہمیں آپریشن کر کے ان کا پتہ ریمو کرنا ہو گا۔۔۔۔حالت بہت کریٹیکل

ہے۔۔۔۔۔جان جانے کا بہت خطرہ ہے۔۔۔۔جلدی آپریشن نہ کیا تو انہیں بچانا ممکن نہیں۔۔۔۔"ڈاکٹر صاحب اسے جھوٹا دلاسہ نہیں دینا چاہتے تھے۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر۔۔۔۔۔تو آپ جلدی آپریشن کیجیئے۔۔۔۔۔"وہ فوراً بولا تھا۔

"اوکے۔۔۔۔تم جلدی سے 8 لاکھ سبمٹ کروادو۔۔۔۔میں آپریشن اسٹارٹ کرواتا ہوں۔۔۔۔۔"ڈاکٹر صاحب نے اسی تیزی سے جواب دیا۔

8"لاکھ۔۔۔۔اتنی رقم تو نہیں ہے میرے پاس۔۔۔۔۔"پیغام مایوسی میں ڈوبتا چلا گیا۔

"سوری پیغام۔۔۔۔۔میں زیادہ سے زیادہ اپنی فیس معاف کروا سکتا ہوں۔۔۔۔۔اور کچھ دوائیاں کیمپنی سے فری دلوادوں تو بھی پرائس۔۔۔۔7.5 لاکھ ہو جائے گی۔۔۔۔پر اس سے کم نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔"ڈاکٹر صاحب ہسپتال کے رولز کے پابند تھے۔

"کوئی اور ہاسپٹل۔۔۔۔۔"پیغام نے ایک اور امید جگانی چاہی۔

"سرکاری ہسپتال میں پہلے تھیٹر کی بکنگ کروانی پڑے گی۔۔۔۔مطلوبہ ڈاکٹرز سے تین دن پہلے اپائنٹمنٹ لینا ہو گا۔۔۔۔پھر لائن میں کھڑے رہ کر فارمز فل کرنے ہونگے تب جا کے کچھ ہو سکتا ہے پر تمہاری امی کے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔۔۔۔۔ہم اپنی پوری کوشش کر کے کل تک سنبھال لیں

گے۔۔۔۔۔مگر اس کے بعد پیشنٹ کو کچھ بھی ہوا تو انتظامیہ ذمہ دار نہیں۔۔۔۔"ڈاکٹر نے ڈیڈ لائن سنا دی۔

پیغام کا رنگ زرد پڑ گیا۔وہ کہاں جائے کس سے پوچھے کچھ سمجھ نہ آیا مگر امی کو بچانا تو تھا ہی اس لیے ڈاکٹر صاحب سے کل تک کا وقت مانگ کر پیسوں کے انتظام میں نکل پڑا۔ ہسپتال سے نکل کر پہلا قدم اورہان کے گھر کے جانب بڑھے۔اس کے گھر کی تمام لائٹس بند تھیں اور ہمسائیوں سے معلوم ہوا کہ اورہان اور اس کی فیملی منور صاحب کو لاہور شاہ داتا کے دربار لیں کر گئے ہوئیں ہیں لوٹنے میں دو دن لگیں گے۔وہاں سے ناامید ہو کر اگلا خیال ٹھیکے دار کا آیا جس کے پاس وہ پچھلے دو ماہ سے مزدوری کر رہا تھا۔

"بیٹا۔۔۔۔ہم خود مزدور آدمی ہے۔۔۔۔۔دس بیس ہزار کی بات ہوتی تو میں انتظام کر دیتا مگر اتنی بڑی رقم تو آج تک ہم نے خود نہیں دیکھی۔۔۔۔۔ تمہارے لیے کہاں سے لاوں۔۔۔۔۔" ٹھیکے دار نے موٹا مضبوط ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ کر معذرت کی۔

رات کے نو بجے بینک بھی بند تھے۔اور ہان کے علاوہ اس کا کوئی قریبی دوست بھی نہیں تھا جس سے مدد مانگ سکے۔جہاں جہاں اس کی شناخت تھی سب سے پوچھ لیا مگر کہیں سے مدد نا مل سکی۔یہ کیسی آزمائش تھی جس کا کوئی حل نا تھا۔پر سورت النشرح میں آیت ہے کہ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔اگر اس پر یہ مشکل آن پڑی تھی تو نیز آسانی بھی آنے والی تھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

نو بجے سے آدھی رات ہو گئی اور آدھی رات سے صبح ہو چلی۔ ہر گلی کوچے میں دیکھ لیا کوئی اللہ کا بندہ نہ ملا۔ تھک ہار کر وہ فٹ پات کنارے جا بیٹھا اور خود کو کوستا اپنی بے بسی پر رو پڑا۔ صبح صادق کے وقت چرند پرند حمد و ثناء میں مشغول اپنے سفر پر نکل پڑے۔ آفتاب مقررہ رفتار سے اٹھتا عالم کو روشن کرنے لگا۔ سڑک صاف کرتے منسپیلٹی کے کارکن اسے ایک نظر دیکھ کر آگے بڑھ گئے۔ وقت اور زندگی کا بہاو کسی ایک کے لیے رک تھوڑی جاتا ہے۔ بھوک پیاس کے بے حال، بے دم قدم گھسیٹتے اس نے خالی ہاتھ ہسپتال کا رخ کیا۔ وہ رو رو اس قدر ماوف ہو گیا تھا کہ رکشہ یا ٹیکسی کرنے کا خیال ہی نہ آیا۔ اس کے دل میں امی سے بچھڑنے کا خوف اسے ہر قدم نڈھال بناتا گیا۔ ہسپتال کے سامنے یک دم اس کے قدم رک گئے۔ اس سے

اندر جایا ہی نہیں گیا۔ جیب میں کل کے تین سو کے علاوہ کچھ تھا ہی نہیں تو کس منہ سے ڈاکٹر کے پاس جاتا۔ دل اللہ سے فریاد میں جٹ گیا۔ اس نے بھیگی پلکیں صاف کر کے آہ بھری اور گیٹ کے پاس کھڑے مشروبات کے کارٹ پر نظر گئی تو کل کا اخبار لہراتا نظر آیا جس کے فرنٹ پیج پر عرشیہ کی تصویر چھپی تھی۔ کیسا کھیل تھا یہ اسے تو لگا تھا کہ ان کے راستے الگ ہو چکے ہیں مگر شاید قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

وہیں عرشیہ آج معمول سے پہلے آفس آگئی۔ اندر کا خالی پن اور پیغام کی یادیں اسے ہر جگہ کاٹ کھانے کو دوڑتی تھی۔ اس کا گھر میں دم گھٹنے لگتا تو آفس آجاتی اور آفس میں تنگ آکر گھر بھاگ جاتی۔ کہی بھی دل نہیں لگتا تھا۔ آفس کے کیبن میں بیٹھے صبح صبح ہی اینٹی ڈپریسنٹ دوائی لے کر وہ سامنے پڑے شیڈیول لسٹ دیکھنے لگی۔ ساتھ ساتھ بائیں طرف لگیں ایل ای

ڈی اسکرین پر سی سی ٹی وی کیمروں پر نظر دوڑاتی۔اپنے آج کا شیڈیول فائنل کر کے اس نے اسکرین پر نظر ڈالی کہ ٹھٹک گئی۔انٹرنس پر سیکیورٹی اہلکار کا کسی کے ساتھ بحث ومباحثہ چل رہا تھا۔اس لڑکے کی کیمرے کے سمت پشت تھی اس لیے عرشیہ ٹھیک سے چہرہ تصحیح نہیں کر پائی۔

"مزمل۔۔۔۔کیا ہو رہا ہے وہاں۔۔۔۔"اس نے فوراً اپنے سیکریٹری کو کال ملائی۔

"میم وہ۔۔۔۔کوئی لڑکا آپ سے ملنے کی ضد کر رہا ہے۔۔۔۔۔اپنا نام پیغام بتا رہا ہے۔۔۔۔۔"مزمل پس منظر میں آوازوں سے ہٹ کر اونچا بولا۔

عرشیہ کا منہ کھل گیا اور آنکھیں بڑی ہو گئی۔ مکافات عمل اتنی جلدی اس کا کیا لوٹا دے گا۔ یہ اس کے گمان میں بھی نا تھا۔ اسے اپنی سانس بند ہوتی محسوس ہوئی۔ خود کو ہاتھ سے ہوا دیتے اس نے سانس بحال کرنے کی کوشش کی۔ پلکیں جھپکاتے لمبا سانس لیتے خود کو کمپوز کرتے اس نے پھر سے کریڈل اٹھا اور مزمل کا نمبر ملایا۔

"اسے اوپر لاو۔۔۔۔" ناچاہتے ہوئے بھی اس کی آواز کانپ گئی تھی۔

"میم آپ فکر نا کریں۔۔۔۔ ہم کچھ دے کر بھیج دیں گے۔۔۔۔۔" مزمل نے معاملہ سنبھالنا چاہا۔

"I said bring him up.... "

اب کی بار وہ دانت پر دانت جمائے تندی سے بولی۔مزمل ہڑ بڑا کر اس کا حکم بجالاتے پیغام کو لفٹ کے سمت لے گیا۔عرشیہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور دائیں سے بائیں چکر لگاتے خود کو نارمل کرنے لگی۔

"عرشیہ۔۔۔۔نروس نہیں ہونا۔۔۔۔۔نارمل رہنا ہے۔۔۔۔۔پگلنا نہیں ہے۔۔۔۔یاد ہے نا اس نے کیا کیا تھا۔۔۔۔ضرور وہ معافی مانگنے آیا ہوگا۔۔۔۔پر اتنی آسانی سے اسے معاف نہیں کرنا اوکے۔۔۔۔۔۔"اپنے آپ سے کہتی وہ دائیں بائیں گھوم رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

وہ اچھل پڑی اور ایک آخری دفعہ لمبا سانس خارج کرتے اپنی سیٹ پر واپس آگئی اور خود کو انجان ظاہر کرنے قلم اٹھا کر نظریں ڈائری پر جمالی۔

"یس کم ان۔۔۔۔"اس نے گلا صاف کرتے اجازت دی۔

مزمل کے ہمراہ پیغام جھجکتا ہوا اندر داخل ہوا۔عرشیہ نے دھڑکتے دل کو تھامے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور مزمل کو جانے کا اشارہ کیا۔وہ سر کو خم دے کر واپس نکل گیا۔اس بڑے کیبن میں عرشیہ اور پیغام اکیلے رہ گئے۔

"آیئے۔۔۔مسٹر پیغام۔۔۔۔آج میرے آفس کا رخ کیسے کیا۔۔۔۔۔"
کہنیاں ٹیبل پر رکھیں وہ آگے کو ہوئی۔

پیغام قدم قدم آگے آیا۔

"لگتا ہے معافی مانگنے آئیں ہیں۔۔۔۔"عرشیہ اس کا جھکا سر دیکھ کر بولی تھی۔

"لیکن معافی میں آپ سے مانگتی ہوں۔۔۔۔کیوں کہ جو آپ نے کیا وہ معافی کے قابل نہیں ہے۔۔۔۔۔"ہاتھ اٹھا کر اعلانیہ طور کہتی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا گئی۔

وہ پیغام کو ہاتھ جوڑے منت کرتے دیکھنا چاہتی تھی۔

"میری امی بہت سیریس ہے۔۔۔۔۔ہاسپٹلائزڈ ہے۔۔۔۔۔مجھے ان کے آپریشن کے لیے پیسے چاہیئے۔۔۔۔۔"پیغام اپنا مطالبہ کرتا مقابل سیٹ پر آن بیٹھا۔

عرشیہ کا دل موم بننے لگا۔اس سے پیغام کی پریشانی دیکھی نہیں گئی۔اس کے تصورات ایک لمحے میں بکھر گئے۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔۔میں نے جو کیا وہ معافی کے قابل نہیں ہے۔۔۔۔۔ شاید تم مجھ سے اب نفرت کرتی ہو گی۔۔۔۔۔شاید میری شکل تک نہیں دیکھنا چاہو گی۔۔۔۔پر میں بہت مجبور ہوں عرشیہ۔۔۔۔۔مجھے پیسوں کی بہت سخت ضرورت ہے۔۔۔۔"التجا کرتے اس کا گلا رندھ گیا۔

"کتنا پیار کرتے ہو اپنی ماں سے۔۔۔۔۔"عرشیہ ان ماں بیٹے کے مابین محبت کو اچھے سے محسوس کر سکتی تھی۔

"بہت زیادہ۔۔۔۔اپنی جان سے زیادہ۔۔۔۔اگر انہیں کچھ ہو گیا۔۔۔۔تو میں زندہ نہیں رہ پاوں گا۔۔۔۔"اب وہ باقاعدہ ہاتھ جوڑنے لگا۔

عرشیہ دل کیا پوری دنیا اس کے قدموں میں رکھ دیں۔وہ وہی واحد شخص تھا جس کی آواز اس کے ہر زخم پر مرہم کی طرح لگتی تھی۔جس کے شوسن سن کر ہی تو وہ انسانیت محبت اپنائیت جیسے صفات سے واقف ہو پائی تھی۔جس انسان نے اسے زندگی جینا سیکھایا بھلا وہ اس سے نفرت کیسے کر سکتی تھی۔

"پلیززززز۔۔۔۔۔میری مدد کر دو۔۔۔۔آئی پرامس میں تھوڑے تھوڑے کر کے تمہارے سارے پیسے لوٹا دوں گا۔۔۔۔"پیغام کی آخری امید عرشیہ تھی اور وہ کسی قیمت اسے قناعت دینا چاہتا تھا۔

"کتنے پیسے چاہیئے۔۔۔۔"وہ بہت سوچ کر گویا ہوئی۔

"آٹھ لاکھ۔۔۔۔"اس نے ڈاکٹر کی فیس اور کچھ ایکسٹرا اخراجات ملا کر رقم بتائی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔میں اس سے ڈبل اماونٹ دوں گی۔۔۔۔۔سولہ لاکھ۔۔۔۔اس کے علاوہ لائف ٹائم کے لیے آنٹی کے علاج کا پورا خرچہ بھی اٹھاوں گی۔۔۔۔اور مجھے پیسے واپس نہیں چاہیئے۔۔۔۔۔بلکہ میری ایک اور شرط ہے۔۔۔۔۔"معنی خیز مسکان کے ساتھ کہتے آگے کو ہوئی۔

"کیسی شرط۔۔۔۔"پیغام مشکوک ہوا۔اسے ہوا میں سازش کی بو پھیلتی محسوس ہوئی۔

"تمہیں تمہاری امی کی جان چاہیئے۔۔۔۔۔اور مجھے۔۔۔۔۔تم۔۔۔۔"اس نے رک کر پیغام کو دیکھا تھا۔

وہ مجسمہ بنے ادے سن رہا تھا۔

"مجھ سے شادی کر لو۔۔۔۔"عرشیہ نے ایک ایک لفظ واضع کیا۔

اس کے آفر پر پیغام کے آبرو پھیل گئے۔

"تم میرا سودا کرنا چاہتی ہو۔۔۔۔"اس نے گویا تائید چاہی۔

"کچھ ایسا ہی سمجھ لو۔۔۔۔"عرشیہ نے مسرور ہوتے شانے اچکائے۔

"میں یہاں مدد مانگنے آیا تھا۔۔۔۔اپنا ضمیر بیچنے نہیں۔۔۔۔۔"وہ ٹیبل پر ہاتھ مارتے کھڑا ہو گیا۔طیش سے گردن کی رگیں تن گئیں۔

"سوچ لو۔۔۔۔بہت اچھی آفر ہے۔۔۔۔۔آپریشن کے پیسے۔۔۔۔لائف ٹائم علاج کا خرچہ۔۔۔۔۔ود آوٹ رٹرن پالیسی۔۔۔۔۔شرط صرف مجھ سے شادی کرنے کی۔۔۔۔۔"اس کے مقابلے عرشیہ پر سکون رہی۔

قدرت نے اسے پیغام کو پانے کا ایک اور موقع دیا تھا جسے وہ کسی صورت گنوانا نہیں چاہتی تھی اس لیے اُسے اپنا بنانے کا جو طریقہ صحیح لگا اس نے اختیار کیا۔

"نہیں چاہیئے ایسی آفر۔۔۔۔۔دراصل غلطی میری ہی ہے۔۔۔۔میں بھی کس سے مدد کی امید لیئے یہاں آیا۔۔۔۔جسے ماں جیسی نعمت کا اندازہ ہی نہیں ہے۔۔۔۔جسے رشتوں کی قدر ہی نہیں ہے۔۔۔۔خون کی پرواہ نہیں ہے۔۔۔۔۔وہ کیا سمجھے گی میرا درد۔۔۔۔۔" پیغام اسے تلخ حقیقت بناتے افسوس سے آہ بھرتے مڑ گیا۔

عرشیہ نے لب بھینچ لیے۔اس نے صحیح کیا یا غلط اسے سمجھ نہیں آیا۔دل میں بس اسے پانے کی جستجو تھی جس کے تحت اس نے ایسی آفر رکھی۔

پیغام اس کی آفر ٹھکرا کر کیبن کے دروازے تک پہنچا تھا کہ موبائل بجنے لگا۔ کال ڈاکٹر صاحب کی تھی اس لیے اس نے پہلے ہی بیل پر جٹ سے اٹھالی۔

"پیغام۔۔۔۔۔کہاں ہو تم۔۔۔۔۔تمہاری امی کی حالت اور خراب ہو گئی ہیں۔۔۔۔۔ایک گھنٹے تک آپریشن نہیں ہوا تو ہم کچھ نہیں کر پائیں گے۔۔۔۔۔جلدی کرو۔۔۔۔۔"ڈاکٹر صاحب کی بے لچک آواز سے وہ مزید دل گرفتہ ہو گیا۔

اس نے بغیر کچھ کہے کال کاٹ دی۔آنکھیں سختی سے میچھ کر سر اوپر کرتے لمبا سانس لیا اور ایڑیوں کے بل پلٹ کر عرشیہ کے روبہ رو آیا۔

"مجھے تمہاری آفر قبول ہے۔۔۔۔۔پر پہلے پیسے دو۔۔۔۔میری امی کے پاس وقت بہت کم ہے۔۔۔۔مجھے ہسپتال پہنچانے ہیں۔۔۔"وہ ایک سانس میں بولا۔

عرشیہ خوشی سے چہک اٹھی۔

"پہنچانے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔۔تم ہی تو کہتے ہو ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے۔۔۔۔یہاں تم نے نکاح پیپر پر سائن کیا۔۔۔وہاں میں ایک کلک سے آٹھ لاکھ ہسپتال کے اکاونٹ میں ٹرانسفر کرادوں گی۔۔۔۔"عرشیہ چٹکی بجاتے رائے حل نکالتی ٹیبل کے جانب مڑی اور خوشی سے سرشار ہوتے موبائل اٹھایا۔پہلی کال فاخر کو ملائی۔

"فاخر جلدی سے ایک قاری صاحب کو لے کر میرے آفس پہنچو۔۔۔۔۔"

اسے ہدایت دے کر دوسری کال لائیر کو ملائی۔

"وکیل انکل۔۔۔۔ایک لیگل میرج سرٹیفیکیٹ لے میرے آفس آیئے۔۔۔۔ جلدی سے۔۔۔۔ہاں ہاں میں شادی کر رہی ہوں۔۔۔۔"اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

وکیل صاحب کے بعد تیسری کال مزمل کو ہوئی۔ مگر اس سے پہلے وہ بت بنے پیغام سے مخاطب ہوئی۔

"تم اپنے گواہان کا انتظام خود کرو گے۔۔۔۔یا میں کر دوں۔۔۔۔"اس نے کریڈل کان پر سے ہٹا کر آبرو اٹھائے پوچھا۔

"جب سب کچھ تمہاری مرضی سے ہو رہا ہے تو۔۔۔۔یہ بھی تم کر دو۔۔۔۔"پیغام بے بسی سے کہتا صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کیوں۔۔۔۔تمہارا وہ بیسٹ فرینڈ کہاں ہے۔۔۔۔جو تمہاری خاطر نکلی آرجے بھی بن گیا تھا۔۔۔۔"عرشیہ نے جتاتے ہوئے اورہان کا ذکر کیا۔

"اسے ان سب میں مت گھسیٹو۔۔۔۔اسے پہلے ہی میری وجہ سے بہت نقصان اٹھانا پڑا ہے۔۔۔۔۔اب اس معاملے سے اسے دور رکھو۔۔۔۔"وہ ہاتھ جھلا کر انکار کر گیا۔

عرشیہ نے لاپرواہ انداز میں شانے اچکا دیئے۔

"تم اپنے ڈیڈ سے نہیں پوچھو گی۔۔۔۔۔"اس کا سوال اسی پہ پلٹا دیا۔

"میں اپنی زندگی کا فیصلہ خود کرتی ہوں۔۔۔۔مجھے ان سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔"اس نے سرد مہری سے جواب دیا۔

"ایک کھیل میں نے کھیلا تھا۔۔۔۔ایک کھیل تم شروع کر رہی ہو۔۔۔۔ دیکھتے ہیں اس میں کون جیتتا ہے۔۔۔۔"پیغام نے استحزیہ کہتے سر جھٹکا۔

"ڈیل منظور ہے۔۔۔۔۔"عرشیہ نے اس کے طنز کو خاطر میں نہ لاتے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"منظور ہے۔۔۔۔"پیغام نے بے دلی سے اس سے ہاتھ ملا کر اس سودے کو مہر لگائی۔

دس منٹ بعد وکیل صاحب اور قاری صاحب دونوں اس کے کیبن میں موجود تھے۔انہوں نے نکاح کے مراحل شروع کیے۔نکاح پیپر پر عرشیہ درانی اور پیغام خان کا نام لکھا۔حق مہر کے خانے میں پہنچ کر انہوں نے پیغام سے سوال کیا مگر اس سے پہلے عرشیہ گویا ہوا۔

"سولہ کروڑ۔۔۔۔۔"اس کے الفاظ پر کمرے میں موجود سبھی نے اسے دیکھا۔

پیغام نے گردن موڑے بے یقینی سے ساتھ بیٹھی بزنس وومین کو دیکھا تھا۔

عرشیہ نے ایک ادا سے اس کے سمت گردن گھما کر دیکھا۔

"پیغام۔۔۔میں جانتی ہوں طلاق کا حق مرد کے پاس ہوتا ہے۔۔۔۔اور میں تم سے یہ حق چھین بھی نہیں رہی۔۔۔۔پر میں حق مہر کی رقم اتنا رکھ رہی ہوں کہ مجھے چھوڑنے سے پہلے تم ایک مرتبہ تو ضرور سوچو۔۔۔۔" عرشیہ نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

پیغام نے رخ پھیر کر قاری صاحب کو دیکھا۔ قاری صاحب نے اول اسے دیکھا اور پھر عرشیہ کو اور پیغام سے رضامندی چاہی۔اس نے سر کو خم دے کر اجازت دی تو قاری صاحب رقم لکھنے لگیں۔

"پیغام خان۔۔۔۔ولد ظفر خان۔۔۔۔۔آپ کا نکاح عرشیہ درانی بنت تابش درانی سے سکہ رائج الوقت کے مطابق سولہ کڑوڑ حق مہر سے کیا جارہا

ہے۔۔۔۔کیا آپ کو قبول ہے۔۔۔۔"قاری صاحب نے نکاح کے الفاظ دہرائے۔

"قبول ہے۔۔۔۔"پیغام وقت گنوائیں بغیر راضی ہوا۔

"عرشیہ درانی۔۔۔۔بنت تابش درانی۔۔۔۔آپ کا نکاح پیغام خان سے سکہ رائج الوقت کے مطابق سولہ کڑوڑ حق مہر سے کیا جارہا ہے۔۔۔۔کیا آپ کو قبول ہے۔۔۔۔"انہوں نے عرشیہ سے رضامندی چاہی۔

"بالکل قبول ہے۔۔۔۔"عرشیہ نے خوشی خوشی رضامندی دی۔

اس کے گواہان کے طور پر مزمل اور وکیل صاحب نے سائن کئے اور پیغام کے گواہ کے طور پر فاخر اور اس کے ساتھی نے شاہدی ادا کی۔ سائن کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں گئے۔ خوش و خرم انداز سے نکاح کی تکمیل کے بعد مزمل نے آئی پیڈ عرشیہ کے جانب بڑھایا۔ اس نے چند بٹن دبا کر آٹھ لاکھ ہسپتال کے اکاونٹ میں ٹرانسفر کرا دیئے۔

"ڈاکٹر کو کال کر کے آپریشن شروع کرنے کے لیے بولو۔۔۔۔۔پیسے ٹرانسفر ہو گئے ہیں۔۔۔۔" عرشیہ نے آئی پیڈ پیغام کے سمت بڑھایا۔

پیغام نے اسکرین پر نظر آنے والی ڈیٹیل دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کا نمبر ملایا۔

"ڈاکٹر صاحب۔۔۔۔پیسے ٹرانسفر کر دیئے ہیں۔۔۔۔آپ آپریشن شروع کیجیئے۔۔۔۔میں بس آرہا ہوں۔۔۔۔"ڈاکٹر صاحب کو تسلی دیتے اس نے کال کاٹی اور بے تاثر نظروں سے عرشیہ کو دیکھا۔

ان دونوں کو نکاح کی مبارک باد دیتے ایک ایک کر کے سب کیبن سے نکل گئے تو عرشیہ اس کے قریب آئی۔

"شادی مبارک ہو ہسبینڈ۔۔۔۔"اس نے پیغام کے کندھے پر سر رکھا۔

اگرچہ پیغام کو وہ پسند نہیں تھی مگر اب وہ اس کے نکاح میں تھی اور اس نئے رشتے کے ناطے وہ ساکت کھڑا رہا۔

"عرشیہ مجھے اس وقت امی کے پاس ہونا چاہیئے۔۔۔۔" وہ بہت نرمی سے اسے خود سے الگ کرتے کنکارا۔

"اویس۔۔۔۔جاو۔۔۔۔اس وقت تمہیں ہاسپٹل میں ہونا چاہیئے۔۔۔۔تم جاو۔۔۔۔میں بعد میں آتی ہوں۔۔۔۔۔" عرشیہ نے اس کا احساس کرتے ہامی بھری۔

ZNZ Zubi Novels Zone

پیغام پھیکا مسکرایا اور پر سکون ہوتا ہاسپٹل کے لیے نکل گیا۔ عرشیہ بند دروازے کو دیکھتی بلش کرنے لگی۔اس نے جسے چاہا بلا آخر وہ اس کا ہو گیا مگر یہ رشتہ کب تک قائم رہتا یہ وقت ہی بتانے والا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

ہسپتال کے کوریڈور میں گھومتا مسلسل دعائیں کرتا امی کی زندگی کی فریاد کر رہا تھا جب ڈاکٹر صاحب تسلی بخش تاثرات لیئے آپریشن تھیٹر سے نکلے۔

"آپریشن کامیاب رہا۔۔۔۔اب آپ کی امی ضرور ٹھیک ہو جائیں گی۔۔۔۔"انہوں نے پیغام کا کندھا تھپتھپایا۔

"تھینکیو ڈاکٹر صاحب۔۔۔۔"اس نے مشکور ہوتے ڈاکٹر صاحب سے مصافحہ کیا۔

ان کے جانے کے بعد وہ سجدہ شکر میں گر گیا اور اللہ کا شکریہ ادا کیا۔شام تک امی کو ہوش آگیا تھا اور ان کی طبیعت پہلے سے بہتر لگ رہی تھی۔ان سے مل

کر وہ وارڈ سے باہر آیا تھا کہ عرشیہ کو اپنے جانب آتے دیکھا۔امی کے صحتیاب ہونے کی خوشی میں کچھ پل کے لیے وہ عرشیہ اور اس سے نکاح کرنا بھول ہی گیا تھا پر عرشیہ اس کی زندگی کی وہ حقیقت تھی جو نہ چھوڑی جا سکتی تھی نہ بھلائی۔

"امی کیسی ہے۔۔۔۔"اس نے قریب آتے امی کا حال دریافت کیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔آپریشن کامیاب رہا۔۔۔۔"پیغام کار وہ یہ سخت نا سہی مگر لہجہ سپاٹ ضرور تھا۔

عرشیہ نے اس کے لہجے کا برا نہیں منایا۔آخر کب تک وہ اس سے خفہ رہتا۔ان کے مابین بندھی نکاح کی یہ ڈور ایک دن یہ دوریاں ختم کر ہی دیتی۔

"تم کیسے ہو۔۔۔۔"اس نے اپنائیت سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا چاہا۔

"اب ٹھیک ہوں۔۔۔۔"جواب اب بھی بے لچک لہجے سے دیا گیا۔

"میں تمہارے لیے کھانا لے کر آئی ہوں۔۔۔۔"عرشیہ نے چند قدم پیچھے کھڑی ملازمہ کے سمت اشارہ کیا۔

پیغام نے اس جانب دیکھا اور تپ کر بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"پلیز زعرشیہ۔۔۔۔۔تمہیں ٹیپیکل بیوی کی طرح یہ سب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔اس نکاح سے ہماری لائف میں کوئی چینج نہیں آئے گا۔۔۔۔تم جیسے پہلے جی رہی تھی ویسے ہی جیو۔۔۔۔اور میں جیسے جی رہا تھا ویسی جیو گا۔۔۔۔۔"وہ بیزاری سے کمر پر ہاتھ رکھتے گویا ہوا۔

عرشیہ نے اپنے آپ کو قابو رکھنے پیشانی مسلی۔طیش سے سانسوں کی تپش بڑھ گئی اور آنکھوں میں سرخی حمائل ہونے لگیں۔

"لک مسٹر پیغام۔۔۔۔ہمارے بیچ یہی ڈیل ہوئی تھی۔۔۔۔۔اور اب میں جو چاہوں وہی کروں گی۔۔۔۔مجھے ٹیپیکل بیوی بننا اچھا لگتا ہے تو میں ٹیپیکل بیوی ہی بنوں گی۔۔۔۔"اس نے حد درجہ اپنا لہجہ دھیما رکھا۔

پیغام نے بے زاری سے رخ موڑ لیا۔اس کی نظریں شیشے کے پار ادویات کے زیر اثر سوئی امی پر ٹھہر گئیں۔

"شرط صرف شادی کرنے کی تھی۔۔۔۔۔نبھانے کی نہیں۔۔۔۔۔"پیغام اسی ٹیون میں غرایا تھا۔

"جب شادی کی ہے تو نبھانی تو پڑے گی۔۔۔۔۔"عرشیہ مخمور نظروں سے دیکھتے قریب آئی۔

"اور یہ مت بھولو۔۔۔۔میں اگر انہیں زندگی دے سکتی ہوں۔۔۔۔۔تو واپس لے بھی سکتی ہوں۔۔۔۔۔تم نے ہی کہا نا۔۔۔۔مجھے تو رشتوں کا احساس ہی نہیں ہے۔۔۔۔"اس نے مغرور انداز میں دھمکاتے کندھے پر

ڈالے اپنے بیگ سے گن نکالی اور ہاتھ دائیں سمت دراز کر کے شیشے کے پار لیٹی امی پر تان لی۔

پیغام نے بے یقینی سے آنکھیں بڑی کر کے اسے دیکھا۔

"انہیں نہیں مارا تو۔۔۔۔۔خود کو تو مار ہی دوں گی۔۔۔۔"اس نے گن کا رخ اپنے پیشانی کے جانب کیا۔وہ بنا پلکیں جھپکائے ٹھوس تاثرات بنائے اسے گھور رہی تھی۔

پیغام کے جسم میں کرنٹ تب دوڑا جب گن کا لاک کھلا ہوا پایا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

"کیا کر رہی ہو۔۔۔۔لاک کھلا ہے گولی چل جائے گی۔۔۔۔" پیغام نے لرزتے ہاتھوں سے تیزی اس کے ہاتھ سے گن جھپٹ لی۔

"میں نے بہت ٹوٹ کر چاہا ہے تمہیں۔۔۔۔مجھے ایسا کچھ بھی کرنے پر مجبور مت کرو۔۔۔۔ جس سے بعد میں پچھتاوا ہو۔۔۔۔۔تم ایک دفعہ دھوکہ دے چکے ہو۔۔۔۔۔دوبارہ ایسی غلطی کرنے کے بارے میں سوچنا بھی مت۔۔۔۔۔" عرشیہ کا لہجہ اول تو سخت اور پھر التجائیہ ہو گیا۔آنکھوں میں نا چاہتے ہوئے آنسو امڑ آئے۔

پیغام نے گن کی وجہ سے ہسپتال کے کارکنان میں خوف وہراس پھیلتے دیکھ کر گن جلدی سے لاک کرتے اس کے بیگ میں چھپا دی۔

"تماشامت بناو عرشیہ جاو یہاں سے۔۔۔۔۔"اس نے دھیمے لہجے میں ریکویسٹ کی۔

"میں تم سے اور کچھ نہیں مانگ رہی پیغام۔۔۔۔صرف وہ وقت چاہتی ہوں جو میرا حق ہے۔۔۔۔۔اپنے ہسبینڈ کا خیال رکھنا۔۔۔۔اسے پیار دینا بس۔۔۔۔بدلے میں تم نفرت دو تو بھی چلے گی۔۔۔۔"اس نے منت کرتے پیغام کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"اوکے۔۔۔۔اوکے ٹھیک ہے۔۔۔۔جیسا تم چاہتی ہو ویسی ہو گا۔۔۔۔پر ابھی جاو پلیززز۔۔۔۔۔"اس نے معاملہ سنبھالتے پیار سے سمجھایا۔

عرشیہ آنکھوں کے گوشے صاف کرتی مسکرادی اور ملازمہ کے ہاتھوں سے ٹفن لے کر اسے تھمایا۔ پیغام نے نظریں جھکا کر ناچاہتے ہوئے بھی ٹفن لے لیا۔

"تم چاہو۔۔۔۔ تو میں کسی کو یہاں تمہاری جگہ رکوا سکتی ہوں۔۔۔۔ تم گھر جا کر آرام کر لینا۔۔۔۔" عرشیہ کو اس کے آنکھوں کے گرد حلقے اور اس کے بکھرے بال دیکھ کر فکر ہونے لگی۔

"نہیں۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔ میں یہی رہوں گا امی کے پاس۔۔۔۔"

پیغام فوراً سے انکاری ہوا۔ وہ عرشیہ کو پھر سے ضد پر آنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

عرشیہ نے سر کو جنبش دیا اور جانے کے لیے مڑ گئی۔ پیغام اس کی پشت کو دیکھتے سوچ میں پڑ گیا۔ کیا یہ تھی اس کی قسمت۔ کیا عرشیہ چنی گئی تھی اس کے لیے۔

"نہیں۔۔۔۔ایسا نہیں ہو گا۔۔۔۔وہ میرے ٹائپ کی بالکل نہیں ہے۔۔۔۔"اس نے خود کو ڈپٹا اور پھر سے وارڈ کے سمت بڑھ گیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

تابش صاحب لاؤنج میں دائیں سے بائیں چکر لگاتے غصے سے آگ بگولا ہو رہیں تھے۔ سیرت بیگم ان کے بگڑے تاثرات سے کافی پریشان ہوئی۔ اگرچہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ غصہ کیوں ہے پر وہ ان کو آرام سے بات

کرنے کا مشورہ دے رہی تھی پر تابش صاحب کسی کی سنے بغیر سگار کا کش لیتے رہیں۔

عرشیہ خوشی خوشی گھر لوٹی پر ڈیڈ کے عتاب کا نشانہ بن گئی۔

"اتنا بڑا قدم اٹھانے سے پہلے ایک مرتبہ پوچھ لیتی۔۔۔۔۔میری کچھ ویلیو ہے بھی یا نہیں۔۔۔۔۔تم اتنی خود سر ہو گئی ہو۔۔۔۔۔نکاح بھی خود سے کر لیا۔۔۔۔۔" وہ اس پر چلاتے آگے آئیں۔

نکاح کا سن کر مام کی آنکھیں بڑی ہو گئی۔سانس گلے میں اٹک گئی تھی۔

"یہ میری لائف ہے ڈیڈ اور اس کا فیصلہ بھی میں خود کروں گی۔۔۔۔۔"

عرشیہ نے ہاتھ جھلا کر لاپرواہی سے شانے اچکائے۔

"میں جان سے مار دوں گا اسے۔۔۔۔۔ہے کون وہ کمینہ۔۔۔۔۔"ڈیڈ اس کا بازو دبوچ کر غرائیں۔

"ڈیڈ۔۔۔۔وہ میرے شوہر ہے۔۔۔۔۔آپ ایسے انسلٹ نہیں کر سکتے ان کی۔۔۔۔۔"عرشیہ آبرو ملائیں تندی سے بولی۔

"اور یہ جو روز روز تم سماج میں میری انسلٹ کرتی پھر رہی ہو۔۔۔۔لوگ کتنی باتیں کر رہیں ہیں مجھ پر۔۔۔۔"ڈیڈ نے منطق سمجھانا چاہا۔

"اووڈیڈ۔۔۔۔لوگوں کا کام ہے باتیں کرنا۔۔۔۔میں لوگوں کی باتوں کا سوچ کر اپنی لائف ڈسٹرب نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔"عرشیہ تپ گئی۔

"عرشیہ۔۔۔۔۔کس سے نکاح کر آئی ہو۔۔۔۔کون ہے وہ۔۔۔۔ہم سے ملواتو دیتی۔۔۔۔۔"مام نے تابش صاحب کے مقابلے پیار سے پوچھا۔

"مام۔۔۔۔وہ بہت اچھے ہیں۔۔۔۔۔ہمارے اسٹیٹس کے تو نہیں ہیں۔۔۔۔۔پر دل کے بہت اچھے ہیں۔۔۔۔۔بہت جلد آپ سے ملوانے لاوں گی۔۔۔۔"عرشیہ ان کے قریب جا کر ان کے کندھے سے لپٹ گئی۔

"میں نہیں مانتا تمہارا یہ ڈرامہ۔۔۔۔مجھے تمہارے اس ڈرامے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔۔۔تم وہی شادی کرو گی جہاں میں کہوں گا۔۔۔۔۔" تابش صاحب نے تنبیہ کی۔

"ڈیڈ۔۔۔۔۔کیسی بات کر رہیں ہیں۔۔۔۔میری شادی ہو گئی ہے۔۔۔۔آپ شادی شدہ لڑکی کی دوبارہ شادی نہیں کروا سکتے۔۔۔۔آپ کو یہ سب ڈرامہ لگ رہا ہے۔۔۔۔تو وکیل انکل سے پوچھیئے۔۔۔۔۔۔ایڈوکیٹ کاظم خود میرے نکاح میں گواہ تھے۔۔۔۔۔" عرشیہ نے حیرت سے منہ کھولے کہا۔

"اسے تو میں دیکھ لوں گا۔۔۔۔پہلے تم کان کھول کر سن لو۔۔۔۔۔"تابش صاحب کا چہرہ سرخ ہونے لگا مگر ان کے مزید کہنے سے پہلے عرشیہ کمرے میں چلی گئی اور وہ اسے پکارتے رہ گئے۔

دوسری طرف پیغام امی کو سلا کر وارڈ کے صوفے پر نیم دراز ہو کر بیٹھ گیا۔ دن بھر کے واقعات پھر سے دماغ میں گردش کر رہیں تھے۔وہ کل رات کا جگا ہوا تھا اس لیے سر رکھتے ہی نیند کی وادیوں میں چلا گیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

صبح سویرے اس کی آنکھ کھلی تو امی کافی بہتر لگ رہی تھی۔ان کی طبیعت سنبھلی دیکھ کر پیغام نے سکون کا سانس لیا۔دن چڑھنے تک وہ ان کے پاس

بیٹھا رہا پھر وارڈ سے نکلا تھا کہ سامنے سے اورہان تیز تیز چلتے اس طرف آتے نظر آیا۔

"کیسے ہو پیغام۔۔۔۔میری کال کیوں نہیں اٹھا رہے تھے۔۔۔۔"اس نے آتے حال دریافت کیا۔

"وہ۔۔۔۔موبائل سائلنٹ پر تھا۔۔۔۔" پیغام نے اپنا موبائل جیب سے نکالتے جواب دیا۔

"میں صبح صبح واپس پہنچا ہوں۔۔۔۔داتا دربار میں سگنلز نہیں تھے۔۔۔۔ آج تمہارے مسکالز دیکھ کر گھر گیا تھا۔۔۔۔وہاں سے آنٹی کا پتا چلا تو سیدھے

یہی آگیا۔۔۔اب آنٹی کیسی ہیں۔۔۔۔"اس نے پیغام کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

اس نے تسلیت قبول کرتے اورہان کو گلے لگایا۔

"اب بالکل ٹھیک ہیں۔۔۔۔" پیغام نے اس کے پیٹھ کر تھپتھپایا۔

وہ دونوں الگ ہوئے تھے کہ ہیلز کی آواز پر مڑ کر عرشیہ کے جانب دیکھا۔ اورہان کے تاثرات بدل گئے جبکہ پیغام بے تاثر رہا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔۔"اورہان دبے آواز میں غرایا۔

عرشیہ نے اسے جواب دینے کے بجائیں پیغام کو دیکھا۔اس نے اورہان کو حوصلہ رکھنے کی تلقین کی اور خود آگے آیا۔

"ڈیل کے مطابق میں نے سولہ لاکھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔۔۔آٹھ لاکھ کل ہاسپٹل میں سبمٹ کئے تھے۔۔۔۔باقی کے آٹھ تمہارے اکاونٹ میں ڈلوا دیئے ہیں۔۔۔"اس نے ایک کریڈٹ کارڈ دکھا کر پیغام کے جیب میں ڈالا۔

ان دونوں سے چند قدم فاصلے پر کھڑے اورہان کے چہرے پر کئی رنگ آکر گزرے تھے۔اس نے ان دونوں کی ایسی ملاقات کی کبھی توقع نہیں کی تھی۔

پیغام نے سر کو خم دے کر کارڈ منظور کیا۔وہ جانتا تھااور ہان اسی سمت دیکھ رہا ہے اس لیے اس کی نظروں کی حدت محسوس کرتے متذبذب ہونے لگا۔

"امی کی طبیعت کیسی ہیں۔۔۔۔"عرشیہ نے امی کا احوال پوچھااور اور ہان کو نظر کرتے وارڈ کے اندر جھانکا۔

"اب ٹھیک ہے۔۔۔۔آج ڈسچارج ہو جائیں گی۔۔۔۔۔"اس نے بھی عرشیہ کے نظروں کے سمت میں دیکھا۔

"چلو شکر ہے۔۔۔۔کھانا میرے ساتھ کھالینا۔۔۔۔"پیغام کی تسلی سے مطمئن ہو کر وہ دوپہر کا کھانا ساتھ کھانے کی فرمائش کی۔

"میں کوشش کروں گا۔۔۔۔پر۔۔۔۔۔وعدہ نہیں کر سکتا۔۔۔۔" وہ معاملہ جلد سے جلد نپٹا کر اسے بھیجنا چاہتا تھا۔

"ہمم ٹائم ملے تو بتا دینا۔۔۔۔۔" عرشیہ نے ایک تند نگاہ سے اورہان کو گھورا اور آگے بڑھ گئی۔

اس کے جانے کے بعد اورہان نے پیغام کا بازو کھینچ کر اسے اپنے جانب متوجہ کیا۔

"یہ سب کیا تھا پیغام۔۔۔۔ عرشیہ۔۔۔۔۔اور تم۔۔۔۔۔ کیا چل رہا ہے یہ سب۔۔۔۔۔"؟ اورہان توقع سے زیادہ طیش میں آگیا۔ شاید یہ اس کے اندر

کسی گوشے میں موجود عرشیہ کے لیے یک طرفہ محبت تھی جس نے جلن کی آگ بھڑکا دی تھی۔

پیغام نے بے یقینی سے اسے یوں چلاتے دیکھا اور اپنا بازو جھٹک کر اس کے گرفت سے آزاد کیا۔

"میرے پاس اور کوئی آپشن نہیں تھا۔۔۔۔ہر جگہ سے ناامید لوٹ کر مجھے ایک ہی امید نظر آئی۔۔۔۔۔۔میں نے اس سے اپنا سودا کر لیا۔۔۔۔اسے آرجے پیغام چاہیئے تھا۔۔۔۔اور مجھے امی۔۔۔۔۔۔بیچ دیا خود کو اس کے ہاتھوں۔۔۔۔"وہ مزید صبر نا کر سکا اور اپنی بے بسی بیان کرتے آہ بھری۔

"کیا مطلب۔۔۔۔"اورہان کے اندر چھن کر کے کچھ ٹوٹا تھا۔

"اس نے مجھ سے نکاح کے بدلے امی کے علاج پیسے دینے کی شرط رکھی۔۔۔اور میں مان گیا۔۔۔مجھے اس وقت صرف امی کو بچانے کا خیال ستا رہا تھا۔۔۔اس لیے شرط کے مطابق میں نے عرشیہ سے نکاح کر لیا۔۔۔۔"پیغام نے ایک مرتبہ پھر وضاحت دی اور لمبا سانس خارج کرتے اس کے سائیڈ سے گزر کر ویٹنگ سیٹ پر جا بیٹھا۔

اورہان سے مڑا تک نا گیا۔ نکاح کے لفظ سے اس کے دل میں انجان سا درد اٹھا تھا۔

"تو کیا ہوا۔۔۔۔یہ سارے پیسے واپس اس کے منہ پہ مار دو۔۔۔۔۔

زبردستی تھوڑی نکاح ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔چھوڑ دو اسے۔۔۔رد کر دو

نکاح۔۔۔۔۔کتنے چاہیئے۔۔۔۔میں دیتا ہوں۔۔۔۔۔"اورہان نے ایک

بے تکی سی کوشش کی مگر پیغام کے اگلے الفاظ سن کر اس کے پیروں تلے

زمین نکل گئی۔

"نہیں چھوڑ سکتا۔۔۔۔حق مہر کی رقم میں سو سال میں بھی پوری نہیں کر

سکتا۔۔۔۔"اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"کتنا حق مہر ہے۔۔۔۔۔"اورہان نے وہ رقم پیغام کے لیے بڑی سمجھی اور

خود کے لیے معمولی۔آخر کار وہ ریڈیو اسٹیشن کا اونر جو تھا اپنے آپ کو رتبے

میں پیغام سے اوپر سمجھنا غلط بھی نا تھا۔

"سولہ کڑوڑ۔۔۔۔۔" رقم بتا کر پیغام نے بغور اس کے چہرے پر چھاتے کالے سایے دیکھے اور پھر سر جھٹک کر وارڈ میں چلا گیا۔

اور ہان وہی کھڑا عرشیہ کی ہوشیاری پر اسے داد دیتے رہ گیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

شام کو گھر واپس آ کر اور ہان نے لاحاصل پسندیدگی کو دل میں دفنا دیا۔

عرشیہ روز اول سے پیغام کی محبت تھی اور اسی کو ملنی تھی اس لیے اس نے اپنے دل سے اس کے خیالات نکال دینے کا فیصلہ کیا مگر یہ اتنا آسان بھی نہ

تھا۔بار بار ہسپتال میں ہوا واقعہ اس کی نظروں میں گردش کرنے لگتا۔اسی چکر میں وہ بمشکل سو پایا تھا۔

اگلی صبح وہ اسٹیشن جانے تیار ہو رہا تھا جب انزیلہ دستک دے کر کمرے میں آئی۔اور ہان نے آئینے میں ایک نظر اسے دیکھا اور پھر بالوں میں برش پھیرنے لگا۔

"کچھ کہنا ہے۔۔۔۔"اس کی جھجک محسوس کرتے اس نے پہل کی۔

"بھائی۔۔۔۔اتنا عرصہ گزر گیا ہے۔۔۔۔آنٹی اور پیغام اتنے برے حالات سے گزرے ہیں۔۔۔۔۔آپ ان سے ناراضگی ختم کر کے پھر سے اسٹیشن میں کیوں نہیں رکھ لیتے۔۔۔اس امیر لڑکی نے انہیں آرجے نار کھنے کی

دھمکی دی تھی نا۔۔۔۔تو آپ انہیں کسی اور کام پر رکھ لیں۔۔۔۔۔

اسسٹینٹ بنالیں۔۔۔"انزیلہ کو پیغام کی فکر ستا رہی تھی۔وہ مزید اپنی پریشانی چھپا نہیں سکی۔

اور ہان سپاٹ تاثرات بنائے مڑا اور اس کے روبہ رو آیا۔انزیلہ نے نظریں جھکالی۔اس ریکویسٹ سے اور ہان اس کے دل میں موجود پیغام کے لیے پسندیدگی جانچ لے گا یہ بات وہ جانتی تھی مگر خود کو اس کے لیے فکر مند ہونے سے روک نہ سکی اور بھائی سے ریکویسٹ کر بیٹھی۔

"اب اسے ان سب کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔اس نے۔۔۔۔اسی امیر لڑکی سے نکاح کر لیا۔۔۔۔اب وہ لڑکی اسے سپورٹ کر رہی ہے۔۔۔۔

میرے کام کی ضرورت نہیں ہے اسے۔۔۔۔"اورہان نے اسے تسلی دیتے پوری وضاحت دی مگر انزیلہ کا ذہن نکاح کے لفظ پر اٹک گیا۔

اورہان اس کے دلی کیفیت سے انجان سر جھٹک کر کمرے سے باہر نکل گیا اور انزیلہ اشک بار آنکھوں سے فرش کو دیکھتی وہی کھڑی رہی۔اس کے لیے یہ حقیقت تسلیم کرنا قدرے مشکل تھا۔جتنا اورہان کے لیے عرشیہ کو کھونا ناگوار تھا اتنا ہی انزیلہ کے لیے پیغام کو گنوانا مگر قسمت ان کی زندگیوں کا فیصلہ کر چکی تھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

امی کو گھر آئے دو دن ہو گئے تھے۔ان کی صحت میں بہتری آنے لگی تھیں۔

ان دو میں عرشیہ اور پیغام کا محض کال پر ہی رابطہ ہوتا رہا۔رابطہ کیا ہوتا بس بات حال دریافت کرنے تک ہی محدود تھی۔اُس روز صبح صبح ہی گیٹ پر دستک ہوئی۔پیغام گیٹ کھولا کہ ٹھٹک گیا عرشیہ سرخ رنگ کا چکنکاری کا ڈریس پہنے اسے مسکان سے نواز کر اندر داخل ہو گئی۔

"عرشیہ رکو۔۔۔۔" پیغام نے اسے روکنا چاہا مگر اس سے پہلے امی روبہ رو آگئی تھی۔

"آنٹی کیسی ہیں آپ۔۔۔۔" عرشیہ بغل میں کھڑے پیغام کو نظر انداز کر کے ان کے گلے لگی۔

Zubi Novels Zone

امی نے حیرانگی سے خود سے لگی خوبصورت نازک سی لڑکی کو دیکھا جو پوشاک اور رہن سہن سے امیر اور باتہذیب لگ رہی تھی۔

"آآآ۔۔آپ کون۔۔۔۔"امی نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں۔۔۔۔"عرشیہ نے آنکھوں کی پتلیاں گھما کر پیغام کو دیکھا۔

پیغام اس کی آنکھوں میں بڑھتی چمک دیکھ کر مضطرب ہوا اور سر کو ہلکے انداز میں جنبش دے کر منع کیا۔وہ نہیں چاہتا تھا اس وقت امی کو اس کے اور عرشیہ کے نکاح کی خبر ہو۔

"میں۔۔۔۔پیغام کی نئ باس ہوں۔۔۔۔وہ میرے پاس جاب کرتا ہے۔۔۔۔آپ کی عیادت کرنے آئی ہوں۔۔۔۔"عرشیہ نے بااعتماد انداز میں جواب دیا۔

امی خوش ہوتے اسے ساتھ اندر لے جانے لگی۔پیغام نے سکون کا سانس لیا اور ان کے پیچھے ہو لیا۔کمرے کے اندر جاتے وہ ایک ایک چیز کا جائزہ لیتے چارپائی پر بیٹھی۔اس گھر کی خستہ حالت دیکھ کر عرشیہ کو گٹن سی محسوس ہونے لگی تھی مگر ساتھ ساتھ اسے یہ افسوس بھی ہو رہا تھا کہ اس کی محبت نے کیسے کیسے دن کاٹے ہیں۔ان تینوں کا وہی بیٹھے گفتگو کا سلسلہ جاری ہوا۔ امی نے عرشیہ سے اس کے گھر فیملی تعلیم اور کاروبار کے متعلق سوالات کئے جس کا اس نے خوش مزاجی سے جواب دیئے۔

"پیغام تم نے بتایا نہیں۔۔۔۔کہ آرجے کی جاب کب چھوڑی اور یہ جاب کب شروع کی۔۔۔۔"امی متعجب ہوئی۔

"وہ۔۔۔آپ بیمار تھی نا میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔اس لیے بتا نہیں سکا۔۔۔۔" پیغام نے پیشانی مسلتے جواب دیا۔

"چلو کوئی بات نہیں۔۔۔۔اللہ تمہارے رزق حلال میں برکت ڈالے۔۔۔۔۔"امی نے دعا دے کر عرشیہ کے سمت رخ کیا۔

عرشیہ نے حسرت سے ان دونوں کو باری باری دیکھا تھا۔اس پیار اور شفقت سے وہ کبھی روشناس ہی نہیں ہوئی تھی۔اس نے تو ہمیشہ رشتوں کو بوجھ سمجھا تھا۔کچھ دیر مزید بات چیت کر کے وہ اٹھ گئی۔

"اچھا آنٹی۔۔۔۔میں چلتی ہوں۔۔۔۔پھر آوں گی ملنے۔۔۔۔" وہ جاتے جاتے پھر سے امی کے گلے لگی۔

"جب بھی دل کرے آجانا۔۔۔۔" امی نے خوش مزاجی سے جواب دیا۔

وہ سر کو خم دے کر کمرے سے نکل گئی۔پیغام اس کے ساتھ باہر تک آگیا تھا۔

"کافی پینے چلو گے ہسبینڈ۔۔۔۔" گیٹ کے باہر وہ مڑ کر اس سے مخاطب ہوئی۔

"میں۔۔۔۔۔" پیغام اسے انکار کرنے لگا ہی تھا کہ عرشیہ نے اس کے منہ پر اپنی ہتھیلی رکھ دی۔

"منع مت کرنا۔۔۔میں نے تمہارے کہنے پر امی سے ہمارا رشتہ چھپایا ہے۔۔۔۔پلیززز چلو۔۔۔۔زیادہ تھوڑی مانگ رہی ہوں۔۔۔۔صرف کافی پینے کا کہہ رہی ہوں۔۔۔"عرشیہ معصوم بچی کی طرح منہ بنا گئی۔

پیغام نے کمرے کے سمت دیکھتے اس کا ہاتھ ہٹا دیا۔

"ہم مڈل کلاس لوگ ہے میڈم۔۔۔۔۔ہمارے ہاں کافی کا رواج نہیں ہے۔۔۔۔۔چائے کی آفر کرو تو شاید موڈ بنے۔۔۔۔" پیغام نے اس کا ہاتھ ہٹا کر نزاکت سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے چائے پیتے ہیں۔۔۔۔چلو۔۔۔۔۔"عرشیہ چہک اٹھی۔

پیغام نے اس کی بچگانہ مزاج پر سر جھٹکا اور ساتھ چل دیا۔اس کی نرم اور جدید ماڈل کار میں سفر اور بھی مزے دار ہو گیا تھا۔وہ ونڈو سے باہر دیکھتے شہر کے اس نئے رنگ کو محسوس کرنے لگا۔عرشیہ کو باہر کے نظاروں سے کوئی غرض نہیں تھا وہ تو بس پیغام کے کندھے پر سر رکھے اس کی موجودگی سے خوش ہونے میں مگن تھی۔گو کہ پیغام کے دل میں اس کے لیے کوئی احساس نہ تھا پر فلوقت وہ اس کی فرمائشیں پوری کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

شہر سے کچھ مسافت کر کے وہ ایک چھوٹے مگر نفیس ریسٹورنٹ کے آوٹ ڈور ٹیبل پر جا بیٹھے۔ سر سبز و شاداب باغیچے میں بنے اس ریسٹورنٹ کے چاروں اطراف رنگ برنگے پھولوں کی کیاری بنی تھی اور ایک سینٹرل فوارہ بھی تھا جس سے پانی اچھل اچھل کر تالاب میں گرتا۔ دو نفری ٹیبل پر آمنے سامنے بیٹھے پیغام فقط ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔

"ویسے میرے پاس تمہارے لیے سچ میں ایک اچھی جاب ہے۔۔۔۔"

عرشیہ ٹیبل پر کہنیاں رکھتی آگے ہوئی۔

"اچھا۔۔۔کونسی جاب۔۔۔۔" پیغام نے آبرو اٹھائے پوچھا۔

"ایک شعر پر ایک نوٹ۔۔۔۔"عرشیہ نے پرس سے پانچ ہزار کا ایک نوٹ نکال کر ٹیبل پر رکھا۔

پیغام کے اٹھے آبرو تن گئے۔اس نے لب بھینچ کر استحزیہ ہونہہ کیا۔

"جتنے اشعار سناو گے۔۔۔۔۔اتنے ہی یہ نوٹ بڑھتے جائیں گے۔۔۔۔"اس نے ایک آبرو اٹھا کر ہتھیلی تھیوڑی کے نیچے رکھتے اسے دیکھا۔

"تواب تم میرے لفظوں کی بھی قیمت لگانے لگی۔۔۔۔۔جیسے مجھے خریدا ہے۔۔۔۔۔میری شاعری بھی خریدنا چاہتی ہو۔۔۔۔۔"وہ ٹیبل پر بازو رکھ کر مستفسر ہوا۔

"یہ میرا خواب ہے کہ تم میرے سامنے بیٹھے ہو اور میں تمہیں سن رہی ہوں۔۔۔ایک فین کی فرمائش ہی سمجھ کر سنا دو۔۔۔۔"عرشیہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

ناجانے اس کے لمس میں اور اس کے پُرامید نظروں میں کونسی کشش تھی کہ پیغام انکار نہیں کر پایا اور کنکارتے ہوئے گلا صاف کیا۔

یہ منزلیں یہ راستے

میری ہر دعا تیرے واسطے

یہ سکون یہ قرار بھی

میرا مان تیرے واسطے

کبھی غم نہ تیرے قریب ہو

تجھے ہر خوشی نصیب ہو

میرے التجا تیرے واسطے

میری ہر صدا تیرے واسطے

میری ہر دعا تیرے واسطے

پیغام کی آواز اور لہجے کی مٹھاس سن کر عرشیہ آبدیدہ ہونے لگی۔یہ طرز و مزہ کبھی وہ اور ہان کے آواز میں ڈھونڈتی تھی مگر اس کی تلاش بے سود لوٹ آتی۔آج اپنا خواب واقعی حقیقت بنتے دیکھ اس کی آنکھیں بھر آئی۔

"ایک اور۔۔۔۔"اس نے بھر آئی آواز میں دوسری دفعہ ریکویسٹ کی۔

مجھے خاموش راہوں میں تیرا ساتھ چاہیے

تنہا ہے میرا ہاتھ --- تیرا ہاتھ چاہیے

مجھ کو میرے مقدر پر اتنا یقین تو ہے

تجھ کو بھی میرے لفظ میری بات چاہیے

میں خود اپنی شاعری کو کیا اچھا کہوں

مجھ کو تیری تعریف, تیری داد چاہیے

احساسِ محبت تیرے ہی واسطے ہے لیکن

جنونِ عشق کو تیری ہر سوغات چاہیے.

پیغام پھر سے گویا ہوا۔اسے نا کہیں سے شعر دیکھنے کی ضرورت تھی نا کوئی ہچکچاہٹ۔اسے تین سال آرجے پیغام بن کر آدھے سے زیادہ اشعار غزلیں اور نظمیں تو زبانی ہی یاد ہو گئیں تھیں۔

وہ پھر سے خاموش ہوا تو عرشیہ نے گیلی سانس اندر کھینچ کر خود کو کمپوز کیا۔

"بس۔۔۔۔آج کے لیے اتنا ہی۔۔۔ورنہ سچ میں رو پڑوں گی۔۔۔۔۔تم نہیں جانتے۔۔۔۔۔تم نے کتنی بڑی خوشی دی ہے۔۔۔۔۔پتا ہے میں جب بھی اکیلی ہوتی ہوں۔۔۔۔۔پریشان ہوتی ہوں۔۔۔۔۔۔تمہارے ریکارڈڈ شوز سنتی ہوں۔۔۔۔۔یہ دیکھو یہ سارے تمہارے شوز میں نے ریکارڈ کر کے رکھیں تھے۔۔۔۔۔" وہ بڑی دلچسپی سے اپنے موبائل میں ایک بھرا ہوا فولڈر دکھانے لگی۔

پیغام نے اس کی دیوانگی کی حد ماپتے حیرت سے اسے دیکھا۔دل کے اندر ایک خوف سا اٹھا تھا۔

"میں نے یہ لمحہ اور ہان کے ساتھ ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی۔۔۔۔۔پر اس کے آواز میں کبھی یہ سکون ملا نہیں کیوں کہ وہ تو اصلی آرجے پیغام تھا ہی نہیں۔۔۔۔۔"اپنی محبت کا اظہار کرنے اس نے زرا دیر نہ کی۔

پیغام پھیکا مسکرایا تھا۔

"اب جب تم مل گئے ہو۔۔۔۔تو ایک ڈر لگا رہتا ہے۔۔۔۔ایسا لگتا ہے یہ سب ایک خواب ہے۔۔۔۔میں نیند سے اٹھوں گی تو۔۔۔۔۔سب ختم ہو جائے گا اور حقیقت کچھ اور ہی ہو گی۔۔۔۔۔تم مجھے چھوڑ تو نہیں دو گے نا۔۔۔۔۔مجھے خود سے کبھی الگ مت کرنا پیغام۔۔۔۔۔ایک دفعہ تمہیں کھونے کا صدمہ سہہ چکی ہوں۔۔۔۔۔اب کی بار تم نے چھوڑا تو مر جاوں گی۔۔۔۔"اپنے اندر کا اندیشہ ظاہر کرتے وہ گھبراہٹ کا شکار ہونے لگی۔

پیغام اسے تسلی دیتے اس کے ہاتھ کا پشت تھپتھپایا۔

"مجھ سے اتنی محبت مت کرو عرشیہ۔۔۔۔۔میں اس قابل نہیں ہوں۔۔۔۔" پیغام وضاحت دینے لگا مگر عرشیہ بیچ میں بات کاٹ گئی۔

"تم نے اب تک میری محبت دیکھی کب ہے پیغام۔۔۔۔اور تم اس سے زیادہ چاہت کے قابل ہو۔۔۔۔میں گمشدگی کی طرف جا رہی تھی۔۔۔۔۔ میں اپنے وجود کو بھولنے لگی تھی۔۔۔۔میں خود کی پہچان مٹا دینے کی سرحد پر تھی جب میں نے پہلی مرتبہ تمہارا شوسنا۔۔۔۔مجھے ایک نئی امید ملی۔۔۔۔ میں زندگی کی طرف لوٹ آئی۔۔۔۔تم نے جینے کی نئی وجہ دی ہے۔۔۔۔۔

تم میرے لیے بہت اہم ہو۔۔۔۔بہت زیادہ۔۔۔۔"اس کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔اس کی دلی تسکین چہرے پر واضح تھی۔

پیغام اس کی اظہار محبت اور اپنی اہمیت دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا۔ کبھی کوئی اسے اس حد تک چاہے گی اس نے سوچا نہیں تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

واپسی پر ڈرائیور نے کار درانی پیلس کے آگے روکی۔پیغام نے سر بلند کر کے اس چمکتے محل نما کوٹی کو دیکھا تھا۔

"ہم یہاں کیوں آئیں ہیں۔۔۔۔"اس نے سوالیہ نظروں سے عرشیہ کو دیکھا۔

"میرے مام ڈیڈ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔۔۔۔چلو میں تمہیں ان سے ملوانے لائی ہوں۔۔۔۔"عرشیہ نے اس بازو میں ہاتھ حمائل کیا۔

"تم نے انہیں اس نکاح کے بارے میں بتادیا۔۔۔۔"وہ حیرت زدہ ہوا۔

"میں نے نہیں بتایا پر آفس میں سب کے سامنے تم سے نکاح کیا ہے ڈیڈ سے یہ خبر چھپی کیسے رہ سکتی ہے۔۔۔۔"عرشیہ نے شانے اچکاتے اس کے

"مجھے اس وقت کسی سے نہیں ملنا۔۔۔۔"پیغام فوراً نکاری ہوا۔

اس نے ابھی تک اس شادی کو تسلیم کرنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا اس لیے عرشیہ کے فیملی سے متعارف ہونا مناسب نہ لگا۔

"کم ان پیغام۔۔۔۔۔ صرف پانچ منٹ۔۔۔۔۔مام اور ڈیڈ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میں نے کس سے نکاح کیا ہے۔۔۔۔۔ چلو نا۔۔۔۔۔" عرشیہ بضد ہوئی۔

"کہا نا نہیں۔۔۔۔۔ تمہیں ایک ہی دفعہ میں بات سمجھ نہیں آتی۔۔۔۔" وہ خفہ ہو کر اپنا ہاتھ جھٹکتے کار سے اتر گیا۔

عرشیہ خالی سیٹ کو دیکھتی گھر کے اندر داخل ہو گئی۔بے دل انداز میں چلتے جب وہ لاؤنج میں در آئی تو شیری انکل سے سامنا ہوا۔یقیناڈیڈ نے انہیں عرشیہ کے نکاح کی خبر کر دی تھی تو ناراضگی میں اپنا حصہ ڈالنے پہنچ گئے تھے۔

"کس سے پوچھ کر تم نے یہ فیصلہ کیا ہے۔۔۔۔۔۔"عرشیہ کو دیکھتے وہ غرائیں۔

"اپنے دل سے پوچھ کر۔۔۔۔"عرشیہ نے دل گرفتگی سے جواب دیا۔

Zubi Novels Zone

اس کے ذہن میں اب تک پیغام کی بے رخی گردش کر رہی تھی۔وہ اسی کے خیالوں میں گم تھی جب اپنے بازو پر مضبوط گرفت محسوس کر کے چونک اٹھی۔

"مجھ سے تمیز سے بات کرو۔۔۔۔میں تابش نہیں ہوں جو تمہارا منہ دیکھتا رہوں۔۔۔۔۔"شیری انکل نے اس کا بازو دبوچ لیا تھا۔

عرشیہ کراہتے ہوئے خود کو چھڑانے لگی۔

"میں بھی اب وہ عرشیہ نہیں خو آپ ماریں گے تو میں چپ رہوں گی۔۔۔۔۔"عرشیہ سارے اخلاقیات بالائے طاق رکھ کر چلائی۔

دوسری سمت پیغام منہ بنائے گلی کے سرے تک ہی گیا تھا کہ کسی احساس کے تحت رک گیا۔اس کے دل میں اٹھتے ندامت نے اسے آگے بڑھنے ہی نہ دیا۔ کچھ لمحے وہی کھڑے گردن موڑ کر سب سے اونچے اور چمکتے کوٹی کو دیکھا اور پھر سر جھٹک کر قدم اٹھائیں۔

"لگتا ہے تم مجھے بھول گئی ہو۔۔۔۔بورڈنگ اسکول کے دن بھول گئی ہو ہاااں۔۔۔۔۔"شیری انکل معنی خیز مسکان کے ساتھ گویا ہوئے۔

عرشیہ کی دھڑکن بڑھ گئی۔اس نے شیری انکل کے عقب میں نظر آتے مام ڈیڈ کو دیکھا تھا جو خفہ کھڑے اسے دیکھ رہیں تھے۔

الٹے قدم لوٹ کر پیغام درانی پیلس تک تو آ گیا تھا مگر اندر کیسے جایا جائے یہ سمجھ نہیں آیا۔ایک لمبا سانس لے کر اس نے گیٹ پر زور دیا تو وہ اپنے آپ کھلتا چلا گیا۔ گیٹ پر تعینات گارڈز وہاں موجود نہیں تھے جس سے پیغام کے حیرانگی میں اضافہ ہوا۔ لمبی راہداری پر چلتے وہ ایک ایک چیز کا جائزہ لیتے پورچ تک پہنچا تو اندر سے کسی کی ڈٹی ہوئی آواز سنی۔ گارڈز اور ملازم بھی لاؤنج کے سرے پر کھڑے تماشائی بنے تھے۔

"نہیں۔۔۔۔۔میں کچھ نہیں بھولی مسٹر شہریار۔۔۔۔پر شاید آپ کو یاد نہیں کہ میں اب وہ چھوٹی بچی نہیں ہوں جو آپ کی غرانے سے ڈر جائے گی۔۔۔۔۔۔میں اب ہارڈ ووڈ کمپنی کی مالکن ہوں۔۔۔۔۔شہر کی ابھرتی بزنس وومین ہوں۔۔۔۔۔۔اب میں تم سے نہیں ڈرتی۔۔۔۔تم میرا کچھ

نہیں بگاڑ سکتے۔۔۔۔۔"عرشیہ نے رعب دار آواز میں جواب دیتے انگلی دکھائی۔

پورچ میں ساکت کھڑے پیغام اس کے یہ الفاظ سن کر پریشان ہوااور گارڈز کی نظر پڑنے سے پہلے لاونج کے سمت بھاگا۔

"تمہاری یہ ہمت۔۔۔۔۔"شیری انکل نے طیش میں ہاتھ ہوا میں بلند کیا۔

عرشیہ کتنی ہی بڑی بزنس وومین کیوں نہ بن جاتی مگر بچپن اور ٹین ایج میں پہنچے صدموں سے گھری ہوئی تھی اس لیے ہمیشہ کی طرح شیری انکل کا ہاتھ اٹھتا دیکھ کر سہم گئی اور ڈر کے مارے آنکھیں میچ لی۔

چند لمحے لمبے سانس لے کر اس نے تھپڑ نا لگنے پر حیران ہوتے آنکھیں کھولی تو اس انسان کو اپنے سامنے پایا جسے اللہ نے اس کے اکیلے پن کا سہارا بنا کر بھیجا تھا۔ عرشیہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئی مگر چہرے پر سکون کی لہر دوڑ گئی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

"یہ کیا کر رہیں ہیں آپ۔۔۔۔ایسے گھر کی جوان بیٹی پر ہاتھ اٹھاتے ہیں کیا۔۔۔۔" پیغام نے شیری انکل کا ہاتھ تھامے سوال کیا۔

"تم کون ہو اور اندر کیسے آئے۔۔۔۔گارڈز کہاں مر گئے ہیں۔۔۔۔"

شیری انکل نے اسے ہٹانا چاہا مگر وہ مضبوط دیوار کی طرح ان کے اور عرشیہ کے مابین کھڑا رہا۔

عرشیہ نے اضطراب قابو کرتے پیغام کا دائیاں بازو تھام لیا۔تابش صاحب جو اتنی دیر سے خاموش تماشائی بنے تھے پیغام کو بغور دیکھنے لگیں۔انہیں وہ چہرا جانا پہچانا سا لگا۔

پیغام نے عرشیہ کو تسلی دیتے اپنا بایاں ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"میں عرشیہ کا شوہر ہوں۔۔۔۔پیغام خان۔۔۔۔۔"اس نے ڈٹی آواز میں اعلانیہ صورت میں جواب دیا۔

ایک پل کے لیے ماحول میں سناٹا سا چھا گیا۔پیغام کی آواز اگر نرمی میں مرہم کی طرح لگتی تھی تو رعب و دبدبے میں مقابل کو چپ کرانے کا بھی ہنر رکھتی تھی۔اس کے زبانی عرشیہ کا شوہر جیسے الفاظ پر عرشیہ کا دل موم کی طرح

پگل گیا۔اس نے بھیگی پلکیں اٹھا کر اپنے مجازی خدا کو دیکھا تھا۔اس وقت عرشیہ کے دل میں پیغام کے محبت مزید اضافہ ہو گیا۔

محبت سے ہم کسی کو اپنائے یا نا اپنائے لیکن عزت سے ضرور اپنا سکتے ہیں۔

"تمہیں کہی دیکھا ہوا ہے۔۔۔"اب کی بار تابش صاحب بولے تھے۔

"جی۔۔۔میں آپ کے آفس انٹرویو کے لیے آیا تھا پر آپ نے میری اوقات دکھا کر واپس بھیج دیا تھا۔۔۔"پیغام مزاحیہ انداز میں مسکرایا۔

عرشیہ کے اندر تک ٹیس اٹھی تھی۔پیغام نے لائف میں کتنے برے دن کاٹے ہیں اس کے لیے اندازا لگانا مشکل تھا۔اس لیے وہ لب بھینچ گئی۔اس کا

ہاتھ اب بھی پیغام کے ہاتھ تلے تھا اور اس کا دل کیا اس مان پر وہ اپنی پوری دنیا لٹا دیں۔

"اووو۔۔۔۔میں نے تمہیں نوکری نہیں دی اس لیے تم نے میری بیٹی پھنسا لی۔۔۔۔"تابش صاحب طیش میں آتے آگے آئے۔

"ڈیڈ میں پیار کرتی ہوں پیغام سے۔۔۔۔۔اپنی خوشی سے یہ نکاح کیا ہے۔۔۔۔انہوں نے مجھے نہیں پھنسایا۔۔۔۔"اب بات پیغام کے عزت و احترام پر آن پڑی تو عرشیہ کیسے چپ رہتی۔

"کسی نے کسی کو پھنسایا ہو یا نا ہو۔۔۔۔مطلب کی بات یہ ہے کہ اب عرشیہ میرے نکاح میں ہے اور اس گھر میں میری امانت ہے۔۔۔۔۔آپ میں سے

کسی نے اسے ڈانٹا ڈپٹا یا ہاتھ اٹھایا تو میں پولس میں کمپلین کر دوں گا۔۔۔۔"

پیغام نے ایک ایک کر کے وہاں موجود نفوس کو گھورا تھا۔

شیری انکل نے اسے دبوچنا چاہا مگر تابش صاحب نے روک لیا۔پیغام ماحول کو ٹھنڈا پڑتے دیکھ کر عرشیہ کا ہاتھ تھامے لاؤنج سے باہر آ گیا۔

"تھینکیو پیغام۔۔۔۔"عرشیہ اس کے سینے سے جا لگی۔

پیغام نے جواباً اس کے گرد بازو حمائل نہیں کیا بلکہ یونہی کھڑا رہا۔اس کے جانب سے رجعت ناپا کر عرشیہ خود ہی پیچھے ہٹ گئی مگر اس کی خوشی برقرار تھی۔

"میں صرف اپنی پیچھلی غلطی کا مدعافہ کر رہا ہوں۔۔۔۔اسے کچھ اور مت سمجھنا۔۔۔۔"لہجہ سخت تھا مگر دھیما تھا۔

عرشیہ اپنی مسکان چھپانے لب بھینچ کر انجان نظروں سے دیکھنے لگی۔

"تم نے کہا فیملی سے مل لو تو میں مل لیا۔۔۔۔۔پر وہ ایسا پیش آئیں گے یہ نہیں سوچا تھا۔۔۔۔۔"پیغام نے مصنوعی احسان جتایا۔

"تم ان کی فکر مت کرو۔۔۔۔وہ ہمیشہ سے ایسے ہی کرتے آرہیں ہیں۔۔۔۔۔میں سنبھال لوں گی۔۔۔۔"عرشیہ محض محبت پاس نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

"اگر دوبارہ وہ لوگ تم سے مس بہیو کرے تو مجھے کال کر لینا۔۔۔"آخری ہدایت دے کر وہ جانے لگا۔

"پیغام۔۔۔آج تم نے جو بھی کیا میں اس کے لیے مشکور ہوں۔۔۔۔ تھینکیو۔۔۔۔آج احساس ہو رہا ہے۔۔۔تم سے محبت کر کے غلط نہیں کیا میں نے۔۔۔۔رشتے اور تعلق نبھانا ایک آرٹ ہے۔۔۔جس کے لیے دولت کی نہیں احساس کی ضرورت ہے اور تم میں یہ احساس کوٹ کوٹ کے بھرا ہے۔۔۔تم بہت اچھے بیٹے ہو۔۔۔بہت اچھے دوست بھی۔۔۔اور مجھے یقین ہے بہت اچھے شوہر بھی بنو گے۔۔۔۔"عرشیہ خوش مزاجی سے جواب دیتے پھر سے لپٹ گئی۔

"ہمم میں چلتا ہوں۔۔۔۔اپنا خیال رکھنا۔۔۔۔۔" پیغام نے اسے خود سے الگ کیا اور گیٹ کے پار نکل گیا۔

عرشیہ اسے نظروں سے اوجھل ہونے تک دیکھتی رہی۔

دوسری طرف شیری انکل بے قابو ہوتے دائیں سے بائیں چکر لگا رہیں تھے۔

"تم نے مجھے کیوں روکا تابش۔۔۔۔اس دو کوڑی کے لڑکے کو فوجی کے دو ہاتھ لگتے اپنے آپ سیدھا ہو جاتا۔۔۔" شیری انکل نے گلہ کیا۔

Zubi Novels Zone

"نہیں شیری۔۔۔۔مار پیٹ سے کام نہیں چلے گا۔۔۔۔۔ہمیں سوچ سمجھ کر اس مسئلے کا حل نکالنا ہو گا۔۔۔۔"تابش صاحب سوچ میں ڈوبے بیٹھے رہیں۔

"اب کیا سوچنا۔۔۔۔عرشیہ ہاتھ سے نکل گئی ہے۔۔۔۔"سیرت بیگم نے ان دونوں کی تشویش پر ہاتھ جھلایا۔

"اس کی لگام تو میں کھینچوں گا۔۔۔۔۔"شیری سرد مہری سے کہتے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"فلحال ہمیں کچھ نہیں کرنا۔۔۔۔اگر معاملہ پولس تک پہنچ گیا تو عرشیہ کمپنی چیرٹی میں دے دے گی۔۔۔۔۔ہمارے بزنس کا معیار ہارڈ ووڈ کمپنی پر مبنی

ہے اگر وہ ہی ہاتھ سے چلی گئی تو ہم سڑک پر آجائیں گے۔۔۔۔اس لیے میں ایسا نہیں ہونے دے سکتا۔۔۔۔۔"تابش صاحب کی تشویش کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ گئی۔

"تمہیں اس چیز کا حل پہلے ہی سوچ کر رکھنا چاہئے تھا۔۔۔۔"شیری ان پر غرایا۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا۔۔۔۔پر یہ میری سنتے ہی نہیں۔۔۔۔"سیرت بیگم نے سینے پر ہاتھ باندھے منہ بھسورا۔

"تب نہیں سوچا۔۔۔۔تو اب سوچوں گا۔۔۔۔۔اس معاملے کو میں اپنے طریقے سے ہینڈل کروں گا۔۔۔۔تم دونوں بس اپنا منہ بند رکھنا۔۔۔۔

عرشیہ کو خبر نہیں ہونی چاہیئے۔۔۔۔ ہمیں پہلے اس کا یہ نکاح تڑوانا ہے۔۔۔۔۔"تابش صاحب انہیں دھمکا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

سیرت بیگم ان کے ارادوں میں چھپی سازش چانچ کر پریشان ضرور ہوئی تھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اگلے روز عرشیہ آفس کے بعد امی کے پاس آگئی تھی۔پیغام کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا اس لیے اسے اپنا اگلا پلان بہ روئے کار لانے کا اچھا موقع مل گیا۔وہ تیز تیز ان دونوں کا کار آمد سامان سمیٹنے لگیں۔

"یہ کیا کر رہی ہو۔۔۔۔ عرشیہ بیٹا۔۔۔۔۔"امی اسے چادر طے کرتے دیکھ کر حیران ہوئی۔

"سامان پیک کر رہی ہوں امی۔۔۔۔۔"عرشیہ نے دیوار پر ٹنگی پینٹنگ اتار کر کارٹن میں رکھی۔

"کس لیے۔۔۔۔۔"امی کو اب بھی سمجھ نہ آیا۔

"ہم نئے گھر جا رہیں ہیں۔۔۔۔"عرشیہ نے آنکھیں بڑی کر کے چہکتے ہوئے جواب دیا۔

"نیا گھر۔۔۔۔ کس کا گھر۔۔۔۔۔"امی کی حیرانگی اپنی جگہ برقرار تھیں۔

"امی۔۔۔پیغام کو کمپنی کے طرف سے نیا گھر دیا گیا ہے۔۔۔اور ہمیں آج ہی وہاں شفٹ ہونا ہے۔۔۔۔"عرشیہ نے کچن کا رخ کرتے تفصیل بتائی۔

وہ پیغام کے آنے سے پہلے سامان شفٹ کرانا چاہتی تھی تاکہ پھر وہ نئے گھر میں جانے سے انکار نہ کر سکیں۔

"یہ سب تمہاری بدولت ہوا ہے۔۔۔تم نے میرے بیٹے کی زندگی میں آکر ہماری زندگی بدل دی ہے۔۔۔"امی نے عرشیہ کے رخسار اپنے ہاتھوں کے پیالے میں تھامے پیار سے بوسہ دیا۔

عرشیہ کا موم سا دل پگھل سا گیا۔اسے ایسی شیرنی کا احساس اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا۔ان کے بوسے سے سرشار ہوتے وہ ان کے گلے جا ملی۔

"مجھے ہمیشہ اپنے سایے میں رکھیئے گا امی۔۔۔۔کہی میں کھو نہ جاوں۔۔۔۔"

عرشیہ نے بھر آئی آواز میں فرمائش کی۔

"اللہ تمہیں اپنے حفظ وامان میں رکھے۔۔۔۔"امی نے دعا دیتے اسے خود سے الگ کیا۔

"پیغام سے بہت پیار کرتی ہے نا آپ۔۔۔۔"عرشیہ ان کی ممتا کا پیمانہ ناپتے ہوئے مستفسر ہوئی۔

"اولاد تو ماں کے لیے جگر کا ٹکڑا ہوتا ہے۔۔۔۔ بھلا کوئی ماں اولاد سے پیار کیسے نہیں کر سکتی۔۔۔۔"امی نے نرم خوئی سے پوچھا تھا۔

"مجھے بھی تھوڑا سا ماں کا پیار مل سکتا ہے پلیز ز۔۔۔۔"عرشیہ نے چھوٹی سی بچی جیسے ان کے ہاتھ تھام لیئے۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔۔۔۔۔تم بھی آج سے میری بیٹی ہو۔۔۔۔"امی نے اس کے رخسار پر ہاتھ رکھ کر لاڈ کیا۔

عرشیہ معصوم بچی جیسے چہک اٹھی۔اس کی آنکھوں میں نئی چمک در آئی جس پر امی خاصی حیران بھی ہوئی پر اس سے مزید سوال وجواب نہ کر پائی۔انہیں چارپائی پر بٹھا کر عرشیہ کچن میں چلی گئی تھی۔

پیغام سائکل پر سوال گلی میں در آیا کہ اپنے گھر کے سامنے بڑی گاڑی اور ضروری اشیاء کے کارٹن دیکھ کر اس نے سپیڈ بڑھادی۔گھر کے پاس پہنچ کر وہ اندر داخل ہوا تو پہلا سامنا عرشیہ سے ہوا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔گھر خالی کیوں کروا رہی ہو۔۔۔۔"اس کا لہجہ ٹھوس تھا پر عرشیہ امی کا پیار پا کر بے حد خوش تھی اس لیے پیغام کی ڈانٹ کا اثر نا لیا۔

"کیوں کہ ہم نئے گھر جا رہیں ہیں۔۔۔۔میں نے ہمارے لیے نیا گھر لیا ہے۔۔۔۔"عرشیہ نے شانے چوڑے کرتے وضاحت دی۔

"ہمارا گھر۔۔۔۔۔" پیغام نے ناک بوچڑھائی۔

"اب یہ کیا نیا ڈرامہ ہے عرشیہ۔۔۔۔۔میں اور امی کہی نہیں جا رہیں۔۔۔۔ سامان واپس اتر واو۔۔۔۔۔"اس کا مزاج تپ گیا وپ روز روز عرشیہ کے حرکات سے تنگ ہونے لگا۔

"پیغام۔۔۔۔کیا تم اس عمر میں امی کو اچھا گھر اچھا کھانا۔۔۔۔اچھی پوشاک۔۔۔۔سکون کی لائف نہیں دینا چاہتے۔۔۔۔"عرشیہ دل گرفتہ ہونے لگی۔

"دینا چاہتا ہوں۔۔۔۔پر اپنے پیسوں سے۔۔۔۔۔"پیغام اپنا مان ٹوٹنے نہیں دے سکتا تھا۔

"تم میرے شوہر ہو۔۔۔۔ہم میں تمہارا میرا کیا ہے۔۔۔۔۔سب ہم دونوں کا ہے۔۔۔۔"عرشیہ نے اسے منانے اس کے بازو پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔

"تمہارا اور میرا ہے۔۔۔۔۔تم اور میں ہم نہیں ہو سکتے۔۔۔۔تم سے سودا میرا ہوا ہے میری امی اور میرے گھر کا نہیں۔۔۔۔ان پر اپنی من مانی مت چلاو۔۔۔۔۔"اب کی بار اس نے آبرو ملائیں تندی سے ڈپٹا۔

عرشیہ نے جذبات ضبط کرنے مٹھی میچھ لی۔دروازے کی کڑکڑاہٹ پر پیغام رخ موڑے غصہ قابو کرنے لگا۔امی چادر لیے پیغام کی بچپن کی فریم شدہ تصویر بغل میں دبائیں صحن میں نکل آئی۔

"ارے پیغام اچھا ہوا آ گئے۔۔۔۔سامان سب دیکھ لینا۔۔۔۔کچھ رہ نہ جائے۔۔۔۔"امی ان کے مابین ہوئے تکرار سے بے خبر ان کے قریب آئی۔

"کیا ہوا۔۔۔۔"انہوں نے باری باری دونوں کے اترے ہوئے چہرے دیکھے۔

"آپ کے بیٹے نے ڈانٹا۔۔۔۔"عرشیہ نے موقعے کے فائدہ اٹھاتے شکایت میں پہل کی۔

پیغام کی آنکھیں پھیل گئی۔

"کیوں۔۔۔۔خبردار پیغام۔۔۔۔میری بیٹی کو ڈانٹا تو۔۔۔۔کان کھینچوں گی تمہارے۔۔۔۔اتنی پیاری بیٹی ہے میری۔۔۔۔۔احسان فراموش۔۔۔۔ ہونہہ۔۔۔"امی نے عرشیہ خوسینے سے لگاتے غصے سے کہا۔

وہیں پیغام حیرت سے انہیں دیکھتا رہا۔اتنے عرصے میں پہلی مرتبہ امی نے اسے ڈپٹا تھا۔عرشیہ شریر نظریں اس پر جمائے لب بھینچ کر ہنسی دبانے لگی۔ اسے پیغام کا سرخ ہوتا چہرا دیکھ کر مزا آرہا تھا۔

"چلو بھی۔۔۔۔مجھ سے زیادہ دیر کھڑا نہیں ہوا جاتا۔۔۔۔۔ویسے اچھا ہی ہوا کمپنی نے تمہیں نیا گھر دلا دیا۔۔۔۔اس کڑکڑ والے پھنکے سے جان چھوٹی۔۔۔۔اتنا ہوا نہیں کرتا تھا جتنی آواز کرتا تھا۔۔۔۔سو ہی نہیں پاتی تھی اس کی وجہ سے۔۔۔۔۔"امی کا دھیان نئے گھر کے جانب ہی لگا رہا۔

وہ یوں ہی اپنے خیالات بیان کرتے گیٹ سے نکل کر عرشیہ کی کار میں جا بیٹھی۔پیغام گردن موڑے انہیں دیکھ رہا تھا جب اپنے کندھے پر نرم لمس محسوس کرتے پلٹا۔

"دیکھو۔۔۔نئے گھر میں جانے کے لیے امی کتنی خوش ہیں۔۔۔۔۔پلیز پیغام۔۔۔ان کی خاطر مان جاو۔۔۔"عرشیہ نے پھر سے کوشش کی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔پر یہ آخری من مانی ہے۔۔۔اور گھر کی پیمنٹ میں خود کروں گا۔۔۔"پیغام امی کے خاطر راضی تو ہو گیا مگر عرشیہ کو وارننگ دینا نہ بھولا۔

عرشیہ نے متبسم ہوتے سر اثبات میں ہلاتے ہامی بھری اور دونوں گاڑیاں ساتھ ساتھ نکل گئیں

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

جدید طرز کے بنے نئے اور صاف گھر کو دیکھ کر امی کی آنکھیں پھیل گئی دو کنال پر بنا وہ گھر عرشیہ کے لیے چھوٹا ضرور تھا مگر امی اور پیغام کے لیے خاصہ بڑا تھا۔ کھردرے سمینٹ کے صحن سے نکل کر چمکتے ٹائلز کے فرش پر چلتے امی اور پیغام کو نیا احساس جکڑنے لگا۔

"اتنا بڑا اور چمکتا گھر۔۔۔۔۔یہ تو کافی مہنگا ہو گا۔۔۔۔ کمپنی نے ایسے ہی تمہیں دے دیا پیغام۔۔۔۔۔"امی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ گھر عرشیہ نے دلایا ہے۔۔۔۔ کمپنی نے نہیں دیا۔۔۔۔" پیغام دوٹوک انداز میں بولا۔

وہ ایک دفعہ جھوٹ اور فریب کا انجام دیکھ چکا تھا اب دوبارہ کوئی جھوٹ نہیں بولنا چاہتا تھا اس لیے سیدھے سادے سچ کا راستہ اختیار کیا۔

اس کا جواب سن کر امی نے گردن موڑ کر عرشیہ کو دیکھا تھا جو چھنپ سی گئی۔

"اس کی کیا ضرورت تھی بیٹا۔۔۔۔" امی نے کچھ کہنا چاہا کہ عرشیہ نے آگے آ کر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"بیٹی کا درجہ دیا ہے۔۔۔۔۔بیٹا کہہ کر بلا رہی ہیں۔۔۔۔اب اگر میں اپنی امی کے لیے اتنا بھی نہ کر سکوں۔۔۔۔تو یہ دولت شہرت میرے کس کام کی۔۔۔۔۔"عرشیہ نے محبت پاش لہجے میں پوچھا۔

"پر بیٹا۔۔۔۔"امی نے پھر سے ممانعت ظاہر کی لیکن عرشیہ نے انکار کا موقع نہیں دیا۔

"پلیز زامی۔۔۔۔میری طرف سے چھوٹا سا تحفہ ہے۔۔۔۔"عرشیہ نے التجائی کہا تو اب کی امی منع نہیں کر پائی اور اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر آگے بڑھ گئی۔

Zubi Novels Zone

"اور یہ تمہارے لیے۔۔۔۔"عرشیہ نے گاڑی کی چابی پیغام کے جیب میں ڈالی۔

"تمہیں مزید یہ سب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔اگر واقعی کچھ کرنا چاہتی ہو تو۔۔۔۔مجھے بس ایک جاب دلا دو۔۔۔۔باقی سب میں خود کروں گا۔۔۔۔"پیغام نے تپ کر ہاتھ پوا میں اٹھا دیئے۔

"ہمممم جاب۔۔۔۔۔اوکے اس کے بعد آفس چلتے ہیں۔۔۔۔پھر دیکھتے ہیں تمہیں کونسا جاب ملتا ہے۔۔۔۔"عرشیہ نے شانے اچکائے اور امی کے پیچھے ہولی۔

"امی۔۔۔اپنا نیا گھر پسند آیا۔۔۔۔"عرشیہ پیچھے سے ان کے گلے ملی۔

"بہت اچھا ہے۔۔۔اللہ تمہیں مزید کامیاب کریں۔۔۔"امی نے نرم بیڈ پر بیٹھتے اسے دعا دی۔

"ابھی آپ آرام کریں۔۔۔میں اور پیغام آفس جا کر آتے ہیں۔۔۔"

عرشیہ ان پر کمفرٹر برابر کر کے باہر آ گئی۔

پیغام پہلے سے گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔عرشیہ مخمور ادا سے چہرے پر آئے لٹوں کو پیچھے کرتی پورچ میں نکل گئی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

کچھ دیر بعد وہ دونوں آفس میں عرشیہ کے کیبن میں موجود تھے۔ عرشیہ نے اسے کندھوں سے تھامے اپنی سیٹ پر بٹھایا اور خود اس کے کود میں بیٹھ گئی۔

"انٹرویو کا آغاز۔۔۔ایک رومینٹک غزل سے ہو جائے۔۔۔"اس نے پیغام کے کندھے پر اپنا بازو پھیلائے دوسرے ہاتھ سے اس کی ٹھوڑی اور گال پر انگلی پھیرتے فرمائش کی۔

پیغام انکار کرنا چاہتا تھا مگر اس کی نزدیکیاں بڑھتا دیکھ کر نہ پایا اور غزل سنانے لگا۔

"کچھ تو ہوا بھی سرد تھی کچھ تھا تیرا خیال بھی

دل کو خاموشی کے ساتھ ساتھ ہوتا رہا ملال بھی

بات وہ آدھی رات کی رات وہ پورے چاند کی

چاند بھی عین چیت کا اس پہ تیر جمال بھی

سب سے نظر بچا کے وہ مجھ کو کچھ ایسا دیکھتا

ایک دفعہ تو رک گئی گردش ماہ و سال بھی

دل تو چمک سکے گا پھر بھی تراش کے دیکھ لیں

شیشہ گراں شہر کے ہاتھ کا یہ کمال بھی۔۔۔"

اس نے دونوں ہاتھ چیئر کے ہینڈل پر ہاتھ رکھیں تھے اور آنکھیں بھی ٹیبل پر جمائی تھی۔

عرشیہ نے اس کے غزل سے محظوظ ہوتے اس کی ٹھوڑی پکڑ اس کا رخ اپنے جانب کیا۔

"تم مجھ سے بالکل پیار نہیں کرتے۔۔۔۔"سوال میں حیرانگی تھی۔

"پیار کیا نہیں جاتا۔۔۔پیار خود ہی ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔"پیغام کی سیاہ آنکھیں اس کی لائٹ براون آنکھوں میں مقید ہوئی۔

"تو تمہیں مجھ سے پیار کب ہو گا۔۔۔۔"اب شریر انداز میں اس کی ٹھوڑی سے ہوتے ہوئے اس کا ہاتھ پیغام کے سینے کے سمیت بڑھا۔

"اس کا تعین میں نہیں کر سکتا۔۔۔۔" پیغام نے ہینڈل پر رکھیں ہاتھوں کی مٹھی بنائی۔

"ابھی ہو گیا تو۔۔۔۔" عرشیہ کی گرم ہوتی سانسیں اسے اپنے چہرے اور گردن پر محسوس ہو رہی تھی۔اس نے اپنا چہرہ آگے کر کے پیغام کے کندھے سے لگاتے اس کے کان کے نیچے لب رکھ دیئے۔

"عرشیہ۔۔۔۔ کیا ہم جاب کے بارے میں بات کر سکتے ہیں۔۔۔۔" پیغام نے ہاتھ اٹھا کر اس کے بازوؤں پر رکھا اور اسے خود سے دور کرنے لگا۔

عرشیہ اپنے عمل میں خلل نہیں ڈالنا چاہتی تھی اس لیے اس کی بات نظر انداز کر کے خود کو مزید اس کی بانہوں میں سما لیا۔پیغام کا صبر ٹوٹنے لگا اس

نے لب بھینچ کر اپنے جذبات ضبط کرتے دونوں ہاتھوں پر زور دے کر ایک جھٹکے سے عرشیہ کو الگ کیا۔وہ جو ماحول سے بے خبر پیغام کی بانہوں میں سمائے پیار کی وادی میں ڈوبتی جا رہی تھی جھٹکا کھا کر سیدھی ہوئی۔پیغام نے اس اٹھا کر سیٹ پر بیٹھا دیا اور خود کھڑی کے پاس کھڑا ہو کر تیز تیز سانس لینے لگا۔عرشیہ کی آنکھیں بھر آگئی۔ارمان ادھورے رہ جانے کا ملال اسے طیش دلا گیا۔

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔۔بیوی ہوں تمہاری۔۔۔۔حق رکھتی ہوں تم پر۔۔۔۔"عرشیہ اس کے قریب گئی اور پوری شدت سے چلاتے اس کا رخ اپنے جانب کیا۔

"میں یہاں جاب کے سلسلے میں بات کرنے آیا تھا۔۔۔۔اگر تمہیں رومانس ہی کرنا ہے تو میں جارہا ہوں۔۔۔۔" پیغام نے اسے گھورا اور اپنا بازو جھٹک کر جانے لگا۔

عرشیہ نے غصے سے آبرو ملائیں چیئر کو لات دے ماری اور چیختے ہوئے ٹیبل پر پڑی چیزیں دھکیل کر فرش پر گرادی۔

"سٹاپ اٹ عرشیہ۔۔۔۔" پیغام اسے بے قابو ہوتے دیکھ کر الٹے قدم اس کے پاس آیا اور اس کے ہاتھ پکڑ کر مزید خرابی پھیلانے سے روکنے لگا۔

"چھوڑ دو۔۔۔۔۔ تمہیں جانا ہے نا۔۔۔۔جاو۔۔۔۔لیو می۔۔۔۔

ہہہہہ۔۔۔۔۔" عرشیہ نے خود کو آزاد کرانے پوری طاقت لگادی۔

پیغام نے ہمت ناہاری اور اسے کھینچ کر سینے سے لگالیا۔ عرشیہ کے غصے پر مانو پانی پڑ گیا ہو وہ یک دم خاموش ہو گئی۔ آنسو ٹوٹ کر رخسار پر بہہ نکلے۔

"آئی ایم سوری پر۔۔۔۔۔مجھے اس رشتے کو اپنانے کے لیے کچھ وقت دو پلیز۔۔۔میں۔۔۔۔۔ابھی ان سب کے لیے تیار نہیں ہوں۔۔۔۔" پیغام اسے قابو کرنے کا طریقہ جان چکا تھا۔

وہ یہ سمجھ گیا تھا کہ عرشیہ کو پیار اور نرمی سے قابو کیا جا سکتا ہے نا کہ غصے اور طاقت سے۔

اس کا جواب سن کر وہ بنا کچھ کہے اس کے سینے سے الگ ہوئی اور گیلی سانس اندر کھینچ کر خود کو کمپوز کیا۔ ٹیبل کے پار آ کر اس نے اپنی سیٹ کے سمت اشارہ کیا۔

"آج سے تم اس کمپنی کے ایم ڈی ہو۔۔۔۔ یہ تمہاری پوسٹ ہے۔۔۔۔ اب سے یہ بزنس تم سنبھالو گے۔۔۔۔۔"اس نے نظریں نیچی رکھیں۔

"مجھے تمہارا بزنس نہیں چاہیئے۔۔۔۔۔ تمہارے پاس جاب چاہیئے۔۔۔۔۔ ایسا کچھ جو میں واقعی کر سکوں۔۔۔۔۔ یہ جگہ میری نہیں تمہاری ہے اور تمہاری ہی رہیں گی۔۔۔۔"پیغام نے پیار سے کہتے اسے اس کی سیٹ پر بٹھایا اور خود دوسری چیئر کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھا۔

عرشیہ کچھ لمحے اسے یوں ہی دیکھتی رہی۔اس نے دل میں پیغام کو دادا جان کے ول کے متعلق بتانے کا ارادہ فل وقت کے لیے ترک کر دیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔تم میرے ڈیڈ کے پاس جس پوسٹ کے انٹرویو کے لیے آئے تھے۔۔۔۔میں تمہیں اسی پوسٹ پر رکھتی ہوں۔۔۔۔"عرشیہ نے اسی انداز مسکرا کر جواب دیا۔

"سی اے کی پوسٹ۔۔۔۔یہ ٹھیک ہے۔۔۔۔ایک سے دو سالوں کے اندر میں تمہارے سارے قرضے چکا دوں گا۔۔۔۔"پیغام مستقبل کے خیالات میں کھو گیا۔

"مجھے پیسے واپس نہیں چاہیئے۔۔۔۔"عرشیہ اب متفکر ہوئی۔

"پر میں قرض نہیں رکھتا۔۔۔۔میں ساری رقم واپس لوٹانا چاہتا ہوں۔۔۔۔ پہلے امی کے علاج کے لیے دیئے پیسے۔۔۔۔۔پھر گھر اور گاڑی کی قیمت اور پھر۔۔۔۔۔پھر تمہارا حق مہر۔۔۔۔۔" پیغام ایک ایک کر کے گنتی کرنے لگا۔

عرشیہ کا حق مہر پر منہ کھل گیا۔

"حق مہر کی رقم کافی زیادہ اس لیے ایک ساتھ دینا مشکل ہے۔۔۔۔ تھوڑا تھوڑا کر کے قسطوں میں دوں گا۔۔۔۔اوکے۔۔۔" پیغام نے رائے حل نکالا۔

"تم مجھے چھوڑ دو گے۔۔۔۔" عرشیہ کی دھڑکن بڑھ گئی وہ چیئر پر آگے ہو کر گویا ہوئی۔

"حق مہر دینا چھوڑ دینا نہیں ہوتا۔۔۔۔ یہ بیوی کا شرعی حق ہے جو شوہر کو لازمی ادا کرنا ہے۔۔۔۔" پیغام نے اپنی بات کی وضاحت دیتے اس کا کانپتا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

اب کی بار عرشیہ نے سکون کا سانس لیا تھا۔ دنیا کے ہر خوف سے بڑھ کر اپنے پسندیدہ شخص کے چھوڑ جانے کا خوف ہوتا ہے جو زندگی سنوار بھی سکتا ہے اور بگاڑ بھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

زندگی معمول پر لوٹ رہی تھی۔پیغام کو اس کی من پسند جاب مل گئی تھی اور عرشیہ کو اس کا پیار۔آفس میں صبح سے شام تک وہ دونوں ساتھ کام کرتے۔ ویک اینڈ پر عرشیہ امی کے ساتھ وقت بتانے گھر آجایا کرتی تھی اور رات تک وہی رہا کرتی۔

"واوامی۔۔۔۔آج تو کافی سارا کھانا بنا ہے۔۔۔۔"اس رات پیغام ڈائننگ ٹیبل پر ڈشز سجے دیکھ کر مسرور ہوا۔

عرشیہ اوپن کچن کے سرے میں کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔امی روٹی لا کر اس کے ہمراہ بیٹھی۔حسب توقع پیغام نے اول دال روٹی سے شروعات کی۔ پہلا لقمہ لیں کر وہ حیران ہوا۔

"کیاہوااچھی نہیں بنی۔۔۔۔"امی اس کے تاثرات دیکھ کر مخاطب ہوئی۔

"اچھی ہے۔۔۔پر آج ذائقہ کچھ الگ ہے۔۔۔۔"پیغام نے دوسرا نوالہ لیتے جواب دیا۔

"ذائقہ تو الگ ہو گا ہی۔۔۔۔ہر کسی کے ہاتھ کا اپنا اپنا ذائقہ ہوتا ہے۔۔۔۔ آج دال عرشیہ نے بنائی ہے۔۔۔۔"امی اپنے لیے سبزی نکالتے بولی تھی۔

پیغام کا چلتا منہ رک گیا اس نے رخ موڑ کر فیروزی کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس لمبے بال کانوں کے پیچھے اڑسے اور کانوں میں سونے کی چمکتی بالیاں پہنے آنکھوں میں ہلکا کاجل ہونٹوں پر لب گلاز لگائیں مسکراتی ہوئی

خوبصورت لڑکی کو دیکھا تھا۔اس وقت وہ واقعی اس گھر کی بہو اور پیغام کی بیوی لگ رہی تھی۔پیغام کی سیاہ آنکھیں اس کے سراپے پر جم گئی تھی کہ اچانک ذہن کے ایک کونے سے دوسرا عکس ابھرا تھا۔انزیلہ کا عکس۔اچانک اس کی مسکان سمٹ گئی اور وہ رخ پھیر کر کھانے کے جانب متوجہ ہو گیا۔

اتنے عرصے میں عرشیہ پیغام کے تاثرات جانچنا سیکھ چکی تھی اس لیے اس کے یہ بدلتے تاثرات دیکھ کر سوچ میں پڑ گئی۔گھر آکر بھی وہ مضطرب ہی رہی۔

"کیا کمی رہ گئی ہے مجھ سے۔۔۔۔۔پیغام کا دل میرے لیے صاف کیوں نہیں ہو رہا۔۔۔۔"وہ دائیں سے بائیں چکر لگاتے سوچنے لگی۔

دوسری طرف پیغام اے سی کے کمرے میں بڑے آرام دہ بیڈ پر لیٹا شام کے واقعے کے بارے میں سوچتا رہا۔اسے منور خاندان سے دور ہوئے دو ماہ ہونے کو تھے اور آج اچانک اسے انزیلہ کی یاد کیوں آئی تھی۔

وہیں انزیلہ اپنے کمرے کے بالکونی میں کھڑی ہاتھوں میں وہی کتاب لیے ہوئے تھی جو پیغام نے اسے گفٹ کی تھی۔کہتے ہیں اگر کسی کو شدت سے یاد کرو تو اس کے دل تک دستک پہنچ ہی جاتی ہے۔شاید یہ انزیلہ کی یاد کا اثر تھا جو پیغام کو بے چین کر گیا تھا۔

"پر اب میں انزیلہ سے کبھی نہیں ملوں گا۔۔۔۔اسے میرے نکاح کا معلوم ہو گا تو بہت ہرٹ ہو جائے گی۔۔۔۔۔"پیغام نے ہتمی فیصلہ کرتے کروٹ بدلی اور سونے کے لیے آنکھیں موندلی۔

دوسرے سمت عرشیہ نے پیغام کے دل کی رسائی تک ایک اور طریقہ کار پلان کیا۔ مگر اس کی یہ پلاننگ اسے پیغام کے قریب کرنے والی تھی یا دور یہ وقت ہی بتانے والا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اتوار کے شام وہ بلیک فراک میں تیار ہو کر گھر پہنچی تو پیغام کو خستہ حال میں دیکھ کر خفہ ہونے لگی۔

"تم تیار نہیں ہوئے۔۔۔۔میں نے میسج کیا تھا نہ کہ ہم باہر جا رہیں ہیں۔۔۔۔"عرشیہ منہ بناتے بولی۔

"تم نے یہ نہیں بتایا کہاں جا رہیں ہیں۔۔۔۔۔" پیغام فروٹس کاٹنے میں مصروف رہا۔

"سرپرائز ہے نا۔۔۔۔ تم چلو تو۔۔۔۔ تمہیں بہت اچھا لگے گا۔۔۔۔" عرشیہ نے لالچ دینا چاہی۔

"تم ایسے نہیں مانو گی۔۔۔۔" پیغام نے آبرو اٹھائے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔۔۔۔۔اب جلدی جا کر تیار ہو جاو۔۔۔۔ ہم لیٹ ہو جائیں گے۔۔۔۔۔" عرشیہ نے اسے کچن کاونٹر سے ہٹایا اور شانوں پر زور دیتے کمرے میں دھکیلا۔

پیغام سرد سانس خارج کرتے تیار ہونے چلا گیا۔پندرہ منٹ بعد وہ بلیک قمیض شلوار پر براون ویسٹ کوٹ پہنے بالوں اور ہلکی شیو کو نفاست سے بنائے باہر آیا۔اس کی پرفیوم کی خوشبو نے عرشیہ کو اپنے گرفت میں جکڑ لیا وہ بنا پلکیں جھپکائے یک ٹک اسے دیکھتی رہی۔

"اب لیٹ نہیں ہو رہا کیا۔۔۔" پیغام نے اسے تنگ کرتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

عرشیہ نے سرخ ہوتے گال پر ہاتھ پھیر کر نظریں جھکالی۔پیغام متبسم ہوتے اس کے سائیڈ سے گزر کر پورچ میں نکل گیا۔عرشیہ بھی اپنی مسکان دبائیں اس کے پیچھے ہولی۔

ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ بار بار اپنے موبائل پر لوکیشن دیکھتی رہی۔

"ویسے جا کہاں رہیں ہیں۔۔۔۔ڈنر کے لیے کوئی بوکنگ کرائی ہیں کیا۔۔۔۔" پیغام اب واقعی بے صبر ہونے لگا۔

"بس پہنچ ہی گئے ہیں ہسبینڈ جی۔۔۔۔ تھوڑا سا اور انتظار کر لیں۔۔۔۔"

اسٹرینگ گھماتے ہوئے اس نے شرارت سے دیکھا تھا۔

جس گلی میں وہ گاڑی گھما کر اندر آئی تھی اس جگہ سے پیغام ناواقف نہیں تھا۔

یک دم اس کا موڈ بگڑ گیا۔

"تم مجھے یہاں کیوں لائی ہو۔۔۔۔"اس نے بے یقینی سے عرشیہ کے جانب دیکھا۔

"ہم اورہان کے گھر ڈنر پر انوائٹڈ ہیں۔۔۔۔میں تم دونوں کی دوستی پھر سے بہال کرانا چاہتی تھی۔۔۔۔اس لیے اس کے ساتھ مل کر ڈنر کا پلان بنایا۔۔۔۔"عرشیہ نے پیار سے اسے وضاحت دی۔

پیغام اضطراب کا شکار ہونے لگا۔یہ کیفیت اورہان سے نہیں بلکہ انزیلہ کا سامنانہ کرنے کی خاطر تھی۔کل ہی تو اس نے عزم لیا تھا کہ وہ اس سے کبھی روبہ رو نہیں ہو گا مگر آج ہی عرشیہ اس کا ارادہ توڑنے یہاں لیں آئی تھی۔

اس کے دل میں بنتی جگہ پھر سے ماند پڑنے لگی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

"مجھے اس کے گھر نہیں جانا۔۔۔۔ہم کہی باہر مل لیتے ہیں۔۔۔۔اسے یہی بلاتے ہیں۔۔۔۔" پیغام نے تیز تیز اپنا موبائل نکالا اور اورہان کا نمبر ڈھونڈنے لگا۔

"واٹ۔۔۔۔ کتنی بری بات ہو گی۔۔۔۔اب اس نے گھر پر ڈنر کا اہتمام کیا ہے اور ہم اسے لے کر کہی اور چلے جائیں۔۔۔۔۔ its rude behaviour pegham۔۔۔۔"عرشیہ نے اس کے ہاتھ سے موبائل جھپٹ لیا۔

"تمہیں یہ سب پلان کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھنا چاہیئے تھا۔۔۔۔۔ہر کام میرے مرضی کے خلاف ہی کرنے پر تلی ہوئی ہو تم۔۔۔۔" پیغام غصہ ہونے لگا۔

"کیا ہو گیا۔۔۔۔اور ہان کے گھر جانے سے کیا پرابلم ہے تمہیں۔۔۔۔پہلے بھی تو آتے جاتے رہیں ہو پھر اب کیا ہو گیا۔۔۔۔۔" عرشیہ کو اس کا برتاو سمجھ نہ آیا۔

"اب تم سے شادی ہو گئی۔۔۔۔" پیغام زیر لب بڑبڑایا تھا۔

"گاڑی واپس موڑو۔۔۔۔مجھے کہیں نہیں جانا۔۔۔۔" اس نے دانت پر دانت جمائے ہدایت دی۔

"نہیں موڑ سکتی۔۔۔۔۔اور ہان یہی دیکھ رہا ہے۔۔۔۔" عرشیہ نے اسے گیٹ پر آتے دیکھ کر دبے لفظوں میں کہا۔

پیغام نے ایک نظر اور ہان کو گیٹ پر موجود دیکھا اور لمبا سانس لیا۔

"چلو اب موڈ ٹھیک کرو پلیز۔۔۔۔دیکھو اور ہان پہلے سے گیٹ پر کھڑا ہے۔۔۔۔اب واپس نہیں جا سکتے۔۔۔۔" اس نے کار ایک سائیڈ پر روکتے ہوئے ریکویسٹ کی۔

پیغام نے کوئی جواب نہ دیا اور کار سے اتر گیا۔ عرشیہ تیزی سے اپنا ہینڈ بیگ اٹھاتے اس کے پیچھے چل پڑی۔

"اچھاہوا تم اسے لے آئی۔۔۔۔ورنہ اس نے تو میرے گلی سے گزرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔۔۔"اور ہان سلام کرتے پیغام کے گلے ملا۔

عرشیہ نے مسکرا کر جواب دیا جبکہ پیغام مسکرا بھی نہ سکا۔اس کے پیچھے وہ دونوں ساتھ ساتھ اندر داخل ہوئے۔پیغام کی نظریں بے اختیار لان کے سمت گئی تھی جہاں کچھ عرصہ پہلے وہ اور انزیلہ ساتھ ساتھ چلتے مرزا غالب کے کتاب پر گفتگو کر رہیں تھے۔اسے انزیلہ کا دل ٹوٹنے کا افسوس تھا۔

عرشیہ گھر کا جائزہ لیتے لاونج میں داخل ہوئی۔پیغام سب سے اول ویل چیئر پر بیٹھے منور صاحب سے ملنے آگے ہوا۔

"شادی کر کے کہاں غائب ہو گئے ہو۔۔۔۔پوچھنے بھی نہیں آتے۔۔۔۔"

منور صاحب نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

"آئی ایم سوری انکل۔۔۔۔۔" پیغام افسردگی سے معذرت خواہ ہوا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا۔۔۔۔اورہان کی طرح تم بھی میرے بیٹے ہی ہو۔۔۔۔ غلطی ہو جاتی ہے۔۔۔۔" منور صاحب سمجھ گئے تھے یہ معافی ان سے نا ملنے کی نہیں بلکہ اس کے وجہ سے پیش آئے نقصانات کے لیے تھی۔

ان سے مل کر وہ سیدھا ہوا اور عرشیہ کو متعارف کروایا۔ عرشیہ سلام کرتے آگے ہوئی تو انکل نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔اسی طرح وہ اورہان کی ماما سے بھی ملیں۔ سلام و دعا کے بعد وہ سب ایک ساتھ ڈرائنگ روم کے بڑے صوفے پر بیٹھے تھے جب اس کی چوڑیوں کی چھنکار کانوں میں پڑی۔ پیغام نے نظریں نیچی کر کے اپنے گود میں رکھیں ہاتھوں پر مرکوز کر لی۔

"یہ میری چھوٹی بہن ہے انزیلہ۔۔۔۔"اورہان نے چائے پیش کرتے نازک سی لڑکی کا تعارد کروایا۔

عرشیہ اس سے ملنے کھڑی ہوگئی اوراس کے گال سے گال ٹکرا کر گلے ملی۔

"ویلکم۔۔۔۔بھائی سے آپ کی بہت تعریف سنی تھی۔۔۔۔آپ واقعی بہت اچھی ہیں۔۔۔۔"انزیلہ اسی گرم جوشی سے مخاطب ہوئی۔

"ہاہاہا اچھا کیا بتایا ہے اورہان نے میرے بارے میں۔۔۔۔"عرشیہ نے نشست سنبھالتے پوچھا تھا۔

کہی نا کہی اسے پیغام کی خاموشی کھٹک رہی تھی مگر وہ خود کو سپاٹ رکھیں ہوئے تھی۔اور ہان اور انزیلہ سے بات کرتے کرتے ایک آدھ مرتبہ اسے نے گردن موڑ کر ساتھ بیٹھے ساکت وجود کو دیکھا بھی تھا۔

وہ ہمہ وقت منور صاحب کے سمت رخ کئے انزیلہ کو نظر انداز کرنے میں مصروف رہا۔

وہیں انزیلہ بھی اسے اگنور کئے عرشیہ کو دیکھتی رہی۔اس کے بیٹھنے کے انداز سے گفتگو کے طریقے سے پوشاک اور پر اعتماد چہرے سے کامیاب بزنس وومین کے ایثار جھلک رہیں تھے۔

چائے کے بعد ڈنر کا اہتمام کیا گیا۔پیغام اسی خاموشی سے منور صاحب کے باتوں کا ہوں ہاں ہمممم جواب دیتے ڈائننگ ٹیبل پر آگیا۔عرشیہ کو اول تو لگا کہ وہ اس کے بنا بتائیں لانے پر خفہ ہے مگر لڑکیوں کی چھٹی حس کافی تیز ہوتی

ہے اس لیے جیسے جیسے وہ ماحول کا جائزہ لیتی رہی اسے پیغام اور انزیلہ کی ایک دوسرے کو نظر انداز کرنے کے جتن دکھائی دینے لگیں۔

ڈائننگ ٹیبل پر براجمان ہو کر ڈشز سرو کرتے ہوئے پہلی بار پیغام نے پلکیں اٹھائی تو اس کی نظریں سامنے کھڑی انزیلہ کی نظروں جا ملی۔ جامنی رنگ کا چکن کاری کا کرتا شلوار پہنے۔ کانوں میں چھوٹی بالیاں۔ ہاتھوں میں چند چھن چھن کرتی چوڑیاں۔ چہرے پر آتے بھورے بالوں کی چند لٹیں کسی بھی مخالف جنس کو گرویدہ بنا لیتا۔

"بہت اچھا لگا آپ سب سے مل کر۔۔۔۔" ڈنر کے بعد وہ جانے کے لیے رخصت لینے لگیں۔

"انزیلہ تم بہت اچھی ہو۔۔۔۔ کبھی آنا گھر پر۔۔۔۔میری اور تمہاری دوستی کافی جمے گی۔۔۔۔"عرشیہ نے بغور اس کے سکنات مشاہدہ کرتے استفسار کیا۔

انزیلہ نے ایک جھوٹی نظر پیغام پر ڈالی اور پھیکا مسکرا کر سر کو جنبش دیا۔

ان سے رخصت لے کر سب سے پہلے پیغام گیٹ سے باہر نکلا اور پھر عرشیہ۔اور ہان کے گھر سے اپنے گھر تک کا راستہ خاموشی سے گزرا۔اپنے گھر کے گیٹ کے سامنے کار روک کر سب سے پہلے عرشیہ اتری اور تیز تیز چلتے پیغام کے کمرے میں چلی گئی۔

پیغام بھاری قدم اٹھاتے اندر داخل ہوا تو وہ بپھری شیرنی کے مانند اس پر چھڑپ پڑی۔

"تو یہ وجہ ہے۔۔۔۔اس لیے تم مجھے میرے حق سے محروم رکھ رہے ہو۔۔۔۔"اس نے پیغام کے سینے پر دونوں ہاتھوں سے دھکہ مارا۔

پیغام چونک سا گیا اور اپنا توازن قائم رکھتے ہلکا سا پیچھے کو ہو گیا۔

"کیا کہہ رہی ہو تم۔۔۔۔"اسے اس کے ایسے برتاو کی وجہ سمجھ نا آئی۔

"تمہارے دل میں وہ۔۔۔۔وہ اور ہان کی بہن ہے نا۔۔۔۔اس لیے میرے جگہ نہیں بن رہی۔۔۔۔بولو۔۔۔۔"اسی شدت سے ایک اور دھکہ لگایا گیا۔

پیغام کے آبرو پھیل گئے۔اس نے تیزی سے کمرے کا دروازہ بند کر دیا تاکہ عرشیہ کا شور سن کر امی نہ آجائیں۔

"کیا مجھ سے زیادہ پیاری ہے۔۔۔۔مجھ سے زیادہ امیر ہے۔۔۔۔مجھ سے زیادہ تم سے پیار کرتی ہے۔۔۔۔ہاں۔۔۔۔"طیش جلن میں بدل گیا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔۔تم بات سمجھ نہیں رہی۔۔۔۔"پیغام نے نرمی سے سمجھانا چاہا۔

"سب سمجھ بھی چکی اور دیکھ بھی چکی ہوں۔۔۔۔ایسے پیار سے تو کبھی میری طرف نہیں دیکھا جتنے پیار سے اسے دیکھ رہیں تھے۔۔۔۔"عرشیہ قطعی طور پر ماننے کو راضی نہیں تھی۔

"سٹاپ اٹ۔۔۔۔"پیغام نے اسے ہاتھوں کو جکڑ لیا۔

"میں اسے مار دوں گی اگر تم نے دوبارہ اسے دیکھا تو۔۔۔۔"عرشیہ اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتی رہی۔

"بس کرو۔۔۔۔بہت بول لیا تم نے۔۔۔۔میری بات تو سنو۔۔۔۔"اب اسے طیش آنے لگا۔

"کیوں بس کروں۔۔۔۔اپنی معشوقہ کے بارے میں سنا نہیں جارہا۔۔۔۔ اورہان کو اچھا بلی کا بکرا مل گیا تھا جو اس کا ریڈیو اسٹیشن بھی چلا رہا تھا اور اس کی بہن سے عشق بھی لڑا رہا تھا۔۔۔۔۔"عرشیہ مزید بے قابو ہونے لگی۔

پیغام کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ اسے کیسے سنبھالے آج تو بات پیار اور نرمی سے بھی نہیں سنبھل رہی تھی۔

"سچ سچ بتاو۔۔۔۔اب بھی اس کے ساتھ ریلیشن میں ہو نا۔۔۔۔کوئی مرد بیوی کے ہوتے ہوئے بھی اتنا پر سکون کیسے رہ سکتا ہے۔۔۔۔سچ بتاو میرے پیٹھ پیچھے کتنی راتیں رنگین کی ہے اسے کے ساتھ۔۔۔۔"چیختے ہوئے اس کی گردن کی رگیں تن گئیں۔

یہ بات سن کر پیغام کا دماغ گھوم سا گیا اس نے عرشیہ کو گرفت سے آزاد کیا اور اپنا ہاتھ بلند کیا۔

"شٹ اپ۔۔۔۔" وہ ہاتھ اٹھائیں غرایا۔

عرشیہ ایک پل کے لیے سہم سی گئی۔

"رک کیوں گئے۔۔۔۔مارو۔۔۔۔تم بھی مارو۔۔۔۔سب مجھے مارتے ہیں۔۔۔۔ڈیڈ۔۔۔شیری انکل۔۔۔۔تم بھی مارلو۔۔۔۔تم مردوں کو ایک ہی کام آتا ہے نا۔۔۔۔کرلو پوری اپنی خواہش۔۔۔۔مارو۔۔۔۔" عرشیہ روتے بلکتے اس کے ہاتھوں سے خود کو مارنے لگی۔

"عرشیہ۔۔۔۔میں نہیں ماروں گا تمہیں۔۔۔۔غلطی سے ہاتھ اٹھ گیا سوری۔۔۔۔میں نہیں ماروں گا۔۔۔۔پلیز زبس کرو۔۔۔۔"پیغام نے اپنے ہاتھ اسے کے گرفت سے رہا کروائیں اور اسے کندھوں سے پکڑا۔

عرشیہ کے آنسو جاری ہو چکے تھے۔وہ اپنے بال نوچتے گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھتی چلی گئی۔

"عرشیہ۔۔۔۔میرا اس سے کوئی ریلیشن نہیں ہے۔۔۔۔نا پہلے تھا۔۔۔۔نا اب ہے۔۔۔۔ہاں شروع شروع میں پسند کرتا تھا پر میں جانتا تھا وہ میری اوقات سے بہت اوپر ہے۔۔۔۔اس لیے کبھی اس کشش کو دل میں جگہ نہیں دی۔۔۔۔اس کے دل میں شاید فیلنگز تھی میرے لیے جواب میری

شادی ہونے کا جان کر ختم ہو چکی ہیں۔۔۔۔۔بس مجھے اس دل ٹوٹنے پر برا لگا۔۔۔۔اور کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔میری لائف میں اب صرف تم ہو۔۔۔۔

"اس کے سامنے دوزانو ہو کر وضاحت دینے لگا۔

عرشیہ چہرا ہاتھوں میں چھپائے سسک رہی تھی۔

"میں نے تم سے شادی مجبوری کے تحت ضرور کی تھی لیکن اب اس رشتے کو نبھانے کی کوشش دل سے کر رہا ہوں۔۔۔۔۔"اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ ہٹائے اور بھیگا چہرا اوپر کو کیا۔

"میں کیا کروں۔۔۔۔میں تم سے اتنا پیار کرتی ہوں کہ تمہیں کسی اور کے ساتھ سوچ کر بھی بے قابو ہو جاتی ہوں۔۔۔۔"اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"اٹس اوکے۔۔۔۔آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔"پیغام نے اسے اٹھایا اور بیڈ کنارے بٹھا دیا۔

سائیڈ ٹیبل پر پڑے بوتل سے پانی گلاس میں انڈیل کر اسے تھمایا۔وہ جس کا چیخ چیخ کر گلا بیٹھ گیا تھا ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گئی۔پیغام اسے تسلی دیتے بغل میں آن بیٹھا۔عرشیہ نے چند گہری سانس اندر کھینچ کر خود کو کمپوز کرتے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

"یہ شیری انکل وہی ہے جو اس دن تمہارے گھر پر بھی آیا ہوا تھا۔۔۔۔"

پیغام نے شیری انکل کا چہرا یاد کرتے تصدیق چاہی۔

عرشیہ نے ناک پونچھتے سر اثبات میں ہلایا۔

"کیوں مارتا ہے وہ تمہیں۔۔۔۔" یہ سوال اس کی فکر میں کیا گیا۔

عرشیہ نے خلا میں دیکھتے لمبا سانس خارج کیا اور کنکارتے ہوئے گویا ہوئی۔

"مام اور ڈیڈ کی بڑھتی دوریاں مجھے چڑچڑا کرنے لگیں۔۔۔جب بھی وہ آپس میں لڑتے میں ڈپریس ہو جاتی اور نتیجہ بد تمیزی کی صورت باہر آتا۔۔۔۔

میرے بہیو ویر سے تنگ آکر انہوں نے مجھے شیری انکل کے آرمی اسکول میں ڈال دیا۔۔۔۔۔"وہ ٹرانس کی کیفیت میں حال دل بیان کرنے لگی۔

پیغام اسے پوری توجہ سے سنتا رہا۔

"اس سے پہلے بھی وہ گھر میں میرے ساتھ مس بہیو کر چکے تھے اس لیے میں نے بہت ضد کی بہت انکار کیا پر ڈیڈ نے میری ایک نہ سنی اور مجھے مار مار کر زبردستی ان کے ہاسٹل میں بھیج دیا۔

)ماضی (

ٹین ایج عرشیہ خاکی یونیفارم پہنے بالوں کی چھوٹی بنائیں شیری انکل کے آفس میں ان کے روبہ رو کھڑی تھی۔

"لیڈی آفسر نے بتایا تم کل رات دو بجے تک ہاسٹل میں گھوم رہی تھی۔۔۔۔ یہاں دس بجے تک سو جانے کا رول ہے یاد نہیں۔۔۔۔" وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے گھوم کر اس کے پیچھے آئے۔

"نیند نہیں آرہی تھی۔۔۔۔ مجھے اپنے گھر جانا ہے۔۔۔۔" وہ دبے لفظوں میں گویا ہوئی۔

اگلے ہی لمحے اسے اپنے جبڑے پر سخت گرفت محسوس ہوئی۔

"یہی اب تمہارا گھر ہے۔۔۔۔اور تمہیں میرے رولز فالو کرنے پڑیں گے۔۔۔۔"درندگی ٹپکتی نظر سر تا پیر اس پر دوڑائی۔

عرشیہ لب بھینچے اپنا چہرا ان سے دور کرنے لگی۔

"رات کو نیند نہیں آتی ہممم۔۔۔۔۔بہت جوانی چڑھ رہی ہے تمہیں۔۔۔۔۔آج کے بعد تم دس بجے تک اپنے بیڈ پر نا ملی تو میرے بیڈ پر ضرور ملو گی۔۔۔۔"اسے دھمکاتے ہوئے پرے کیا اور اپنی سیٹ پر جا بیٹھے۔

"آپ مجھ سے ایسے بات مت کیا کریں۔۔۔۔مجھے اچھا نہیں لگتا۔۔۔۔"

عرشیہ نے ان کی بات کا برا مان کر التجا کی۔

"تمہارے باپ نے تمہیں سدھارنے کی زمہ داری مجھے دی ہے۔۔۔۔تم اس وقت میری جاگیر ہو۔۔۔۔میں جیسے چاہوں بات کروں جیسے چاہوں پیش آوں۔۔۔۔جاو یہاں سے۔۔۔۔"شیری نے دانت پیستے اپنا رعب جمایا اور اسے جانے کے لیے کہا۔

عرشیہ تیزی سے کوریڈور میں نکل گئی اور ایک پلر کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ اس کا پینک ایٹک بڑھتا جا رہا تھا وہ خود کو قابو کرنے مٹھی بند کئے آگے پیچھے ہونے لگی۔

"کیا ہوا اینگری برڈ۔۔۔۔پھر سے کلاس لگ گئی ہیڈ ماسٹر سے۔۔۔۔"اس کے پاس سے گزرتی چند لڑکیاں اسے چڑھانے لگیں۔

"کونسی کلاس ملی ہے۔۔۔۔ گراونڈ کے دس چکر لگانے کے یاد دھوپ میں کھڑا رہنے کے۔۔۔۔"دوسری لڑکی نے صدا لگائی۔

"یہ تو سر کی خاص ہے۔۔۔۔خاص قسم کی کلاس ملتی ہے اسے۔۔۔۔"پہلی نے ناک بوچڑھائے ہو نہہ کیا۔

عرشیہ کے تند مزاجی کے باعث اس کی کسی سے دوستی نہ ہو سکی تھی اس لیے سب اسے تنگ ہی کیا کرتیں۔ان لڑکیوں کا مکالمہ سن کر عرشیہ کا صبر ٹوٹ گیا اور اس نے اٹھ کر پہلی لڑکی کو دبوچ لیا۔ کوریڈور میں شور وغل برپا ہو گیا۔ شور شرابا سن کر شیری آفس سے باہر آئے اور اپنا فوجی آہنی ہاتھ پوری قوت سے اسے دے مارا۔ عرشیہ کی نازک جان اس وار کی شدت سہن نہ کر پائی اور بے ہوش ہوتے گر پڑی۔

شام کو ہوش آیا تو وہ اپنے بیڈ پر تھی۔اس کا بایاں گال سوج چکا تھا۔جبڑا درد کی شدت سے ہل نا سکا۔رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے اور وہ دن بھر کی بھوکی پیاسی بے حال ہونے لگی۔آخر کار ہمت کر کے وہ بیڈ سے اتری اور کمرے کا دروازہ کھول کر پلر سے لگ کر چھپتے چھپاتے کچن میں در آئی۔سب سے پہلے پانی پی کر گلا تر کیا اور پھر فریج سے سیب نکال کر چلکے سمیت کھانے لگی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اگلی صبح وہ پھر سے شیری کے آفس میں مدعو ہوئی۔

"عرشی ڈارلنگ۔۔۔۔تم پھر رات کو کمرے سے باہر گئی تھی۔۔۔۔"

انہوں نے انگلیوں میں قلم گھماتے آبرو اٹھائے پوچھا۔

"پورا دن بے ہوش رہی تھی۔۔۔۔بہت بھوک لگ رہی تھی صرف کچن تک گئی تھی۔۔۔۔"عرشیہ نے بے بسی سے آہ بھری۔

"پرنسز تو تو ڑا ہے۔۔۔۔۔ایک رات بھوکی سو جاتی تو مر نہیں جاتی۔۔۔۔"وہ اٹھ کر اس کے سر پر پہنچے اور قلم عرشیہ کی دو انگلیوں میں دے کر زور سے دبایا۔

"سوری۔۔۔۔اااہہہہ۔۔۔۔۔"وہ درد کی شدت سے بلک اٹھی۔

شیری نے کچھ دیر اس کی سسکیوں کا مزا لیا اور پھر چھوڑ دیا۔

"یہ میرا علاج کرانے لائیں ہیں یا تڑپا تڑپا کر مارنے۔۔۔۔"اس نے دل ہی دل میں سوچا ضرور تھا۔

شیری کے ظلم کا سلسلہ یہی نہیں تھما۔ایک دن پریٹیکل کلاس میں انہیں کوکنگ کا ٹاسک ملا تھا۔سب کے ڈش باری باری چک لینے کے بعد وہ عرشیہ کے ٹیبل پر پہنچے۔پلاو ویسے تو اشتہا انگیز لگ رہیں تھے۔شیری نے پہلا لقمہ منہ میں ڈالا تو چاولوں کے ساتھ ساتھ منہ میں ایک بال بھی آگیا۔عرشیہ کا دل ڈوب گیا۔اس کا نتیجہ وہ جانتی تھی ایسا وہ پہلے کے اسٹوڈنٹس کے ساتھ ہوتا دیکھ چکی تھی اس لیے اب اپنی باری میں اس کے اوسان خطا ہو گئے۔

"کھینچی لاو۔۔۔۔"شیری نے اس کی چھوٹی پکڑ کر حکم صادر کیا۔

"نہیں پلیز۔۔۔۔پلیز میرے بال مٹ کاٹے۔۔۔۔پھر ایسی غلطی نہیں ہو گی۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔مجھے میرے بال بہت پیارے ہیں۔۔۔۔چاہے کوئی بھی سزا دیں دے۔۔۔۔پر یہ نہیں۔۔۔۔پلیز زز نو۔۔۔۔"وہ اپنی چھوٹی آزاد کروانے منت کرتی رہی۔

شیری نے اس کی ایک نا سنی اور اپنا زور آزماتے ہوئے اس کی پوری چھوٹی کاٹ دی۔ عرشیہ کا دل دہل گیا۔وہ خالی نظروں سے اپنے کٹے ہوئے بال ہاتھوں میں لیئے دیکھتی رہی۔

)حال (

"اس کے بعد مجھ سے مزید رہا نہیں گیا اور ایک رات میں اسی کھینچی سے خار دار تاریں کاٹ کر وہاں سے بھاگ آئی۔۔۔۔"اپنی داستان سناتے اس کی آنکھیں بھیگ چکی تھی۔

پیغام لب بھینچے اسے سنتا رہا۔

"وہاں سے بھاگ کر میں دادا جان کے پاس چلی گئی۔۔۔۔وہ ایک اولڈ ہاوس میں رہتے تھے۔۔۔۔میری ذہنی اور جسمانی صحت دیکھ کر انہیں بہت افسوس ہوا اور اپنے ڈاکٹر سے علاج کروانے لگیں۔۔۔۔۔ڈیڈ پر ان کا کوئی زور نہیں تھا اس لیے ایک سال تک مجھے اپنے پاس چھپا کر رکھا۔۔۔۔۔ڈیڈ کے بڑھتے لالچ کو دیکھ کر انہوں نے بزنس کی سب سے بڑی اور پاور فل

کمپنی میرے نام کر دی تاکہ کل کو مجھے ڈیڈ پر ڈیپنڈ نا کرنا پڑے اور خود اپنے لیے کچھ کر سکوں۔۔۔۔"اس نے اپنے بات مکمل کر کے پیغام کے کندھے سے سر اٹھایا اور اسے دیکھنے لگی۔

پیغام نے اسے ہمدردی سے دیکھا تھا۔

"جانتے ہو پیغام۔۔۔۔میرے دادا جان کو بھی شعر و شاعری کا بہت شوق تھا اور وہ اکثر مجھے اپنے پاس بیٹھا کر سنایا کرتے تھے۔۔۔۔جب میں نے پہلی بار تمہیں سنا تو دادا جان کی بہت یاد آئی تھی۔۔۔۔۔تمہارے انداز تمہارے لہجے میں مجھے ان کا عکس دکھائی دیا۔۔۔۔اس لیے تمہاری آواز سے پیار ہو گیا۔۔۔۔"عرشیہ نے بھیگی پلکیں جھپکائی اور اپنی حالت پر ہنس پڑی۔

پیغام نے اس کے گرد بازو حمائل کر کے خود سے لگا لیا تھا۔اس وقت عرشیہ کے لیے وہ اپنائیت کا احساس ہی کافی تھی۔اس نے آنکھیں موند لی اور سکون کا سانس لیا۔

"ویسے یہ شیری انکل رہتے کہاں ہے۔۔۔۔۔" پیغام نے ایک ترقیب سوچتے ہوئے پوچھا۔

عرشیہ نے اسی انداز ان کا ایڈریس بتایا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اس روز وہ براون پینٹ اور وائٹ شرٹ زیب تن کئے۔ براون کوٹ بازو پر ڈالے آفس آیا کہ مزمل سے تابش صاحب کے آمد کی اطلاع ملی۔ وہ اپنا کوٹ اور بیگ مزمل کو تھما کر خود عرشیہ کے کیبن کے سمت بڑھ گیا۔

"آئی ایم سوری ڈیڈ مجھے آنے میں دیر ہو گئی۔۔۔۔۔ سیکرٹری نے بتایا آپ کافی دیر سے آئیں ہوئے ہیں۔۔۔۔ آپ کال کر لیتے تو میں جلدی آجاتا۔۔۔۔" پیغام خوشنودی سے کہتے اندر داخل ہوا۔

تابش صاحب نے پلٹ کر سرتاپیر اس کا جائزہ لیا۔

"آخر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔۔۔۔۔ مل گئی سی اے کی پوسٹ۔۔۔۔۔" تابش صاحب کوئی تاب نہ لاتے سپاٹ انداز میں بولے۔

پیغام نے آبرو اٹھائے انہیں دیکھا اور مسکرا کر سر نفی میں ہلایا۔

"میں شکر گزار ہوں کم سے کم عرشیہ آپ کے جیسے رتبے اور اسٹیٹس کے بھید بھاؤ نہیں دیکھتی۔۔۔۔وہ لوگوں کی قابلیت اور ان کا ہنر دیکھ کر جانچتی ہے۔۔۔" پیغام پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے قدم قدم چلتے ان کے سائیڈ سے گھوم کر ایم ڈی کے سیٹ کے پاس آیا۔

"تم نے میری بیٹی سے پیسوں کے بدلے شادی کی ہے نا۔۔۔اپنا دام بولو۔۔۔کتنا لوگے اسے چھوڑنے کا۔۔۔" تابش صاحب نے اس کی باتوں کا زرا بھی اثر نا لیا۔

"ہاہاہا۔۔۔۔میں کوئی کھلونا ہوں کیا۔۔۔۔جو کبھی ایک خریدے گا تو کبھی دوسرا۔۔۔۔۔ویسے۔۔۔۔۔اس کمپنی سے بڑھ کر کیا دے سکتے ہیں آپ۔۔۔۔۔۔"وہ تابش صاحب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے سیٹ پر بیٹھا۔

تابش صاحب اسے تندی سے گھور رہیں تھے۔

"آج میں اس کمپنی کا سی اے ہوں۔۔۔۔کل کو ایم ڈی بن جاوں گا۔۔۔۔۔ تابش صاحب اپنے سے کمتر لوگوں کی بھی عزت نفس ہوتی ہے۔۔۔دنیا میں دولت ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔روپے اور پاور کے بل بوتے پر آپ دوسروں کو کوڑا کرکٹ نہیں سمجھ سکتیں۔۔۔جن کے پاس کچھ نا بھی پھر بھی ان کے اللہ ہوتے ہیں۔۔۔۔اور اسی کے رضا کی خاطر پیسے والوں کو ان

کی مدد کرنا چاہیئے۔۔۔۔"اس نے مسکراتے ہوئے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگالی۔

تابش صاحب کے تاثرات بگڑ گئے۔انہیں لگا عرشیہ اسے ہارڈ ووڈ کمپنی کے وصیت کا بتا چکی ہے جبکہ اس بات سے بے خبر پیغام صرف انہیں جیلس کرنے ایسا کہہ گیا تھا۔

"ویسے۔۔۔۔میں نے آپ سے بیٹھنے کے لیے نہیں پوچھا۔۔آیئے ڈیڈ بیٹھیئے۔۔۔کیا لیں گے چائے کافی سافٹ ڈرنک۔۔۔"پیغام کو اپنا رویہ کچھ زیادہ ہی بے آدب ہوتا محسوس ہوا تو اٹھ کر ان کے پاس آیا اور ان کے بازو کو تھامے صوفے کے سمت اشارہ کیا

تابش صاحب نے غصے سے اپنا بازو جھٹکا۔

"ہونہہ۔۔۔۔۔ don't call me dad۔۔۔۔۔"اسے غصے سے تنبیہہ کرتے ہوئے پلٹ کر جانے لگیں۔

"As you wish.... dad....

پیغام نے ان کے جانے کے بعد شانے اچکائے اور عرشیہ کے کیبن سے نکل کر اپنے کیبن میں چلا گیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

دوسری جانب پیغام کے کہنے پر عرشیہ کے بتائے ایڈریس پر تعینات فاخر کرنل شیری پر نظر رکھیں ہوئے تھا۔

"سر۔۔۔وہ آج شام پانچ بجے۔۔۔۔کسی پرسنل کام سے کواٹر سے اکیلے باہر آرہاہے۔۔۔۔کوئی سیکیورٹی اہلکار یا اسلحہ نہیں ہوگا اس کے پاس۔۔۔۔یہ اسے گھیرنے کا اچھا موقع ہے۔۔۔۔"فاخر نے فون کر کے پیغام کو تفصیلات بتائی۔

پیغام نے ہاتھ میں پہنی گھڑی پر وقت دیکھا اور پھر ایک نظر سامنے بیٹھی عرشیہ کو جو لیپ ٹاپ میں مصروف تھی۔

"ٹھیک ہے میں آتا ہوں۔۔۔۔"اتنا ہی جواب دے کر اس نے کال کاٹ دی۔

"کہاں جانا ہے۔۔۔۔"عرشیہ نے مصروفیت سے پوچھا۔

پیغام جھوٹ نہیں بولنا چاہتا تھا پر سچ بھی نہیں بتا سکتا تھا۔

"وہ فاخر کے گھر کوئی ایمرجنسی ہے۔۔۔۔اسے پیسوں کی ضرورت ہے اس لیے ملنے جا رہا ہوں۔۔۔۔"پیغام نے سچ کا دوسرا پہلو بتایا۔

چونکہ فخر اس کے اور پیغام کے نکاح میں پیغام کے طرف سے گواہ تھا اس لیے عرشیہ کو شک نہ ہوا اور وہ سر کو جنبش دے کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

پیغام وقت کی کمی کا احساس کرتے جلدی سے نکل گیا۔ آفس سے سیدھا وہ فاخر کے بتائے ایڈریس پر پہنچا۔

"سر وہ رہا۔۔۔" اس نے پیغام کو آتے دیکھ کر ایک عام کپڑوں میں جاتے اڈھیر عمر آدمی کے سمت اشارہ کیا۔

"چلو چلو۔۔۔" دونوں تقریبا بھاگتے ہوئے اس کے سمت آئے اور پیچھا کرتے کرتے کسی خالی کونے کا انتظار کرنے لگیں۔

شیری کے ایک خالی گلی کا موڑ موڑتے ہی فاخر اور پیغام نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا۔ فاخر نے سر کو خم دیا اور آگے جا کر شیری کے سر پر کالا کپڑا ڈال دیا۔ وہ جو اس حملے سے بے خبر اپنی دھن میں چل رہا تھا یک دم ہڑبڑا گیا۔

"کون ہے۔۔۔۔ کون ہے۔۔۔۔ چھوڑو۔۔۔۔۔" وہ ہوا میں ہاتھ چلاتے عقب میں کھڑے مرد کو جکڑنے کی کوشش کرنے لگا مگر جکڑ نا پایا۔

اتنے میں پیغام نے آگے آ کر اس کے پیٹ میں گھونسا دے مارا۔ شیری کو اپنے ساتھ ہوتے عمل کا زرا بھی علم نا تھا اس لیے کراہ اٹھا۔ عرشیہ کی ہر تکلیف کو یاد کرتے وہ ایک کے دوسرا وار کرتا رہا کبھی پیٹ میں تو کبھی چہرے پر۔ شیری نے جوابی کارروائی کی مگر چونکہ آنکھوں پر کالا کپڑا تھا اس لیے

سامنے موجود شخص کی تصحیح نا کر سکا۔اس پر خوب لاتے مقے برسا کر پیغام نے اس کا جبڑا دبوچ کر قریب کیا۔

"آئیندہ اس پر ہاتھ اٹھانے یا تکلیف پہنچانے کے بارے میں سوچنا بھی مت۔۔۔۔۔ورنہ اگلی دفعہ زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔عرشیہ سے جتنا ہو سکے دور رہو لاسٹ وارننگ ہے میری۔۔۔۔"اس نے شیری کے کان میں سرگوشی کی اور اس کا جبڑا چھوڑ کر پرے دھکیلا۔

جب تک شیری نے چہرے پر سے کالا کپڑا ہٹایا فاخر اور پیغام غائب ہو چکے تھے۔تیز تیز سانس لیتے اس نے آس پاس دیکھا اور ناک سے خون رستا دیکھ کر ہسپتال کے سمت بھاگا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

"تابش۔۔۔۔تابش۔۔۔۔" وہ چلاتے ہوئے ان کے اسٹڈی روم میں داخل ہوئے۔

"شیری۔۔۔۔یہ کیا ہو گیا۔۔۔۔" تابش صاحب ان کے چہرے پر زخم دیکھ کر گھبرا گئے۔

"میں نے اس دو ٹکے کے لڑکے کو تمہارے کہنے پر چھوڑا تھا۔۔۔۔اب تم اس کا کچھ کرو ورنہ میں اسے جان سے مار دوں گا۔۔۔۔۔آج اٹیک کیا اس نے مجھ پر۔۔۔۔۔" شیری پوری طاقت سے چلاتے ان کے روبہ رو ہوئے۔

"ایک معمولی مڈل کلاس لڑکے نے ریٹائرڈ کرنل شہریار کو مارا۔۔۔۔کیا واقعیٔ۔۔۔۔"انہیں یہ بات ہضم نہ ہوئی۔

"اس نے میرے چہرے پر کپڑا باندھ لیا ورنہ بچ کے کہاں جا پاتا۔۔۔۔"

شیری نے کمر پر ہاتھ رکھے سرد آہ بھری۔

"عرشیہ کی محبت میں سچ میں کافی طاقت ہے۔۔۔۔"تابش صاحب اب بھی یقین نہ کر سکے۔

"تم کس چیز کا انتظار کر رہیں ہو۔۔۔۔جب وہ پوری طرح کمپنی پر قابض ہو جائیں تب اسے راستے سے ہٹانے کا پلان بناو گے کیا۔۔۔۔"شیری نے ان کا دھیان اصل مسئلے پر مرکوز کیا۔

"پلان کر چکا ہوں۔۔۔۔اور تھوڑی دیر میں زیر عمل بھی ہو جائے گا۔۔۔۔تم بس میرے کال کا ویٹ کرو۔۔۔۔آج ہی ہمیں اس سے جھٹکارا مل جائے گا۔۔۔۔"تابش صاحب نے معنی خیز مسکان کے ساتھ انہیں دیکھا۔

ان کے اس انداز سے شیری مطمئن ہو گئے تھے۔کچھ تو برا ہونے والا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اس روز آفس میں مارکیٹ شئیرز ڈاون ہونے کے خدشات ظاہر کئے جارہیں تھے۔عرشیہ درپیش صورت حال پر پریشان تو تھی لیکن ساتھ میں پیغام کی کارگردگی سے مطمئن بھی۔

"مزمل۔۔۔مجھے پچھلے ایک سال کے سارے حساب لا کر دو۔۔۔۔۔"

عرشیہ اپنے ساتھ چلتے سیکرٹری پر تیز آواز میں غراتے ہوئے پیغام کے کیبن میں داخل ہوئی۔

پیغام تھری پیس سوٹ اور بوٹ میں ملبوس کمپیوٹر پر تیز تیز انگلیاں چلا رہا تھا جب اسے اندر آتے دیکھا۔

"کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔۔۔اگر اس سال کے شئیر زفال میں چلے گئے تو مجھے کمپنی بند کروانی پڑے گی۔۔۔۔"اس نے پیغام کے سامنے اپنی تشویش ظاہر کی۔

"ڈونٹ وری۔۔۔۔میں دیکھ رہا ہوں۔۔۔۔ہم مل کر سنبھالیں گے۔۔۔۔"پیغام نے تسلی دی۔

اتنی دیر میں مزمل پرانے حساب کتاب کی فائلز اٹھائیں اندر آیا تو وہ دونوں ریکارڈز دیکھنے لگیں۔مارکیٹ شئیرز کو ترتیب دیتے دیتے انہیں وقت کا پتا نہ چلا۔جب وہ دونوں گھر کے لیے نکلے اندھیرا ہو چکا تھا۔

"تھینکیو پیغام۔۔۔۔تم نہ ہوتے تو میں یہ سب مینج نہیں کر پاتی۔۔۔۔"وہ پارکنگ میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔

"یہ میری جاب کا حصہ ہے میڈم۔۔۔۔۔اور میرا فرض بھی۔۔۔۔"پیغام نے تعریف پر سر کو خم دیا اور اپنی کار کے سمت بڑھ گیا۔

عرشیہ اسے دیکھتے ہوئے اپنی کار میں آن بیٹھی۔دونوں اپنی اپنی کار میں آگے پیچھے کر کے آفس کے پارکنگ ایریا سے مین روڈ پر آ گئے۔عرشیہ کی کار آگے تھی اور پیغام کی پیچھے۔عرشیہ کا اس سے دور جانے کا من نہیں کر رہا تھا اس لیے وہ بار بار بیک ویو مرر میں پیغام کی کار کو دیکھ رہی تھی کہ اچانک سے سامنے بائک آ گری۔اس سے بچنے عرشیہ نے کار کا رخ موڑ کر ہینڈ بریک

کھینچ کر کار کو روکنا چاہا مگر چونکہ کار کی سپیڈ تیز تھی اس لیے یک دم ہی بریک لگنے سے کار کا توازن بگڑ گیا اور کار الٹ گئی۔

"عرشیہ۔۔۔۔۔" پیغام قدرے پیچھے تھا اور اپنی آنکھوں کے سامنے یہ منظر دیکھ کر ہڑ بڑا گیا۔

اس نے ایکسلیٹر پر پیر سے زور دے کر سپیڈ بڑھائی اور عرشیہ کی الٹی کار کے پاس روک فوراً سے اترا۔

"عرشیہ۔۔۔۔لاک کھولو۔۔۔۔۔ عرشیہ ہوش میں آو پلیز۔۔۔۔" وہ مسلسل ڈرائیونگ سیٹ کا ہینڈل کھینچتا رہا مگر دروازہ کھلنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

اندر قید وجود کے جانب سے کوئی حرکت ناپا کر اس کا دل دہل گیا۔ وہ مٹھی بند کر کے دروازہ بجانے لگا مگر ہر کوشش ناکام پلٹ آتی۔ بے تابی سے کھڑے ہوا اس نے کوئی ترقیب سوچنے سر پکڑ لیا۔ ایک آئیڈیا کے تحت اس نے کار کے سامنے گھوم کر دوسرے سائیڈ سے شیشے پر لاتے برسانا شروع کئے۔

آس پاس گزرتی گاڑیوں سے کچھ نیک لوگ اتر کر اس کی مدد کو بھاگے اور اس کے ہمراہ شیشہ توڑنے میں مدد کرنے لگیں۔

مزید دو تین مضبوط لات پڑتے ہی شیشہ چھن کر کے ٹوٹ گیا۔ جگہ تنگ تھی لیکن پیغام رینگتے ہوئے شیشوں کی پرواہ نا کرتے اندر گھسا۔ عرشیہ کے پیشانی سے گرتا قطرہ قطرہ خون کار کی چھت کو آلودہ کر رہا تھا۔ اس کے قریب پہنچ کر اول تو اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا دروازے کا کھولا اور پھر اس کی بیلٹ بھی

کھول لی۔دوسرے سمت سے لوگ عرشیہ کو باہر نکالنے لگے۔کچھ لوگ ایمبولنس کو ایکسیڈنٹ کی خبر دے چکے تھے۔

پیغام گاڑی سے نکل کر عرشیہ کے پاس پہنچا اور اس کا سر اپنے سینے سے لگایا۔

"عرشیہ۔۔۔۔۔اٹھو۔۔۔۔"اس نے عرشیہ کا رخسار تھپتھپاتے ہوش میں لانے کی کوشش کی مگر اسے ہوش نا آیا۔

ایک پل کے لیے پیغام کو اپنی زندگی پھر سے ویران ہوتے نظر آئی۔جتنا وہ امی کو کھونے سے خوفزدہ تھا یہ ڈر اس سے کم نا تھا۔اپنے بازوؤں میں عرشیہ کا بے جان وجود دیکھ کر اس کی آنکھیں بھر آگئی تھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

دوسرے سمت تابش صاحب اور شیری جس کال کے منتظر تھے۔اس کال کی پہلی رنگ بجتے ہی وہ دونوں اچھل پڑے اور تابش صاحب نے تیزی سے کال موصول کی۔

"ہاں کیا خبر ہے۔۔۔۔۔" وہ موبائل فون کان سے لگائیں عجلت میں نظر آئیں۔

"سر وہ۔۔۔۔ہمارے لڑکے سے ایک غلطی ہو گئی۔۔۔۔۔۔" کال پر موجود شخص گڑ بڑایا ہوا تھا۔

"کیسی غلطی۔۔۔۔"تابش صاحب پریشان ہوئے تھے۔

"وہ۔۔۔وہ دونوں گاڑیاں بالکل ایک جیسی تھیں تو۔۔۔۔تو وہ غلطی سے آپ کی بیٹی کے گاڑی کے سامنے آگیا۔۔۔۔اور اسکا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔۔۔"کالر رک رک بتا رہا تھا۔

یہ خبر سن کر تابش صاحب کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔وہ سانس نہ لیں پائیں۔عرشیہ کی پیدائش سے اب تک کے سارے مناظر آنکھوں کے سامنے گھوم گئے۔

کہتے ہیں کسی کو کھو کر ہی اس کا احساس ہوتا ہے۔اس وقت تابش صاحب کی یہی کیفیت تھی انہیں گزرتے پل پل کے ساتھ اپنا دل بھاری ہوتا محسوس

ہوا۔انہیں لگاوہ ابھی رو پڑے گے اس لیے شیری سے بنا کچھ کہے کمرے سے باہر نکل گئے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

پیغام ہسپتال کے کوریڈور میں دائیں سے بائیں چکر لگاتے بار بار کمرا حادثات کے بند دروازے کو دیکھتا جس کے پار عرشیہ کا علاج ہو رہا تھا۔اس کی زبان پر دعائیں جاری تھیں اور دل میں اللہ سے فریاد۔

قریب ایک گھنٹے بعد ڈاکٹر صاحب باہر آئیں۔

"ہم نے ٹریٹمنٹ دے دی ہے۔۔۔۔پر وہ اب تک ہوش میں نہیں آئی۔۔۔۔کل تک اس کا ہوش میں آنا ضروری ہے۔۔۔۔ورنہ سر پر چوٹ لگنے سے دماغ کو کافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔۔۔۔"انہوں نے ہمدردی سے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

پیغام سے کچھ کہا نہیں گیا وہ سرخ آنکھوں سے بند دروازے کو دیکھنے لگا۔کچھ دیر بعد اسے وارڈ میں شفٹ کیا گیا۔سفید پٹیوں میں جکڑے بے سدلیٹی عرشیہ کے پاس آکر اس کی بھیگی پلکیں چھلک گئی۔پانی کے باعث دھندلاتا چہرا پھر سے صاف کرنے اس نے تیزی سے آنکھیں مسل کر آنسو صاف کئے کہ اسی اثناء تابش صاحب اور سیرت بیگم ہڑبڑی میں وارڈ کے اندر داخل ہوئے۔

"کیسی ہے عرشیہ۔۔۔۔"انہوں نے اس کے سر ھانے بیٹھ کر اس کے پیلے پڑتے گال پر ہاتھ رکھا۔

"خطرے سے باہر ہے۔۔۔۔ مگر ہوش میں آنا ضروری ہے۔۔۔۔"پیغام نے ڈاکٹر صاحب کا جملہ دہرایا۔

"تو ہوش میں کب آئے گی۔۔۔۔"سیرت بیگم کے جانب سے پہلا سوال پیغام سے ہوا۔

"عرشیہ۔۔۔۔اٹھو۔۔۔۔ عرشی۔۔۔۔"پھر وہ اسے جھنجوڑنے لگی۔

پیغام نے انہیں نہیں روکا اسے یہ امید تھی کہ شاید ماں باپ کی آواز سن کر وہ ہوش میں آجائیں۔ماں باپ جتنے بھی سخت مزاج ہو جائیں آخر ہوتے تو ماں

اور باپ ہی ہیں۔ سیرت بیگم کے مقابلے تابش صاحب خاموش رہیں۔ یہ ان کے اندر خود کے ہاتھوں اپنی ہی بیٹی پر حملہ ہونے کا پچھتاوا تھا جس نے ان کی زبان بند کر دی تھیں۔

"ارے کیا کر رہیں ہیں آپ۔۔۔۔ یہ ایسے تھوڑی ہوش میں آئیں گی۔۔۔۔ اور ایک ساتھ تین لوگ نہیں مل سکتے۔۔۔۔ ایک ایک کر کے آیئے۔۔۔ چلیں باہر نکلیں۔۔۔۔" ایک اڈھیر عمر نرس نے اندر آتے ان کو باہر کرنے لگیں۔

سب سے پہلے سیرت بیگم بھیگا چہرا لیے باہر گئی پھر تابش صاحب اور آخر میں پیغام۔

وہ باہر آیا تو مام اور ڈیڈ سے روبہ روہوا۔وہ انہیں ایکسیڈنٹ کا واقعہ بیان کرنے لگا۔تابش صاحب در حقیقت پورے حادثے سے واقف تھے مگر انجان بنے رہیں۔

"آپ دونوں گھر جایئے۔۔۔۔میں یہی ہوں۔۔۔۔جیسی عرشیہ کو ہوش آئے گا میں خبر کر دوں گا۔۔۔۔"اس نے مام کو تسلی دیتے کہا۔

مام لب بھینچے دل گرفتگی سے جانے لگیں۔تابش صاحب نے جاتے جاتے پیغام کو مڑ کر دیکھا ضرور تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

وہ کل کے ہی ہولیے میں اس کے سرھانے بیٹھا رہا۔رات بھر جاگے رہنے سے آنکھیں سرخ ہو رہیں تھی۔ سر درد کے باعث اس نے عرشیہ کے ہاتھ کے پاس اپنی پیشانی ٹکائی۔ عرشیہ کل کے بہ نسبت بہتر لگ رہی تھی پیشانی بیڈ کنارے ٹکائیں پیغام کی آنکھ لگی تھی کہ اپنے کندھے پر کسی کا لمس محسوس کرتے چونک کر اٹھ بیٹھا۔اسے لگا عرشیہ کو ہوش آگیا ہے مگر وہ اس کا سیکرٹری تھا۔

"سر۔۔۔۔آج مارکیٹ شئیرز پبلش کرنے کا آخری دن ہے۔۔۔۔کیا کرنا چاہیئے۔۔۔۔۔۔"مزمل پوچھتے ہوئے کترا رہا تھا۔

"جو ٹھیک لگے وہ کرو۔۔۔۔تم اور باقی ہیڈ اسٹاف جا کر بپلش کروا دو۔۔۔۔ میں یہی عرشیہ کے پاس ہی رہوں گا۔۔۔۔" پیغام نے ہدایت دیتے مزید کچھ تفصیلات بتائی۔

"ایک اور بات سر۔۔۔۔۔ہم نے آفس روڈ کے سی سی ٹی وی فوٹیج چیک کی۔۔۔۔یہ ایکسیڈنٹ نہیں تھا۔۔۔۔ایک بائک جان بوجھ کر میڈم کی کار کے آگے آئی تھی۔۔۔۔یہ کسی کی چال تھی۔۔۔۔"مزمل نے اپنے موبائل اسکرین پر بھی وہ فوٹیج دکھائی۔

پیغام کو دھچکا لگا۔

"کون کر سکتا ہے ایسا۔۔۔کس نے اٹیک کروایا ہو گا۔۔۔"اس نے سوچتے ہوئے مزمل کو دیکھا تو وہ متذبذب ہونے لگا۔

"سر۔۔۔یہ اٹیک آپ کو مارنے کے لیے کروایا گیا تھا۔۔۔میڈم تو غلطی سے اس کے زد میں آگئی۔۔۔"مزمل دھیمی آواز میں بات کرنے لگا تاکہ ان کی گفتگو کوئی باہر والا نہ سن لیں۔

"واٹ۔۔۔مجھے کون مارنا چاہتا ہے۔۔۔"پیغام کو اس کی بات پہ یقین نہ آیا۔

مزمل چند لمحے خاموش رہا مگر جب اگلے فقرے کہے تو مانو پیغام کے ہوش ہی اڑ گئے ہو۔وہ اپنی جگہ جامد کھڑا رہا۔

"تابش سر۔۔۔"مزمل نے لبوں پر زبان پھیر کر افسوس کیا۔

"نہیں۔۔۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو گی۔۔۔۔وہ ایسا کیوں کریں گے۔۔۔۔ ٹھیک ہے وہ مجھے پسند نہیں کرتے۔۔۔۔میری اور عرشیہ کی شادی کے خلاف ہے مگر جان لیوا حملہ کرانا۔۔۔۔"اسے اب شاک سا لگا تھا۔

وہ دونوں اپنی باتوں میں اتنے مہو تھے کہ ان کے عقب میں لیٹی عرشیہ ہوش میں آچکی ہے اس بات کا ان دونوں کو ہی احساس نہ ہوا۔اس نے ایک مرتبہ آنکھیں کھولی اور در پیش صورت حال دریافت کر کے پھر سے موندھ لی اعر بے ہوشی کی اداکاری کرتے ان کی ساری گفتگو سننے لگی۔

"اس اٹیک کی ایک اور وجہ بھی ہے۔۔۔۔"مزمل نے اصل بات سمجھانی چاہی۔

پیغام نے ایک آبرو اٹھا کر اسے سوالیہ دیکھا تھا۔

"درانی ہارڈ ووڈ کمپنی۔۔۔۔ کمپنی کے پیپرز میں لکھا ہے کہ عرشیہ میڈم کی شادی کے بعد 61% حصہ ان کے شوہر کا ہو جائے گا۔۔۔۔۔"مزمل نے ایک ایک کر کے وصیت کے نقات بتانا شروع کئے۔

پیغام دم سادھے سننے لگا۔ کیا کوئی اور انکشاف باقی تھا جو اس پر ہونے والا تھا۔

"اس سے پہلے بھی تابش سر اور سیرت میڈم نے عرشیہ میڈم کی شادی اپنے چنے لڑکوں سے کروانے کی کافی کوشش کی ہیں تاکہ وہ شئیر زانہیں واپس مل جائیں۔۔۔۔مگر عرشیہ میڈم آپ سے شادی کی۔۔۔۔اب آپ ان کے راستے کا کانٹا بن گئے ہیں۔۔۔۔اس لیے آپ کو ہٹانے کے لیے یہ سازش رچی گئی تھی۔۔۔۔" وہ بات مکمل کر کے آس پاس دیکھنے لگا کہ کہیں کوئی اور تو نہیں سن رہا۔

وہ دونوں بیڈ پر دراز وجود کی موجودگی کو بھول چکے تھے۔

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو۔۔۔۔" پیغام نے اس کی وفاداری پر سوال کیا۔

"کل میں حسابات کی فائلز لینے تابش سر کے آفس گیا تھا وہاں ان کو کسی سے کال پر یہ ایکسیڈنٹ پلان کرتے سن لیا تھا۔۔۔"مزمل نے غلطی کا اعتراف کیا۔

"تو مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔۔۔میں ایکسیڈنٹ رکوا سکتا تھا۔۔۔۔عرشیہ کی یہ حالت نہ ہو پاتی۔۔۔۔اگر کوئی بڑا حادثہ ہوتا تو میری یا اس کی جان بھی جا سکتی تھی۔۔۔۔"پیغام بھڑک گیا۔اس کے مزمل کا کالر دبوچ لیا۔

"سوری سر۔۔۔۔مجھے اندازہ نہیں تھا یہ سب اتنا اچانک ہو جائے گا۔۔۔۔"

مزمل واقعی خجالت ہوا۔

پیغام نے اس کا کالر چھوڑ کر اپنی پیشانی مسلی۔مزمل موقع دیکھ کر وہاں سے نکل گیا۔پیغام نے لمبا سانس لے کر خود کو کمپوز کیا۔اس وقت عرشیہ کا دھیان رکھنا سب سے اہم تھا۔وہ لب بھینچے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔آج تک وہ عرشیہ کو برا سمجھتا رہا تھا مگر اصل ولن تو تابش صاحب نکلیں تھے۔

کمرے میں خاموشی چھاتے دیکھ کر عرشیہ نے اپنی آنکھیں کھول لی۔اسے ڈیڈ کی حرکت پر کافی ملال ہو رہا تھا مگر وہ پیغام کے سامنے خود کو کچھ دیر ہوئے بات چیت سے انجان دکھانے بے تاثر رہی۔

ان سب واقعات کے متعلق سوچ سوچ کر پیغام اکتا گیا اس لیے دوبارہ پیشانی بیڈ کنارے ٹکا دی۔کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ اس اپنے بالوں میں ملائم انگلیوں کا لمس محسوس ہوا۔اس نے فوراً سے اپنا سر اٹھایا۔

عرشیہ نیم بے ہوشی میں اسے دیکھ کر متبسم ہوئی۔

"عرشیہ۔۔۔شکر ہے تمہیں ہوش آگیا۔۔۔۔" پیغام نے کھڑے ہو کر خوشی کا اظہار کیا اور اس کے اوپر آتے سینے سے لگایا۔

عرشیہ میں ایک نئی زندگی کا احساس بھر آیا۔اس نے اپنا بازو اس کے گرد حمایل کر دیا۔اسے خود سے لگا کر سکون کا سانس لے کر پیغام الگ ہوا اور اس کی صحتیابی کی مزید تصدیق کرنے ڈاکٹر کو بلانے باہر چلا گیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

شام تک عرشیہ کافی بہتر ہو گئی۔وہ اٹھ کر بیٹھی تھی۔پیغام ابھی ابھی اسے فریش جوس پلا کر وارڈ سے باہر آیا تھا کہ اورہان سے سامنا ہوا۔

"تم تو بالکل بھول ہی گئے ہو۔۔۔۔ایسا بھی کیا آگیا ہماری دوستی میں کہ اتنی بڑی بات مجھے بتائی تک نہیں۔۔۔۔ابھی نیوز والوں سے عرشیہ کے ایکسیڈنٹ کا پتا لگ رہا ہے۔۔۔۔جا یار بہت خفہ ہوں تم سے۔۔۔۔"اس نے منہ بھسورتے ہو نہہ کیا۔

پیغام اس کے گلے شکوے کا برا نا مناتے اس کے گلے لگ گیا۔

"بہت گھبرا گیا تھا۔۔۔۔کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا تھا کیا کروں۔۔۔۔ذہن نے کام ہی کرنا چھوڑ دیا تھا۔۔۔۔اس لیے تمہیں بتانا یاد نہ رہا۔۔۔"پیغام نے معذرت خواہاں انداز میں کہا۔

"اب کیسی ہے عرشیہ۔۔۔۔"اور ہان فورا سے مان گیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔پہلے سے بہتر ہے۔۔۔۔پتا ہے تجھے۔۔۔۔وہ کہتے ہیں نا۔۔۔۔۔don't judge a book by its cover۔۔۔۔ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔۔۔۔۔میں نے پہلی ملاقات میں عرشیہ کو بہت برا سمجھ لیا تھا۔۔۔۔۔پر وہ بری نہیں ہے۔۔۔بس حالات نے تھوڑی غصیلی بنا دیا ہے۔۔۔۔"پیغام کے لہجے میں عرشیہ کے محبت واضع نمایاں تھی۔

"پر تم سے پیار بہت کرتی ہے۔۔۔"اور ہان نے اس کی ادھوری بات مکمل کر دی۔

"وہ تو ہے۔۔۔۔"پیغام نے گردن اٹھا کر جواب دیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اگلی صبح تک عرشیہ ڈسچارج ہو کر گھر آگئی تھی۔اس بات سے بے خبر کہ تابش صاحب کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے وہ ان سے روٹھی رہی۔

"عرشیہ۔۔۔۔تمہارے لیے نیچے کمرا تیار کروایا۔۔۔۔سیڑھیاں چڑھنے میں تکلیف ہو گی۔۔۔۔"انہوں نے نہایت اپنائیت سے کہا تھا۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔کیوں کہ میں یہ گھر ہی چھوڑ کر جا رہی ہوں۔۔۔۔نینی میرا سامان لیں کر آئیں۔۔۔۔"اس نے دوٹوک انداز میں جواب دیا۔

تابش صاحب شاک ہو گئے۔

"گھر چھوڑ کر جا رہی ہو۔۔۔پر کیوں۔۔۔۔"ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اسے حقیقت پتا چل گئی ہے۔

"آپ مجھ سے کیا امید رکھ رہیں ہیں ڈیڈ۔۔۔آپ میرے شوہر پر جان لیوا حملہ کروائیں گے۔۔۔اور چپ چاپ بیٹھی رہو گی۔۔۔۔"اس نے تندی سے گھورا۔

ڈیڈ کی آنکھیں بڑی ہو گئی۔

"مجھ سے زیادہ دولت عزیز ہے آپ کو۔۔۔۔جایئے لیں لیجیئے کمپنی واپس۔۔۔۔"اس نے افسوس کرتے سر جھٹکا۔

ڈیڈ نے سر نفی میں ہلاتے وضاحت دینا چاہی پر عرشیہ ان کی بات کاٹ گئی۔

"شکر کیجیئے میں نے اس ایکسیڈنٹ کے بارے میں پولس کو نہیں بتایا ورنہ اس وقت آپ جیل میں ہوتے۔۔۔۔"اس نے سرد مہری سے دیکھا اور نینی کے ساتھ باہر جانے لگی۔

"عرشیہ مت جاو۔۔۔۔۔میری بیٹی ہو تم۔۔۔۔۔میں تمہیں پیغام کے ساتھ اچھے سے بیاہ کر بھیجوں گا۔۔۔۔"تابش صاحب نے اسے بازو سے تھام کر روکا۔

"سوری ڈیڈ۔۔۔۔مجھے کھو تو آپ بہت پہلے چکے تھے۔۔۔۔۔اب مار بھی دیا۔۔۔۔۔اب یہاں نہیں رہ سکتی۔۔۔۔۔۔"عرشیہ نے افسردگی سے ان کا ہاتھ ہٹایا اور نینی کا ہاتھ تھام کر لنگڑاتے ہوئے گیٹ کے پار نکل گئی۔

تابش صاحب بے بسی دیکھتے رہ گئے۔

کوئی اور تکلیف دے تو غصہ آتا ہے مگر کوئی اپنا تکلیف دے تو غصے کے ساتھ ساتھ رونا بھی آتا ہے۔اگر کسی چیز پر دھیان نہ دو تو وہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے پھر چاہے وقت ہو یا کوئی اپنا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

گھر کی بیل سن کر امی باہر آئی تو عرشیہ اور ساتھ میں ایک اور اڈھیر عمر خاتون کو کھڑے پایا۔

"عرشیہ۔۔۔یہ کیسے ہوا۔۔۔"امی حیران ہوئی تھی۔

پیغام نے انہیں عرشیہ کے ایکسیڈنٹ سے بے خبر رکھا تھا۔

"امی۔۔۔میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا کیا مجھے آپ کے گھر میں تھوڑی سی جگہ مل سکتی ہیں۔۔۔"اس کی آواز بھر آگئی۔

اول تو اس کا دل کیا وہ امی کے گلے لگ کر اپنے اور پیغام کے نکاح کا بتا دیں مگر پھر پیغام کی رضامندی کا سوچ کر خاموش رہی۔

"آو اندر آو۔۔۔"امی اس کے گرد بازو حمائل کر کے اندر لیں آئی۔"اپنا گھر کیوں چھوڑا۔۔۔ماں باپ سے ناراضی تو ہو جاتی ہے۔۔۔پر ایسے گھر نہیں چھوڑتے۔۔۔"وہ اسے اپنے گھر اور ماں باپ کی اہمیت سمجھانے لگی۔

"ناراضی ختم ہو جائے گی تو چلی جاوں گی۔۔۔پر فلحل مجھے اپنی اس امی کے پاس رہ کر آرام کرنا ہے۔۔۔"اس نے مزید سوالوں سے بچنے ان کی گود میں سر رکھا۔

امی اس حالت میں اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے موضوع گفتگو بدل دی۔ عرشیہ نے یوں ہی لیٹے لیٹے نینی کا تعارف کروایا۔امی اور نینی جلد ہی گھل مل گئی اور دونوں عورتوں میں اچھی دوستی ہوتی نظر آئی۔

کچھ دیر ان سے باتیں کر کے وہ سونے چلی گئی تھی۔جب آنکھ کھلی کمرے میں ہر سوں اندھیر چھایا ہوا تھا۔منہ پر ہاتھ کراونگھتے اٹھ کر فریش ہوئی اور چھوٹے چھوٹے قدم لیتے باہر آگئی۔سامنے ہی اوپن کچن میں پیغام ڈنر بناتے ہوئے نظر آیا۔امی اسے عرشیہ کی آمد کا بتا چکی تھی۔

"میں کچھ ہیلپ کر دوں۔۔۔۔"وہ کچن کاونٹر پر کہنیاں ٹکا کر اسے دیکھنے۔

"جی ضرور۔۔۔۔آپ یہاں آیئے۔۔۔۔۔"وہ اسے بازو سے تھام کر چیئر کے جانب لایا۔

عرشیہ اس خاطر داری پر محظوظ ہوئی۔

"اور میرے سامنے بیٹھ کر مجھ سے باتیں کیجیئے۔۔۔۔۔"اسے سیٹ پر بیٹھا کر خود کام میں لگ گیا۔

"کیا بن رہا ہے۔۔۔۔"عرشیہ نے سر اوپر کر کے دیگچی میں جھانکا۔

Zubi Novels Zone

"آپ کے لیے میری طرف سے اسپیشل کچڑی بن رہی ہیں میڈم۔۔۔۔پر کچھ اور کھانے کا دل ہے تو بتا دیجیئے۔۔۔۔" پیغام باقائدہ شیف کی طرح بات کرنے لگا۔

"کچڑی۔۔۔۔مجھے نہیں پسند۔۔۔۔" عرشیہ منہ بنا گئی۔

"آپ کی طبیعت پوری طرح ٹھیک نہیں ہے۔۔۔۔کچھ دن تو کچھ ہلکا ہی کھانا ہو گا۔۔۔۔" اس نے حاکمانہ انداز میں جواب دیا۔

"تم اپنے ہاتھوں سے کھلاو گے تو کھالوں گی۔۔۔۔" عرشیہ نے آگے ہوتی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھا۔

"ضرور ضرور۔۔۔اور کوئی حکم میڈم۔۔۔۔۔" پیغام سارے اشیادم پر لگا کر کاونٹر کی سائیڈ کے گزر کر اس کے سامنے آیا اور اس کی چیئر اپنے سمت کر کے چیئر کے ہینڈل پر ہاتھ رکھیں قدرے جھکا۔

"اور۔۔۔ہمیشہ مجھے اتنا ہی پیار کرو گے۔۔۔۔" عرشیہ شریر ہوتے اسے تنگ کرنے لگی۔

"اس سے زیادہ ہوا تو۔۔۔" پیغام نے اس کے فرمائشات سے محظوظ ہوتے اپنا چہرہ مزید آگے کیا۔

"زیادہ قبول ہے۔۔۔پر اس سے کم نہیں۔۔۔" عرشیہ کی آواز دھیمی ہو گئی۔

"شرط منظور ہے۔۔۔۔" مخمور لہجے میں کہتے نظریں اس کے لبوں پر ٹکا دی۔

عرشیہ کی دھڑکن بڑھ گئی۔اس کی ہارٹ بیٹ پیغام کو بہت تیز ہوتے محسوس ہو رہیں تھیں۔وہ اسی انداز اس کی سانسیں اپنی سانسوں میں مقید کرنے لگا۔یہ پیغام کی جانب سے پہلا پہل تھا جو عرشیہ کو ملا تھا۔اس نے آنکھیں بند کر کے اس لمسِ محبت کو دل میں اتارا۔

دروازے پر کسی کی آمد محسوس کرتے پیغام پیچھے ہوا اور گھوم کر کاونٹر پر آگیا۔عرشیہ نے چیئر گھما کر سیدھی کی اور آس پاس دیکھتے خود کو انجان دکھایا۔

"میں ہاتھ بٹادوں۔۔۔۔"امی اور نینی اسی سمت آرہیں تھیں۔

"بس ہو گیا نینی۔۔۔۔آج آپ شیف پیغام کے بنائیں کھانے سے لطف اندوز ہونا۔۔۔۔"وہ آخری تیاری مکمل کرنے میں جٹ گیا۔

"ہاں۔۔۔۔بانو جی بتارہی تھی تم بہت اچھا کھانا بناتے ہو۔۔۔۔"نینی اسی خوش دلی سے بولی۔

عرشیہ کاونٹر چیئر سے اٹھ کر امی اور نینی کے ہمراہ ڈائننگ ٹیبل پر آن بیٹھی۔ اس کی نظریں مسلسل پیغام پر ٹکی تھی اور ذہن چند منٹ قبل کے لمحے میں۔ اسے وہ لمحہ خواب کی سی کیفیت لگا۔پیغام کے جانب سے پہل پر یقین نہیں آرہا تھا مگر محبت کے پہلے احساس کی خوشی اس کے چہرے پر واضح تھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

درانی ہاوس میں آج پہلے سے بھی زیادہ خاموشی تھی۔نینی کے بنا تو ملازمین کا بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔

"آخر تم نے اسے جانے کیوں دیا۔۔۔۔۔"سیرت بیگم،تابش صاحب پر غرائی تھی۔

"ایک نہ ایک اسے ہمیں چھوڑ کر جانا ہی تھا۔۔۔۔وہ دن آج ہی آگیا۔۔۔۔"وہ تھکے سے لہجے میں بولے۔

"پر کیوں۔۔۔۔ابھی اس کی شادی منظور نہیں کی تھی ہم نے۔۔۔۔"مام کو برا لگ رہا تھا۔

"اس نے اور پیغام نے ایک دوسرے کو تسلیم کر لیا ہے۔۔۔۔ہماری مرضی کی ضرورت نہیں ہے ان کو۔۔۔۔"تابش صاحب کا چہرا بالکل سپاٹ تھا۔

"اسے یہ نکاح کئے تو کافی وقت ہو گیا ہے۔۔۔۔پر ایسی زخمی حالت میں گھر چھوڑ کر جانے کی کیا مجبوری تھی۔۔۔۔اور نینی کو بھی ساتھ لے گئی۔۔۔۔ کچھ سمجھ نہیں آیا۔۔۔۔"سیرت بیگم غم و ملال سے آہ بھرتے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کیوں کہ اسے پتا چل گیا تھا کہ یہ ایکسیڈنٹ میں نے کروایا ہے۔۔۔۔" کچھ پل خاموشی کے بعد وہ کنکارے۔راکنگ چیئر میں ہوتی حرکت رک گئی۔

"تم نے عرشیہ کا ایکسیڈنٹ کروایا۔۔۔۔" مام کو اپنے کانوں سنے پر یقین نہ آیا۔

"عرشیہ کا نہیں پیغام کا کروانا چاہتا تھا۔۔۔۔دوسرے کے اولاد کے لیے کھودے گڑھے میں اپنی ہی بیٹی گر گئی۔۔۔۔" انہوں نے پچھتاتے ہوئے سر جھٹکا۔

"اتنا کیسے گر سکتے ہو تابش۔۔۔۔" وہ غصہ ہو گئی۔

"اب احساس ہو گیا۔۔۔۔میں نہ کبھی اچھا بیٹا بن سکا۔۔۔۔نہ اچھا شوہر۔۔۔۔اور نہ اچھا باپ۔۔۔۔دولت کی لالچ نے مجھے بے حس بنا دیا تھا۔۔۔۔۔مجھے معاف کر دو سیرت۔۔۔"انہوں سیرت بیگم کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔

عورت کتنی بھی مضبوط بن جائے شوہر کے جھکے کندھوں سے بہت تکلیف محسوس کرتی ہیں۔ سیرت بیگم نے انہیں خود سے لگا لیا۔تابش صاحب کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"تم فکر مت کرو۔۔۔۔ہم دونوں مل کر عرشیہ سے بات کریں گے۔۔۔۔اسے واپس لائیں گے۔۔۔۔۔وہ ہمیں معاف کر دے گی۔۔۔۔"سیرت بیگم ان کے کندھے پر ہاتھ رکھیں تسلی دینے لگیں۔

زندگی کا اصل رشتوں میں اپنائیت اور خلوص ہے۔دولت شہرت تو آنی جانی چیز ہے۔کامیاب تو وہی ہے جس نے پیار سے اپنوں کو ساتھ رکھا ہو۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

دو دن بعد عرشیہ کی طبیعت بحال ہو گئی تھی وہ پھر سے آفس آنے لگی۔اس مرتبہ منافع اتنا نہیں ہو سکا تھا جتنا سوچا تھا لیکن اسٹاف اور پیغام نے اسے پہلے سے بھی زیادہ محنت اور لگن سے کام کرنے کی یقین دہانی کرائی۔

وہ فائلز شیلف پر رکھ کر مڑی کہ پیغام کو کیبن میں داخل ہوتے دیکھا۔وہ اسے اپنے جانب متوجہ دیکھ کر کنکارا اور کچھ اشعار پڑھنے لگا۔

یہ لازم نہیں کہ تجھے آنکھوں سے دیکھو

تیری یاد کا آنا تیرے دیدار سے کم نہیں۔

تیرا دیدار مل جائے تو زندگی بہار ہے

ورنہ یہ جینا کسی دشواری سے کم نہیں۔

شاعری سناتے اس نے جیب سے ایک چیک نکال کر اس کے ہاتھوں میں تھمایا۔ عرشیہ نے چیک دیکھ کر آبرو اٹھائے۔

"یہ آپ کے حق مہر کی پہلی قسط۔۔۔۔" پیغام نے اس کے کندھوں پر اپنے بازو کا حلقہ بنایا۔

"چلیں۔۔۔۔اسی بہانے آپ۔۔۔۔میرے تابیدار بنے رہیں گے۔۔۔۔"

وہ اس کے حصار سے نکل کر ٹیبل کے سمت آئی اور ڈرائر میں چیک رکھا۔

"اب جب تک سانسیں ہیں آپ کے سنگ ہے ورنہ بے دھنگ ہے۔۔۔۔

"وہ شانے اچکاتے چیئر پر بیٹھ گیا۔

"ہاہاہا بس بھی کرو آرجے پیغام۔۔۔۔آپ تو شاعری پر اتر آئیں۔۔۔۔"

عرشیہ ہنستے ہوئے مقابل نشست پر بیٹھ گئی۔

پیغام کے اندر چھن کر کے کچھ ٹوٹا تھا۔اسے اپنے اسٹوڈیو کی مائک کی اور ریڈیو اسٹیشن کے دیگر آلات کی بے حد یاد آئی تھی۔آرجے پیغام کا دور اس کے ماضی کا حسین وقت تھا۔وہ فرش کو دیکھتے ماضی کے اوراق میں کھو سا گیا۔

"پیغام کیا ہوا۔۔۔۔۔"عرشیہ اس کا رنگ پھیکا ہوتے دیکھ کر پریشان ہوئی۔

"اا۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔۔کچھ خاص نہیں۔۔۔۔"وہ ہڑبڑا کر حال میں لوٹا اور سامنے موجود کاغذات دیکھنے لگا۔

عرشیہ اس کی دوہری کیفیت سے انجان نہ تھی۔اسے اس کا یوں اتنے عرصے آرجے پیغام مخاطب کرنا بے چین کر گیا تھا۔

حالات اور وقت کتنا بھی بدل جائیں کچھ یادیں ہمیشہ ستاتی رہتی ہیں۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

عرشیہ اور پیغام کے نکاح کو آج تین ماہ پورے ہوئے تھے۔اب چونکہ پیغام کے دل میں عرشیہ کی جگہ بن گئی تھی وہ اسے چاہنے لگا تھا تو اس نے اس موقع پر ایک خاص تحفہ دینے کا سوچا۔

"ایسا کیا گفٹ دوں۔۔۔۔جو پیغام نے کبھی سوچا بھی نا ہو۔۔۔۔" وہ اپنے کمرے میں دائیں سے بائیں چکر لگاتے سوچتی رہی۔

تب ہی نینی اندر داخل ہوئی۔ان کے ہاتھ میں وہ چھوٹا ریڈیو تھا جس پر عرشیہ پیغام کا شوسنا کرتی تھی جو اس نے غصے میں توڑ دیا تھا۔

"یہ لو۔۔۔۔ریپیئر ہو گیا۔۔۔۔۔دکان دار نے کہا آواز پہلے جیسی تو نہیں ہو گی پر سارے اسٹیشنز آجائیں گے۔۔۔۔۔"نینی نے اپنے آپ میں مگن اسے دکان دار کی بات جوں کے توں بتائی۔

عرشیہ کی آنکھیں چمک گئی۔اسے وہ خاص تحفہ مل گیا جو وہ پیغام کو دینا چاہتی تھی۔

"اوکے تھینکیو نینی۔۔۔۔۔"اس نے نینی کو باہر بھیجا اور اورہان کو کال ملائی۔

"عرشیہ۔۔۔۔اس وقت۔۔۔۔سب خیریت ہیں۔۔۔۔"اورہان نے دوپہر کے ڈھائی بجے کال موصول کرتے پوچھا۔

"ایک فیور چاہیئے اورہان۔۔۔۔میں ہمارے نکاح کے تین منتھ اینیورسری پر پیغام کوایک گفٹ دیناچاہتی ہوں۔۔۔۔"اس نے چھوٹتے ہی خواہش ظاہر کی۔

"اچھا۔۔۔یہ تواچھی بات ہے۔۔۔۔پراس میں میں کیامدد کرسکتا ہوں۔۔۔۔۔"اورہان متعجب ہوا۔

"یہ مل کربتاوں گی۔۔۔۔"اس نے رازداری سے کہااورکال کاٹ دی۔

ایک گھنٹے بعد وہ ریڈیو اسٹیشن 88 کے آفس میں اورہان کے روبہ رو موجود تھی۔اس نے وقت کی کمی کا احساس کرتے تیزی سے اپنا پلان بنایا۔

"کیا وہ مانے گا۔۔۔۔"اورہان پیغام کے جانب سے مطمئن نہیں تھا۔

"میں منالوں گی۔۔۔۔تم بس رات تک انتظامات کر دو پلیز زز۔۔۔۔"اس نے لائٹ براون آنکھوں میں دنیا جہاں کی معصومیت سمائے ریکویسٹ کی۔

اورہان بھلے اسے دل سے نکال چکا تھا۔اس کا اور پیغام کا رشتہ اپنا چکا تھا۔مگر دل کے کسی کونے میں آج بھی یک طرفہ محبت کی تلخ یادیں موجود تھیں۔

عرشیہ کے ریکویسٹ پر وہ انکار نہیں کر پایا اور اس کے پلاننگ میں ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔

عرشیہ خوشی خوشی اس کی مشکور ہوتی وہاں سے چلی گئی اور اور ہان سر جھٹک کر اپنے جانب سے تیاریوں میں جٹ گیا۔

شام کو پیغام آفس سے گھر آیا تو عرشیہ نے اس کے کمرے میں ہر طرف خوشبودار کینڈلز سے اور رازہ پھولوں سے سجاوٹ کی تھی۔ وہ لبوں پر بڑی سی مسکراہٹ سجائے ڈیکوریشن سے محظوظ ہوتے بیڈ کے پاس پڑے گفٹ باکس کے پاس آیا۔

"فار مائی ہسبینڈ۔۔۔۔" کارڈ پر لکھیں عبارت پر وہ اس کی مسکان مزید بڑی ہو گئی۔

اس نے وہ گفٹ کھولا تو اندر نت نئے وائٹ کلر کے کپڑے اور جوتے رکھیں ہوئے تھے۔اس نے وہ چیزیں نکال کر سائیڈ پر رکھیں تو نیچے ایک اور کارڈ پڑا ملا۔

"ایک گھنٹے میں تیار ہو کر باہر آو۔۔۔۔ہم ڈنر پر باہر جا رہیں ہیں۔۔۔۔۔"

اب کی بار وہ آبرو اٹھائے مسرور ہوا۔

وہیں عرشیہ اپنے کمرے میں موجود اپنی تیاری دیکھ رہی تھی۔شام کے مناسبت سے اس نے مرون کلر کا فینسی ڈریس پہنا۔بال کھلے رکھیں۔پرل کے ٹاپس اور چوڑیاں پہنی۔ہلکا میک اپ کئے اس نے پیغام کو مائل کرنے کا

پورا انتظام کر لیا تھا۔لاؤنج میں پیغام کی آواز سن کر اس نے چہرے پر آتے بال پیچھے کئے اور کمرے سے باہر نکل آئی۔

پیغام لاونج میں اس کے گفٹ کئے ڈریس اور جوتوں میں تیار ہاتھ میں گھڑی درست کر رہا تھا جب اسے باہر آتے دیکھا۔اس نے ایک نظر دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔اس کی نظریں عرشیہ پر سے ہٹ ہی نہ سکی۔

"چلیں ہسبینڈ۔۔۔۔"عرشیہ اپنی مسکان دبائیں قریب آئی اور سرگوشی نما انداز میں کہا۔

امی اور نینی ان کے کمرے میں بیٹھی باتوں میں مصروف تھیں۔

"یہ تیاری مجھ پر قہر ڈالنے کے لیے ہیں یا کوئی اور ارادہ ہے۔۔۔۔" پیغام نے سر تا پیر اسے دیکھا تھا۔

"ارادے تو بہت سے ہیں۔۔۔ایک ایک کر کے بتاوں گی۔۔۔۔" عرشیہ مخمور ادا سے کہتی اس کے بازو میں ہاتھ حمائل کر گئی۔

پیغام نے حسرت سے سانس لی اور دونوں پورچ میں آ کر گاڑی میں سوار ہو گئے۔

عرشیہ کے پلان کے مطابق انہیں اول ڈنر کرنے ریسٹورنٹ جانا تھا اس لیے وہاں تک ڈرائیونگ پیغام نے کی۔کچھ مسافت کر کے وہ ایک شاندار ریسٹورنٹ کے سامنے رکے۔آج پیغام اس کے سارے ناز و نوازش اٹھانے

کو تیار تھا اس نے پہلے سیٹ سے اتر کر عرشیہ کے لیے دروازہ کھولا۔ وہ اس کی قدردانی قبول کرتے سر کو خم دے کر باہر آئی۔ مسٹر اینڈ مسز پیغام کے نام پر ٹیبل پہلے سے بک کی گئی تھیں۔ گلاب کے پھول اور سینٹرل کینڈل اسٹینڈ کے دو نفری ٹیبل پر براجمان ہو کر ماحول کا جائزہ لیا۔

یہ ریسٹورنٹ کے چھت پر کی گئی اسپیشل بکنگ تھیں اس لیے آس پاس اکے دکے لوگ ہی نظر آئیں۔

ویٹر کو آڈر نوٹ کروا کر پیغام نے چیئر سمت ہی عرشیہ کو اپنے قریب کھینچا۔

"کیا کر رہیں ہو۔۔۔۔پبلک پلیس ہے۔۔۔۔۔" عرشیہ اس انداز پر کسمسا سی گئی۔

"کیا کروں۔۔۔آج تم سے دور رہا نہیں جا رہا۔۔۔"اس نے اپنا چہرہ اس کے قریب کیا اور اس کی مہک سے مسرور ہونے لگا۔

"پیغام۔۔۔"اس نے روکنا چاہا مگر پیغام اس نے گلابی لبوں پر انگلی رکھ کر چپ کرا گیا۔

عرشیہ نے ماحول سے متذبذب ہوتے شرما کر رخ موڑ لیا۔اس کا ہاتھ پیغام کے ہاتھ میں تھا اور اس کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں ڈالے چپ کرا اس کی انگلی میں رنگ پہنا گیا۔

عرشیہ نے چونک کر نیچے دیکھا تو نظر بلیو ڈائمنڈ کی چمکتی رنگ پر پڑی۔اس نے یوں ہی دیکھتے دیکھتے اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کیا اور لائٹس کی روشنی میں رنگ کی جانچ کی۔

"پیغام۔۔۔۔سیفیری رنگ۔۔۔۔۔۔یہ تو۔۔۔۔۔بہت خوبصورت ہے۔۔۔۔"اسے تعریف کرنے الفاظ نہیں مل رہیں تھے۔

"تم سے کم ہی ہے۔۔۔۔تمہارے ہاتھ میں اس کی شان اور بڑھ گئی۔۔۔۔" اس کی دل فریب آواز اسے اپنے سحر میں جکڑنے لگی تھیں۔

عرشیہ نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا اور اپنے نصیب کر رشک کرنے لگی۔

"آئی لو یو پیغام۔۔۔۔۔۔"یوں تو وہ اظہار محبت کئی مرتبہ کر چکی تھی مگر آج اس کے ہر عمل سے پیار جھلک رہا تھا۔

"آئی لو یو ٹو عرشیہ۔۔۔۔۔"اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے۔ہاتھوں میں ہاتھ تھامے محبت کا پہلا اظہار کرنے میں دیر نہ کی۔

عرشیہ کی آنکھوں میں نمی امڑ آئی۔کیا اس سے بھی زیادہ محبت کوئی کسی سے کر سکتا ہے۔

پیغام ویٹر کو آتے دیکھ کر سیدھا ہو کر بیٹھا اور آڈر کا انتظار کرنے لگا۔عرشیہ نے نظریں نیچی کر کے اس لمحے کو دل میں قید کیا۔آڈر آنے پر دونوں باتیں کرتے کرتے ڈنر کرنے لگیں۔اس دوران عرشیہ بار بار ٹائم دیکھتی رہی کیوں کہ دس بجے سے پہلے اسے پیغام کو لے کر ریڈیو اسٹیشن پہنچنا تھا۔

"چلو اب ہمیں جانا ہے۔۔۔۔"اس نے سیٹ سے اٹھ کر پیغام کا ہاتھ پکڑا۔

"اور کہاں جانا ہے۔۔۔۔" پیغام واقعی حیران ہوا۔

"تم نے مجھے اتنا پیارا گفٹ دیا۔۔۔۔اب میری باری۔۔۔۔ چلو نا لیٹ ہو جائیں گے۔۔۔۔۔"اس نے معصومیت سے کہا۔

"پر ابھی ڈیزرٹ کھانا باقی ہے۔۔۔۔" پیغام نے ادھ کھائے ٹیبل کے جانب دیکھا۔

"ڈیزرٹ وہیں کھالیں گے۔۔۔۔۔تم چلو۔۔۔۔"اس نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھامے کھڑا کیا اور ساتھ لیں جانے لگی۔

پیغام شانے اچکا کر ساتھ چل دیا۔ پارکنگ میں آکر عرشیہ رکی اور اپنے ہینڈ بیگ سے کپڑا نکال کر اس کی آنکھوں ہر پٹی کی صورت باندھنے لگی۔

"اب یہ کیا نئی چال ہے۔۔۔۔۔" پیغام شرارت بھری دلچسپی سے مستفسر ہوا۔

"جب تک میں نہ کہوں پٹی نہیں کھولنی۔۔۔۔" عرشیہ نے تنبیہ کرتے ہوئے اسے سیٹ پر بیٹھایا۔

"تو یہ تیاری۔۔۔۔یہ کینڈل لائٹ ڈنر۔۔۔۔یہ حسن کے جلوے۔۔۔۔۔ اس ظلم کے خاطر ہو رہیں تھے۔۔۔۔۔ جیسے قربانی کرنے سے پہلے جانور کو اچھے سے کھلا یا پلا یا جاتا ہے ہاہاہاہا۔۔۔۔۔" وہ اپنی بات پر خود ہی ہنس پڑا۔

عرشیہ اس کا ہنس و مزاح سے لطف اندوز ہوتے کار ڈرائیو کرتے اسٹیشن کا رخ کر گئی۔اس نے اسی لیے پیغام کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی تاکہ پچھلی دفعہ کی طرح وہ ریڈیو اسٹیشن جانے سے انکار نہ کر سکے۔

"میڈم ہاتھ نہیں باندھنے کیا۔۔۔۔اگر میں بھاگ گیا تو۔۔۔۔" وہ اداکاری کے انداز میں ہوا میں ہاتھ بلند کرتے گویا ہوا۔

"پیغام۔۔۔۔ایک جگہ بیٹھے رہو پلیز۔۔۔۔"عرشیہ بار بار اسے ٹوکتے تنگ ہونے لگی۔

اب کی بار وہ بچوں کی طرح منہ پر انگلی رکھ کر خاموش ہو گیا۔عرشیہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور تیزی سے گردن گھما کر اس کے رخسار پر لب رکھیں۔

پیغام مسکرا دیا مگر خاموشی برقرار رکھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

نو بج کر پچاس منٹ پر ان کی کار ریڈیو اسٹیشن کے سنے رکی۔

"اب کھول دوں۔۔۔۔"پیغام نے خاموشی توڑی۔

"بالکل نہیں۔۔۔۔" وہ سختی سے جواب دیتی سیٹ سے اتری اور گھوم کر دوسرے سمت آتے پیغام کو نیچے اتارا۔

"کسی ہوٹل کے کمرے میں جا رہیں ہیں۔۔۔" پیغام کو اس کا انداز تجسس میں ڈالے ہوئے تھا۔

اس خیال پر عرشیہ بہ مشکل اپنی ہنسی روک پائی تھی۔

"آرام سے آنا سیڑھیاں ہے۔۔۔۔۔" وہ ایک ایک سیڑھیاں چڑھا کر اسے ریڈیو اسٹیشن کے اندر لیں آئی۔

لوگوں کا دباد باشور اور ٹیوننگ کی آواز سن کر پیغام کو شک سا ہوا تھا۔

"عرشیہ کہاں لائی ہو مجھے۔۔۔۔۔"اب اس سے مزید رہا نہیں گیا وہ ہاتھ سر کے پیچھے لے جانے لگا

"بس دو منٹ اور۔۔۔۔۔"عرشیہ نے بروقت اسے روک لیا اور دائیں جانب پہلے روم میں لے گئی۔

یہ وہی اسٹوڈیو تھا جہاں ایک سال قبل وہ آر جے پیغام بنے شوز کرتا تھا۔ اور ہان نے اس اسٹوڈیو کو جل جانے کے بعد بالکل ویسے ہی تیار کروایا تھا جیسے پیغام کو پسند تھا البتہ آلات اور دیگر سامان جدید تھا۔

پیغام کو سیٹ پر بیٹھا کر عرشیہ اسے کے پیچھے گئی اور پٹی کھول کر نکالی۔اول تو زرد روشنی سے اس کی آنکھیں چندیا گئی مگر اپنے سامنے ریڈیو کے آلات دیکھ کر پوری کھل گئی۔اس نے حیرت زدہ ہو کر چاروں طرف نظر دوڑائی۔سب کچھ پہلے جیسے تھا۔اس کا مائک۔لیپ ٹاپ اسٹاف اور اس کے اسٹوڈیو کے مابین کا شیشہ۔آن ائیر کا لیبل۔وہی گھومنے والی چیئر اور مائکروفون۔عقبی دیوار پر RJ PAIGHAM کا ترتیب دیا گیا neon لائٹ جو رنگین لائٹس سے چمک رہا تھا۔

"کیسا لگا اپنا نیا اسٹوڈیو۔۔۔۔"عرشیہ نے سیٹ کے پشت سے ہی اس کے کان میں سرگوشی کی۔

پیغام مانو کسی سحر سے نکلا ہو۔اس کی آواز پر چونک کر سیدھا ہوا۔

"ویلکم بیک پیغام۔۔۔۔"اورہان نے اسی خوش دلی سے خوش آمدید کہا۔

"اپنا سٹوڈیو۔۔۔۔عرشیہ یہ سب۔۔۔۔۔کیوں۔۔۔۔۔"اسے عرشیہ کی بات سمجھنے میں وقت لگا۔

"میں نے ہی تمہارا اسٹوڈیو جلایا تھا۔۔۔۔۔اب میں نے ہی اورہان کی مدد سے دوبارہ تیار کروایا ہے۔۔۔۔آج سے آر جے پیغام نئی شروعات کرے گا۔۔۔۔۔"وہ اس کے سامنے دوسری چیئر پر بیٹھ کر سمجھانے لگی۔

"نہیں۔۔۔۔میں اب کوئی آر جے نہیں ہوں۔۔۔۔ایک سال ہو گیا ہے مجھے یہ سب چھوڑے۔۔۔۔۔"پیغام کو وہاں بے چینی سی ہونے لگی۔

"میں جانتی ہوں پیغام۔۔۔۔۔پرادھورے کام پھر سے مکمل کئے جا سکتے ہیں۔۔۔۔۔تم نے بھلے آرجے کا کام مجبوری میں شروع کیا تھا مگر پھر یہ تمہاری ہابی بن گئی۔۔۔۔۔ تمہیں یہ کام پسند آنے لگا۔۔۔۔۔میں نے دیکھا ہے۔۔۔۔تم ایف ایم اور اپنے شوز کو کتنا مس کرتے ہو۔۔۔۔۔"عرشیہ نے نرمی سے سر اثابت میں جنبش دیتے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

"ہم نے آج تمہارا شور کھوایا ہے۔۔۔۔۔آرجے پیغام از بیک شو۔۔۔۔۔"

اور ہان نے وقت کا احساس دلایا۔

"میں یہ نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔لوگوں کی آراء بدلتے وقت کہاں لگتا ہے۔۔۔۔۔اب تک تو مجھے سب بھول گئے ہیں۔۔۔۔کوئی نہیں سنے گا۔۔۔۔۔"اس کا دل راضی نہ ہوا۔

"ایسا نہیں ہے پیغام۔۔۔۔یہ دیکھو۔۔۔۔۔"اورہان نے لیپ ٹاپ پر کچھ بٹن دبا کر ایک گراف دکھایا۔

"جب سے ہم نے آرجے پیغام ازبیک کی اناونسمنٹ کی ہیں۔۔۔۔۔ریٹنگ کتنی بڑھ گئی ہیں۔۔۔۔تمہارے مداح اب بھی تمہیں چاہتے ہیں۔۔۔۔۔" اس نے مزید ہمت بڑھانی چاہی۔

پیغام کے ذہن میں ماضی کے لمحات گردش کرنے لگے۔ایک ڈر سا تھا جسے وہ چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"پیغام یہاں دیکھو۔۔۔۔" عرشیہ نے اس کا چہرا اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"تمہیں ڈر ہے تمہیں اب کوئی پسند نہیں کرے گا۔۔۔۔ کوئی سننا نہیں چاہے گا۔۔۔۔ میں سنوں گی۔۔۔۔۔ پہلے بھی دیوانوں کی طرح سنتی تھی۔۔۔۔ اب بھی سنوں گی۔۔۔۔ تم بس میری طرف دیکھو۔۔۔۔ اور شو شروع کرو۔۔۔۔ باقی سب دیکھا جائے گا۔۔۔۔۔" عرشیہ نے ہمت باندھتے مائک اس کے آگے کیا۔

پیغام نے لیپ ٹاپ کی اسکرین پر گراف کو بڑھتے دیکھ کر اور عرشیہ کی آس کی خاطر کرتے لمبا سانس لیا۔ اور ہان نے ٹیکنکل روم میں دیکھ کر اسٹاف ممبر کو اشارہ کیا۔ کچھ ہی سیکنڈز میں آن ائیر کا لائٹ آن ہوا اور آر جے پیغام کی

پسند کی ہوئی غزلوں کی لسٹ سے ایک غزل پلے ہوئی۔ غزل عابدہ پروین صاحبہ کی تھی۔

پیڑاں نوں میں سینے لانواں

تے میں ہسدی جانواں

پیڑاں نوں میں سینے لانواں

تے میں ہسدی جانواں

دُھپاں دے نال لڑ لڑ کے میں

لبھیاں اپنیاں چھاواں

دکھ وی اپنے سکھ وی اپنے

میں تے بس اے جاناں

سب نوں سمجھ کے کی کرناں اے

Zubi Novels Zone

دل نوں اے سمجھاواں

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

میں دیوانی کجھ ناجاناں

مست ہو کے گاواں

دنیا راضی کر کے کملے

پھر وی چین نئ اوناں

ساری خوشیاں مل جاون تے

پچھے کی رے جاناں

ساری خوشیاں مل جاون تے

پچھے کی رے جاناں

تیرے بس میں کجھ وی نئیں اے

دل نوں اے سمجھاواں

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

تو جھوم جھوم تو جھوم جھوم

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

تو جھوم

"السلام علیکم پاکستان۔۔۔۔امید ہے آپ سب ٹھیک ٹھاک ہونگے خوش باش ہونگے۔۔۔۔۔بڑی مدت بعد۔۔۔۔۔میں ہوں آپ سب کا آرجے

پیغام۔۔۔۔۔"استقبالیہ کلمات کہہ کر اس نے اپنے انداز میں آڈیو بڑھائی اور عرشیہ کو دیکھا۔

عرشیہ کی مسکان سب سے بڑی تھی۔وہ اس کے ساتھ بیٹھے اسے سپورٹ کر رہی تھی۔اور ہان نے پیغام کو شوشروع کرتے دیکھا تو اسٹوڈیو سے نکل کر اپنے آفس میں آگیا۔

"زندگی نے ایک مرتبہ پھر آپ سب سے گفتگو کرنے کا موقع دیا۔۔۔میں اس کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔۔۔۔۔"اس نے عرشیہ کو دیکھ کر سر کو خم دیا۔

عرشیہ کہنیاں میز پر ٹکا کر۔آگے ہوتے ہتھیلی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اسے سنتی گئی۔

"شو کا آغاز چند اشعار سے کروں گا۔۔۔۔

دوست بن کر بھی نہیں ساتھ نبھانے والا

وہی انداز ہے ظالم کا زمانے والا

احمد فراز صاحب یہ کا خوبصورت سا شعر آپ سب کے ساتھ شئیر کیا۔۔۔۔ پچھلے کچھ عرصے میں زندگی کے اس اتار چڑھاؤ سے میں نے یہی سبق سیکھا۔۔۔کہ جھوٹ جتنا بھی مضبوط بن جائے ایک دن رسوا ہو ہی جاتا ہے اور دھوکہ آپ کو بھلے تسکین دے مگر سامنے والے کو تکلیف ہی دیتا ہے

اس لیے اس چیز سے گریز کریں اور جتنا ہو سکے مخلص اور سچے بنیں۔۔۔۔"

وہ اپنی زندگی کے گزرے پل یاد کر کے نصیحت کرنے لگا۔

"محبت ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔۔۔دعوے اور وعدے کرنا بھی مشکل نہیں ہے۔۔۔۔۔ مشکل نبھانا ہوتا ہے۔۔۔۔اور یہ ظرف ہر کسی میں نہیں ہوتا۔۔۔۔۔اس لیے اگر ایسا چاہنے والا کوئی ملے تو اسے کبھی خود سے دور مت کیجیئے۔۔۔۔۔اس کی قدر کیجئے۔۔۔۔۔"وہ ایک کے بعد دوسری گزارش کرتا رہا۔

اس وقت شہر کے ستر فیصد عوام ریڈیو ایف ایم 88 سن رہیں تھے۔کسی کو پیغام کی واپسی سے غرض تھا یا نہیں مگر سب کو دوسروں کے زندگی میں ہوتے اتار چڑھاؤ میں لگاو ضرور ہوتا ہے۔یہ صفت ہمارا ایشیا سے ہونے کا

ثبوت بھی تو دیتا ہے۔ ہم ہمیشہ اپنے مسائل چھوڑ کر دوسروں کے گھروں کی خبر رکھنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

بارہ بجے اس نے اگلے شو تک رخصت لی اور پھر سے عابدہ پروین صاحبہ کی غزل لگا کر ہیڈ فون نزاتارے۔

میں راضی اپنی ذات توں

میں اُتے اپنی اوقات توي

اے دنیا میری فکر نئیں

میں سمجھ گئی ہر بات نوں

کی کرناں اُچیاں شاناں نوں

کی ہتھ لاناں اسماناں نوں

میں ہسدی ہسدی ہے جیناں

میں نکل گئی گماناں توں

میں تے میری ورگی آں

کی خود کولوں شرماناں

دنیا راضی کر دنئی اے

فیر اوچین نئی اوناں

جو ہے تیرا لبھ جائے گا

کر کے کوئی بہانہ

تیرے بس میں کجھ وی نئیں اے

دل نوں اے سمجھاناں

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

Zubi Novels Zone

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

میں دیوانی کجھ ناجاناں

میں دیوانی

میں دیوانی

میں دیوانی

میں دیوانی کجھ ناجاناں

میں مستانی کجھ ناجاناں

میں مستانی کجھ ناجاناں

کجھ ناجاناں

Zubi Novels Zone

تو جھوم

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

میں راضی اپنی ذات توں

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

نگاہ

نگاہ

نگاہِ یار جسے اشنِار از کرے

وہ اپنی خوبی

وہ اپنی خوبیِ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

وہ اپنی خوبیِ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

ناز کرے

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

تو جھو مجھوم جھوم جھوم

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

تو جھوم جھوم جھوم جھوم

"میں کن لفظوں میں تمہارا شکریہ ادا کروں۔۔۔۔۔"اس نے عرشیہ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر لبوں سے لگائیں۔

"تم بنا کہے میرے دل کی بات کیسے جان لیتی ہو۔۔۔۔"وہ عرشیہ کی ہوشیاری پر حیران تھا۔

"جو پیار کرتے ہیں۔۔۔۔۔وہ اپنے پاٹنر کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھتے ہیں۔۔۔۔۔وہ قدرتی طور پر سمجھ جاتے ہیں۔۔۔۔۔یہ صفت انہیں خداوند تعالی کی طرف سے ملتی ہیں۔۔۔۔۔"عرشیہ نے اس کے ہاتھ

مضبوطی سے تھام رکھیں تھے۔مانو وہ اسے یہ احساس دلانا چاہتی تھی کہ چاہیں حالات کیسے بھی ہو وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں گی۔

اور پھر اللہ وہ زخم بھی بھر دیتا ہے جو ہم سوچتے ہیں کبھی نہیں بھر سکتے۔ بیشک وہ ہی تو ہر چیز پر قادر ہیں۔ صرف ہمیں پختہ یقین کی ضرورت ہے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

گھر آکر وہ امی کے پاس بیٹھا تھا۔اتنے عرصہ بعد اپنے من پسند کام پر لوٹنے کی خوشی اس کے انداز سے چھلک رہی تھی۔وہ امی کو ساری روداد سنا رہا تھا۔ امی کل سے ہی پر سوچ لگ رہی تھی۔

"پیغام۔۔۔۔تم عرشیہ سے شادی کیوں نہیں کر لیتے۔۔۔۔"امی کے اس سوال پر پیغام کے حرکت کرتی زبان رک گئی۔

"اتنی اچھی لڑکی ہے۔۔۔۔ تمہیں پسند بھی کرتی ہے۔۔۔۔تمہارا اتنا خیال رکھتی ہے۔۔۔۔بوڑھی ضرور ہو گئی ہوں۔۔۔۔لیکن ایک عورت ایک مرد کو کس نظر سے دیکھ رہی ہیں اچھے سے سمجھتی ہوں۔۔۔۔اور مجھے عرشیہ کی نظروں میں تمہارے لیے ہمیشہ پیار ہی دکھا ہے بیٹا۔۔۔۔"امی نے اس کا رخ اپنی سمت کیا۔

"امی۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔عرشیہ سے نکاح کر چکا ہوں۔۔۔۔"آج حقیقت بتانے کا وقت آ گیا تھا۔

"کیا۔۔۔۔۔کب۔۔۔۔"اس کا جواب سن کر وہ کافی شاک ہو گئی۔

جواباً پیغام نے انہیں شروع سے اب تک کا سارا ماجرہ بتایا۔کیسے وہ عرشیہ سے ملا اور نکاح کن حالات میں ہوا۔امی کافی دیر سارے واقعات سمجھنے کی کوشش کرتی رہیں۔

"تم نے اسے اتنا بڑا دھوکہ دیا۔۔۔یہ تربیت دی ہے میں نے تمہیں۔۔۔۔

"امی نے اس کے شانے پر تھپکی ماری۔

"وہ۔۔۔اس وقت کچھ اور سمجھ نہیں آیا۔۔۔" پیغام شرمندہ ہوا تھا۔

"اور ہان سے ایسی بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔۔۔۔آنے دو اسے۔۔۔۔ اس کے بھی کان کھینچتی ہوں۔۔۔۔"امی نے دانت پیستے اسے ایک اور لگائی۔

پیغام مزید وار سے بچنے اٹھ کھڑا ہوا۔امی اٹھی اور اسے پرے کرتے کمرے سے باہر نکل آئی۔ان کا رخ عرشیہ اور نینی کے کمرے کے سمت تھا۔

دروازے کا ناب گھومتے پا کر عرشیہ اور نینی اٹھ بیٹھی۔

"امی۔۔۔مجھے بلا لیا ہوتا۔۔۔۔"وہ ان کے پاس آئی۔

امی نے پیار سے اس کے گالوں کو چھوا اور دعائیں دیتی خود سے لگایا۔اس کو سمجھنے میں دقت ہو رہی تھی وہ یوں ہی انہیں دیکھتی رہی۔امی نے اول تو اسے خود لاڈ کیا پھر پیغام کے اعتراف کیا بتایا۔عرشیہ نے تعجب سے پیغام کو دیکھا وہ مطمئن لگ رہا تھا۔

"میں ہمیشہ سے اسے کہتی تھی کوئی لڑکی پسند کر کے شادی کر لیں۔۔۔۔۔ شادی کر لیں۔۔۔اور اب شادی کر کے بیٹھا تھا اور مجھے بتایا تک نہیں۔۔۔"امی کی خفگی برقرار رہی۔

"حالات ہی کچھ ایسے تھے۔۔۔اس وقت ہم آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے۔۔۔"عرشیہ اس کے دفاع میں گویا ہوئی۔

"اللہ تم دونوں کی جوڑی سلامت رکھیں۔۔۔۔"امی نے دعا دیتے ان دونوں کو گلے لگایا۔

آج کل کے دور میں اچھے انسان کی تعریف کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اس کے زبان سے ہاتھ سے سوچ سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچ رہی۔دولت اور عہدے انسان کو عارضی طور پر بڑا کرتی ہیں لیکن انسانیت اور اچھا اخلاق ہمیشہ بلند درجے پر رکھتی ہیں۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

رات دیر سے سونے کے باعث صبح پیغام کی آنکھ دیر سے کھلی۔فریش ہو کر وہ باہر آیا تو عرشیہ آفس جانے کے لیے تیار تھی۔

"گڈ مارننگ۔۔۔۔"وہ عرشیہ کو مخاطب کرتے اس کے ساتھ ناشتہ کرنے بیٹھا۔

"گڈ مارننگ۔۔۔۔۔مجھے جلدی جانا ہو گا اگلے پروجیکٹ کے انویسٹرز آرہیں ہیں۔۔۔۔تم آرام سے آجانا۔۔۔۔"آخری لقمہ لیتی وہ اٹھ رہی تھی مگر پیغام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس بیٹھا دیا۔

"رکو ہم ساتھ جائیں گے۔۔۔۔مجھے تیار ہونے میں بس پانچ منٹ لگیں گے۔۔۔۔"پیغام نے ایک سیب اٹھایا اور واپس کمرے کے سمت کے جا رہا تھا کہ گیٹ پر دستک ہوئی اور چند قدموں کی اندر داخل ہونے کی آواز آئی۔

پیغام انجان آوازوں پر وہی رک گیا عرشیہ بھی اس کے پاس آگئی۔نینی کے ہمراہ تابش صاحب اور سیرت بیگم لاونج کے اندر داخل ہوئے۔پیغام اور عرشیہ میں حیران کن نظروں کا تبادلہ ہوا۔اتنی دیر میں امی بھی کمرے سے باہر آگئی تھیں۔

"ہم عرشیہ کے والدین ہیں۔۔۔۔"تابش صاحب نے بزرگ خاتون کو اپنا تعرف بتایا۔

"اوو۔آیئے بیٹھیئے۔۔۔۔"امی نے ان کا استقبال کیا اور پھر مڑ کر ساکت کھڑے پیغام اور عرشیہ کو دیکھا تھا۔

پیغام کی یہ تابش صاحب سے یہ تیسری ملاقات تھی اور باقی دونوں ملاقاتوں کے نسبت کافی مختلف تھی۔ عرشیہ کا بھی منہ بن گیا تھا۔

"ڈیڈ آپ دونوں یہاں کیا کر رہیں ہیں۔۔۔۔"عرشیہ بے رخی سے کہتے آگے آئی۔

"عرشیہ۔۔۔ تمہارے والدین ہیں یہ۔۔۔۔ ہمارے گھر کیوں نہیں آسکتے۔۔۔۔۔"امی نے اس کے برتاو پر ٹوکا۔

"یہ جہاں بھی جاتے ہیں۔۔۔۔ گھر توڑ کر واپس آتے ہیں۔۔۔۔اب یہ میرا یہ گھر بھی توڑنا چاہتے ہیں۔۔۔۔"اس نے غصے سے سینے پر ہاتھ باندھے مانو ان کے جانے کی منتظر ہو۔

"عرشی۔۔۔۔میں تمہارا گھر توڑنا نہیں بسانا چاہتا ہوں۔۔۔۔"تابش صاحب کی آواز میں افسردگی در آئی۔

"وہ اپنا گھر میرے ساتھ بسا چکی ہیں۔۔۔۔" یہ جواب پیغام کی جانب سے تھا۔

ZNZ Zubi Novels Zone

"پیغام۔۔۔۔یہ کس طرح بات کر رہیں ہو۔۔۔۔"امی حیران ہوئی۔

"آپ نہیں جانتی امی انہوں نے کیا کیا ہے۔۔۔۔" پیغام تپ گیا۔

"میں نے بہت غلط کیا۔۔۔۔مجھے احساس ہو گیا ہے۔۔۔۔اسی کی معافی مانگنے آیا ہوں تم دونوں سے۔۔۔۔مجھے معاف کر دو۔۔۔۔"تابش صاحب نے شرمندہ ہوتے سر جھکا دیا۔

پیغام اور عرشیہ غصیلی نگاہ سے ان کو دیکھتے خاموش کھڑے رہیں۔

"جب بچوں سے غلطی ہو تو ماں باپ سمجھا بجھا کر معاف کر دیتے ہیں۔۔۔۔ایسے ہی ماں باپ بھی تو انسان ہیں غلطی کر بیٹھتے ہیں۔۔۔۔بچوں کا بھی فرض ہے کہ در گزر کریں۔۔۔۔"امی نے باری باری پیغام اور عرشیہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"ان کی غلطی کی وجہ سے آپ کے بیٹے کی جان جاسکتی تھی امی۔۔۔۔۔"

عرشیہ نے خفگی برقرار رکھی۔

"اور عرشیہ کی بھی۔۔۔۔" پیغام نے اپنے جانب سے اشارہ کیا۔

امی نے شکوہ کن نظریں تابش صاحب کے سمت گھمائی۔

"اس کے لیے آپ جو سزا دینا چاہو منظور ہے۔۔۔۔ عرشیہ۔۔۔۔ڈیڈ کی نہیں تو میری التجا مان لو۔۔۔۔۔ ہم واقعی اپنے کئے پر شرمندہ ہے۔۔۔۔۔"

مام نے عرشیہ کے ہاتھ تھام کر ریکویسٹ کی۔

پیغام نے لمبا سانس لے کر غصہ قابو کرتے عرشیہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور مان جانے کا اشارہ کیا۔

"نو پیغام۔۔۔یہ پھر سے وہی کریں گے۔۔۔۔یہ ان کی مجھے تم سے الگ کرنے کی کوئی اور چال ہو گی۔۔۔۔"عرشیہ خوفزدہ تھی۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔۔تمہیں ہمیشہ اپنے مام ڈیڈ سے ٹارچر ملا ہے۔۔۔۔پر اس دفعہ یہ سچ کہہ رہیں ہیں۔۔۔ان کے چہرے دیکھو۔۔۔۔ندامت سے مرجھا گئے ہیں۔۔۔۔معاف کر دو۔۔۔۔"پیغام نے اپنے نرم خو لہجے سے اسے سمجھایا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔"عرشیہ مضطرب رہی مگر پھر مان گئی اور معافی دے دی۔

مام ڈیڈ اسے خود سے لگا مشکور ہوئے۔امی نے پیغام کو دیکھ کر شکر ادا کیا۔ لاونج میں خوشگوار تبدیلی آئیں۔

"بانو جی۔۔۔۔۔ہم عرشیہ کو گھر لیں جانا چاہتے ہیں۔۔۔۔ہم چاہتے ہیں وہ دھوم دھام سے پورے ریتی رواجوں کے ساتھ رخصت ہو کر آپ کے گھر آئے۔۔۔۔"سیرت بیگم کا چہرا بیٹی کی شادی کی خوشی سے چمک گیا۔

امی اور پیغام نے ایک دوسرے کے جانب دیکھا۔

"مام۔۔۔ان سب کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"عرشیہ نے انکار کیا۔

"بیٹاہر ماں باپ کی طرح ہمارا بھی تمہیں خوشی خوشی رخصت کرنے کاارمان ہے۔۔۔ تھوڑی دنوں کی بات ہے واپس تواسی گھر آناہے تمہیں۔۔۔"

تابش صاحب نے خواہش ظاہر کی۔

عرشیہ نے پیغام کودیکھاوہ ان کی فرمائش پر راضی ہوااور ساتھ جانے کی اجازت دی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

دونوں گھروں میں شادی کا سماں بندھ چکا تھا۔تابش صاحب اور سیرت بیگم خوشی خوشی عرشیہ کی رخصتی کے انتظامات میں لگیں تھے۔نینی پیغام کی خالہ کا کردار نبھاتے بانو جی کے پاس رک گئی تھیں۔

اس رات عرشیہ پیلے اور گرین کلر کا شراشرہ پہنے کیندے اور چمیلی کے پھولوں والی جیولری زیب تن کئے ہوئے اپنے فرینڈز کے گھیرے میں بیٹھی تھی۔

"تو آخر تم نے اپنے خوابوں کا راجکمار پا ہی لیا۔۔۔۔"عروج نے اسے چھیڑتے ہوئے آنکھ ماری۔

"آرجے پیغام سے شادی کر رہی ہو تم۔۔۔۔۔یقین نہیں آرہا۔۔۔۔"

سمعاویہ نے جتاتے ہوئے کہا۔

اس کے دل میں کہی نہ کہی حسد بھی تھا اور صرف اس کے ہی نہیں عرشیہ اور آرجے پیغام کی شادی کی خبر آرجے ہیغام کی چاہنے والی سب ہی لڑکیوں کے لیے جلن کا باعث بنی تھیں۔

عرشیہ ان کے چھیڑ چھاڑ سے محظوظ ہوتے ہنس پڑی۔چند خواتین اس کے پاس بیٹھے ڈھولکی بجا رہیں تھیں جب پیغام کی کال آئی۔

"اپنی ایک پکچر تو بھیجو۔۔۔۔"اس نے عاجزانہ فرمائش کی گئی۔

"میں مایو میں بیٹھی ہوں ہسبینڈ صاحب۔۔۔۔۔اب آپ کو میرا دیدار دلہن بن کر ہی ملے گا۔۔۔۔۔"عرشیہ نے نخریلے انداز میں جواب دیا۔

"پر مجھ سے کیا شرمانا۔۔۔۔نکاح تو ہو چکا ہے ہمارا۔۔۔۔"وہ آنکھیں گھما کر محظوظ ہوتے مستفسر ہوا۔

"رول از رول۔۔۔۔۔ماننا تو پڑے گا۔۔۔۔۔"وہ نخریلی دلہن تھیں کہاں ماننے والی تھی۔

"دیکھتے ہیں۔۔۔۔کتنی دیر مجھ سے دور رہ پاتی ہو۔۔۔۔"وہ چیلنج کے انداز میں کہتے فون کاٹ گیا۔

"دیکھتے ہیں۔۔۔۔" عرشیہ نے ہنستے ہوئے موبائل کان سے ہٹا کر دیکھا تھا۔

"ہائے عرشیہ۔۔۔۔" ایک جانی پہچانی آواز پر اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔

"آغر۔۔۔۔ کہاں تھے اب تک۔۔۔۔۔" وہ مانو اس پر چلا پڑی۔

"آرام سے کزن سسٹر۔۔۔۔۔ پاپا اور انکل کے ساتھ تھا۔۔۔۔۔" آغر نے ہاتھ ہوا میں اٹھا کر اپنا دفاع کیا۔

اس کے منہ سے پاپا کا لفظ سن کر بے اختیار عرشیہ کی نظریں لان کے سمت گئی تھی جہاں شیری انکل، ڈیڈ اور دیگر بزرگوں کے ہمراہ باتوں میں مشغول

نظر آئیں۔اس بات سے کم ہی لوگ واقف تھے کہ کالج میں عرشیہ کے ساتھ پڑھنے والا اس کا واحد میل فرینڈ آغر اس کا سیکنڈ کزن ہے۔آغر شہریار، کرنل شہریار یعنی انکل شیری کا بیٹا تھا۔

"چلو اب میری اچھی اچھی فوٹوز لو۔۔۔۔"عرشیہ نے اپنا موبائل اسے تھمایا اور سادگی اختیار کرتے بیٹھ گئی۔

"کیا اس لیے مجھے اس عورتوں کے فنکشن میں بلایا تھا۔۔۔۔"آغر نے منہ بنائے موبائل تھاما۔

"ہاں۔۔۔اب میرے اکلوتے کزن ہونے کا کوئی تو حق ادا کرو۔۔۔۔"وہ ہاتھ ٹھیوڑی کے نیچے رکھ کر مسکرا کر پوز دینے لگی۔

آغر نے سر جھٹکا اور عرشیہ کی پکس لینے لگا۔

رات کو دیر تک ماحول بنا رہا اس لیے صبح دیر سے آنکھ کھلی۔مام اور ڈیڈ شادی کی تیاریوں کے سلسلے میں باہر گیئں ہوئے تھے۔اس نے جمائی لیتے موبائل اٹھایا جس میں گیارہ بج رہیں تھے۔بیڈ پر لیٹے لیٹے ہی اس نے پیغام کا واٹس اپ کھولا جس میں لاسٹ سین صبح آٹھ بجے کا آرہا تھا۔

"لگتا ہے کل کی بات پر ناراض ہو گیا ہے۔۔۔گڈ مارننگ کا میسج تک نہیں کیا۔۔۔"اس نے دل میں سوچا اور فریش ہونے چلی گئی۔

چونکہ عرشیہ شادی کے تقریب میں مصروف تھی اس لیے آفس کا پورا کام پیغام دیکھ رہا تھا۔وہ صبح ہی صبح گرے کلر کے پینٹ پر وائٹ شرٹ پہنے۔ کف فولڈ کئے بال اور شیو نفاست سے بنائے ایم ڈی کے سیٹ پر بیٹھا فائلز دیکھ رہا تھا۔گیارہ بج کر دس منٹ پر اس نے آخری فائل مزمل کو دی اور اگلے چند دنوں کی روٹین سمجھا کر جانے کے لیے اٹھا۔

"تو ابھی اٹھی ہیں محترمہ۔۔۔"اس نے عرشیہ کا لاسٹ سین چیک کرتے سوچا تھا۔

"جب تک خود میسج نہ کریں۔۔۔میں بھی نہیں کروں گا۔۔۔"کوریڈور میں چلتے اس نے آبرو اچکاتے ارادہ بنایا۔

وہیں دوسری طرف عرشیہ تیز تیز فریش ہو کر نیچے آئی۔آج مہندی کی رات تھی۔اسے کئی ساری تیاریاں کرنی تھی۔ناشتے کے بعد وہ کمرے میں جا ہی رہی تھی کہ کسی ملازم نے مخاطب کیا۔

"میڈم۔۔۔۔یہ ڈیزائنر کی دکان سے آیا ہے۔۔۔۔"ملازم ساتھ کھڑے ٹین ایج لڑکے کو متعارف کروا کر واپس باہر نکل گیا۔

عرشیہ سیڑھیوں کے سرے پر ہی رک کر اس کے گویا ہونے کی منتظر ہوئی۔

"میم۔۔۔۔آپ کے ناپ میں کچھ غلطی ہو گئی ہیں۔۔۔۔استاد نے دکان پر بلایا ہے۔۔۔۔"لڑکا تیزی سے رٹا رٹایا جملہ دوہرا گیا۔

"کیا۔۔۔کیسی غلطی۔۔۔مجھے تو آج رات تک لہنگا چاہیئے۔۔۔۔کل میری بارات ہے۔۔۔۔"عرشیہ پریشان ہو گئی۔

"وہی تو میم۔۔۔اگر آپ ابھی ساتھ آگئی تو استاد شام تک تیار کر دے گا۔۔۔۔بس آپ ایک دفعہ ناپ چیک کروالیں۔۔۔۔"لڑکے نے دوبارہ کوشش کی۔

عرشیہ دوہری کیفیت کا شکار ہونے لگی۔اسے شام تک لہنگا بھی چاہیئے تھا اور گھر پر اس بابت بات کرنے مام بھی موجود نہیں تھی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔چلو۔۔۔۔۔"اس نے تپ کر ہامی بھری اور بنا موبائل فون یا ہینڈ بیگ اٹھائے ساتھ نکل گئی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

پیغام آفس سے شادی ہال آگیا۔اسے تابش صاحب کے ہمراہ کیٹرنگ ڈیکوریشن میوزک اور دیگر انتظامات دیکھنے تھے۔

"جناب جب دلہے میاں کے بیسٹ فرینڈ یہاں ہو تو اسے تکلف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔۔"اور ہان نے اس کے کندھے پر تھپکی دے کر اپنے جانب متوجہ کیا۔

"تم کب آئے۔۔۔۔" پیغام اس کے سرپرائز پر حیران ہوا۔

"تھوڑی دیر پہلے ہی۔۔۔۔۔ویسے تو میں نے اسٹیج کی ڈیکوریشن پسند کر کے بتادی ہے۔۔۔۔ تم دیکھ کر کنفرم کر لو۔۔۔۔۔"اور ہان اس کے گرد بازو حمائل کر کے اسٹیج کے سمت بڑھ گیا۔

دوسری طرف عرشیہ نے ڈیزائنر کے دکان کے گلی میں کار پارک کی اور لڑکے کے ہمراہ کار سے اتری تو مزید دو لڑکوں نے اسے گھیر لیا۔

"کون ہو تم لوگ۔۔۔۔۔"اسے خوف سا ہوا تھا۔

"تیرے باراتی۔۔۔۔"ایک لڑکے نے جواب دیتے اس کے منہ پر نشہ آور مواد ڈالے رومال پکڑ لیا۔

وہ دبے دبے آواز میں چلاتے خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی مگر دوسرے لڑکے نے اسے بازووں سے جکڑ لیا تھا۔اس وقت بازار میں رش کم تھا اس لیے انہیں کوئی روکنے نہ آیا۔اس نشہ آور مواد کی بو اتنی تیز تھی کہ کچھ ہی سیکنڈز کی محنت سے عرشیہ حواسوں سے بیگانی ہوتی چلی گئی۔

عرشیہ کے کار سے چند قدم آگے ایک بلیک کلر کی مرسیڈیز کار کھڑی تھی۔ وہ تینوں لڑکے عرشیہ کا بے جان وجود گھسیٹتے ہوئے اس کار کے سیٹ پر بیٹھا کر پیچھے ہوئے۔

"گڈ جاب۔۔۔۔"ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے دم دار شخص نے نوٹوں کی گڈی اس لڑکے کے سمت اچھالی جو اس نے تیزی سے کیچ کر لی۔

ان لڑکوں کو معنی خیز مسکان سے نوازتے وہ کار زن کر کے دوڑا گئے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

ڈیکوریشن اور دیگر انتظامات سے مطمئن ہو کر ساڑھے بارہ بجے اس نے پھر موبائل فون نکالا اور عرشیہ کا واٹس اپ کھولا۔اس کا لاسٹ سین وہی گیارہ بجے دکھا رہا تھا۔ہر گزرتے پل کے ساتھ اسے بے چینی ہونے لگی لیکن مہندی اور بارات کی مصروفیات کو مد نظر رکھتے ہوئے دل کو سمجھا لیتا۔

دوسرے جانب ایک بج کر پچپن منٹ پر عرشیہ کی آنکھ کھلی تو وہ ایک خالی چاردیواری میں فرش بوس پڑی تھی۔ سر پکڑے اس نے آس پاس نظر دورائی تو محض ایک دروازے کے علاوہ کچھ نظر نا آیا۔اس کا دل دہل سا گیا تو ہڑبڑا کر اٹھی اور دروازہ بجانے لگی۔

"کوئی ہے۔۔۔۔۔ باہر نکالو مجھے۔۔۔۔۔۔دروازہ کھولو۔۔۔۔۔" وہ مسلسل دونوں ہاتھوں سے دروازہ بجانے لگی۔

دس منٹ تک دروازہ بجاتے جب کوئی جواب نہ ملا تو آبدیدہ ہوتے کوشش ترک کردی اور کوئی دوسرا راہ نجات تلاش کرنے لگی مگر اس چاردیواری میں سمینٹ کے بنے مضبوط دیواروں اور اس ایک لکڑی کے دروازے کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔اس نے اپنے آپ کو ٹٹولا اور پھر سے آس پاس دیکھا تو

باہر کی دنیا سے رابطہ کرنے کا کوئی ذریعہ نا ملا تو بے بسی میں آہ بھرتے ہوا میں لات ماری۔

دو بجے تابش صاحب واپس آئے تو گھر میں ہڑ بڑی سی مچی دیکھی۔سب ہی ملازمین پریشان حال سر جھکائیں نظر آئے۔

"کیا بات ہے۔۔۔۔سب کے منہ ایسے لٹک کیوں رہیں ہیں۔۔۔۔"تابش صاحب نے ایک ایک کو دیکھتے سوال کیا۔

ملازمین میں فکر مند نظروں کا تبادلہ ہوا۔ایک ملازمہ ان کا ممکنہ رد عمل سوچتے ان کے لیے پانی کا گلاس لے آئی۔وہ چوکیدار جو اس لڑکے کو اندر لایا تھا ہمت کر کے آگے آیا اور تھوک نگل کر گلا تر کیا۔

"صاحب۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔۔عرشیہ میڈم۔۔۔۔گھر پر نہیں ہیں۔۔۔۔۔"اس نے ڈرتے ڈرتے اطلاع دی۔

تابش صاحب نے پانی کا گھونٹ اپنے گلے میں اٹکتے محسوس کیا۔وہ یک دم سیدھے ہو کر کھانسنے لگیں۔

"کیا مطلب گھر پر نہیں ہے۔۔۔۔یہی کہی ہو گی۔۔۔۔"انہیں لگا ملازمین کو غلط فہمی ہو گئی ہیں۔

ان کا پانی پینے سے دل اچاٹ ہو گیا۔انہوں نے گلاس ٹیبل پر رکھا اور کھڑے ہو گئے۔

"صاحب۔۔۔۔وہ۔۔۔۔وہ باہر گئی تھیں۔۔۔۔اب تک واپس نہیں آئی۔۔۔۔۔" ملازمہ نے ہاتھوں کو مڑوڑتے چوکیدار کی بات مکمل کی۔

"پوری بات بتاو۔۔۔۔" اب کی بار تابش صاحب کے آبرو تن گئے اور رعب دار آواز میں پوچھا۔

ان کی بلند آواز سے لرز کر چوکیدار نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ساری روداد سنائی۔

"اسے جانے کیوں دیا۔۔۔۔۔کہاں مر گئے تھے تم۔۔۔۔۔" طیش سے رنگت سرخ ہونے لگی۔

چوکیدار معذرت خواہاں انداز میں سر جھکاتے سہم کر پیچھے کو ہو گیا۔

تابش صاحب نے سر پر ہاتھ پھیر کر جیب سے موبائل نکالا اور عرشیہ کا نمبر ملایا۔اس کی رنگ ٹیون کمرے سے آ رہی تھی۔ان کی بچی کچی ہمت بھی ٹوٹنے لگی۔وہ ابھی اسی کشمکش میں تھے جب ڈرائیور کے ساتھ کئی سارے شاپنگ بیگ اٹھائے سیرت بیگم گاگلز اتارتے لاؤنج میں داخل ہوئی۔

"کیا بات ہے۔۔۔۔تابش سب خیریت۔۔۔۔"انہیں دائیں سے بائیں چکر لگاتے دیکھ کر پریشانی میں ان کے پاس آئی۔

"سیرت، عرشیہ گھر پر نہیں ہے۔۔۔۔وہ ٹیلر کے ہاں سے کوئی آیا تھا اور وہ اس کے ساتھ چلی گئی۔۔۔۔اور ان کم عقلوں میں سے کسی نے ساتھ جانے کی یا روکنے کی زحمت بھی نہیں کی۔۔۔۔"تابش صاحب نے فوراً سے بیشتر معاملہ شئیر کیا۔

"ہاں تو آجائے گی۔۔۔۔میں کال کرتی ہوں۔۔۔۔"سیرت بیگم نے سمجھداری سے کام لینا چاہا۔

"اس کا موبائل پرس کریڈٹ کارڈ سب گھر پر ہیں۔۔۔۔۔"تابش صاحب نے سر پکڑ لیا۔

سیرت بیگم ایک پل کو شاک میں چلی گئی مگر بروقت خود کو کمپوز کرتے دوسرا حل سوچا۔

"میں ڈیزائنر کو کال کرتی ہوں۔۔۔۔میرے پاس ہے اس کا نمبر۔۔۔۔"

مام تیزی سے نمبر ڈھونڈنے میں لگ گئی۔

تابش صاحب اس آئیڈیا پر امید باندھتے ان کے جانب متوجہ ہوئے۔سیرت بیگم کے دوسرے بیل پر ڈیزائنر نے کال موصول کرلی تھی۔

"میم ہمارے ہاں سے تو کوئی آپ کے گھر نہیں آیا۔۔۔۔مس عرشیہ تو کافی دنوں سے ہمارے شاپ پر آئی ہی نہیں ہیں۔۔۔۔۔"دوکان داران کے سوال پر متعجب ہوا تھا۔

تابش صاحب اور سیرت بیگم کے رنگ زرد پڑ گئے۔وہ فکر مندی سے بیٹھتے چلیں گئے۔

"اب کیا کریں۔۔۔۔"سیرت بیگم نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"مجھے تو یہ فکر ستا رہی ہے کہ پیغام کو کیا جواب دوں گا۔۔۔۔۔"تابش صاحب نے لب بھینچ کر سانس خارج کی۔

سیرت بیگم کے پاس کوئی تسلی بخش جواب نہ تھا اس لیے بنا کچھ کہے دل میں جلد از جلد عرشیہ کے مل جانے کی دعا کرنے لگیں۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

تین بج کر بیس منٹ پر دروازہ کھلا اور ایک سایہ اندر داخل ہوتے نظر آیا۔ چیخ چیخ کر اس کا گلا سوکھ چکا تھا۔ وہ دھڑکتے دل کو تھامے گھبرائی ہوئی دروازے کے سمت دیکھ رہی تھی۔ اندر آتے انسان کو دیکھ کر وہ اپنی جگہ منجمد ہو گئی۔ آنکھیں بے یقینی سے جھپک تک نہ سکی۔ سانس گلے میں اٹکی محسوس ہوئی۔

"شیری انکل۔۔۔۔۔" اسے اپنی آواز کھائی میں سے آتی محسوس ہوئی۔

شہریار عرف شیری جیبوں میں ہاتھ ڈالے قدم قدم چلتے اس کے روبہ رو آیا۔

"کیسی ہو دلہن۔۔۔۔آنے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔۔۔۔"انہوں نے خابثت سے اسے سر تا پیر دیکھا تھا۔

"کیوں لائیں ہیں مجھے یہاں۔۔۔۔۔اب کیا چاہیئے آپ کو۔۔۔۔۔"وہ غرائی تھی۔

اس کا اونچا بولنا شیری کو ایک نظر نہ بھایا انہوں نے تندی سے اس کا جبڑا دبوچ لیا۔ان کی پکڑ اتنی سخت تھی کہ عرشیہ کراہ اٹھی۔

"آواز نیچے۔۔۔۔۔جب سے وہ دو کوڑی کا انسان تمہاری لائف میں آیا ہے۔۔۔۔تم مجھ سے بہت مقابلہ کرنے لگ گئی ہو۔۔۔۔۔"اس کے چہرے کے قریب اپنے خونخار لہجے میں کہا۔

عرشیہ دم سادھے سنتی گئی۔

"مجھ پر اٹیک کیا تھا اس نے۔۔۔۔۔دھمکی دی تھی دوبارہ تمہارے پاس بھی نہ آوں۔۔۔۔۔"اس نے تپے انداز میں پیغام کے الفاظ دہرائے۔

عرشیہ کے تاثرات بدل گئے۔ایک جانب شاک تھا دوسرے جانب اپنے پیار پہ ناز۔

"اب دیکھتا ہوں۔۔۔۔کیسے ڈھونڈتا ہے تمہیں تمہارا وہ ہیرو۔۔۔۔۔" انہوں نے نفرت سے کہتے اسے پرے دھکیلا۔

عرشیہ بل کھا کر گر پڑی۔گٹھنے اور کُہنی بہت شدت کے ساتھ فرش سے مس ہوئے تھے مگر آنکھوں میں تکلیف سے نہیں بلکہ اپنے لیے پیغام کی اتنی چاہت دیکھ کر خوشی کی نمی اتر آئی۔اس نے لب بھینچ آنسو ضبط کر لیئے دل میں شدت سے پیغام کے ساتھ ہونے کی چاہ جگی تھی۔

وہ گیلی سانس اندر کھینچ کر اٹھ بیٹھی اور ہاتھوں سے مٹھی جھاڑ کر اس لمبے چوڑے شخص کو دیکھا جو اسے نفرت انگیزی سے گھور رہا تھا۔

"آج میں کوئی مقابلہ نہیں کروں گی مسٹر شہریار۔۔۔۔اب میری خاموشی اور میرا پیار تمہیں جواب دے گا۔۔۔۔" وہ اسے افسوس کن نظر سے دیکھ کر پھیکا مسکرائی۔

شیری کے تاثرات سپاٹ رہے۔ان کا موبائل بجنے لگا تو وہ اسے پھر سے کمرے میں بند کر کے باہر نکل گیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

چار بجے پیغام نے پھر سے عرشیہ کی پروفائل چیک کی تو کوئی اپڈیٹ نہیں تھی۔

"اتنی دیر سے ہے کہاں یہ۔۔۔۔"آخر اس کی پریشانی بڑھنے لگی۔

دل بے قرار ہونے لگا تو اپنی ضد چھوڑ کر اس کا نمبر ٹرائی کیا مگر جواب نہ ملا۔

آخر کار تنگ آ کر اس نے ایک کے بعد دوسری کال ملانی شروع کر دی پر ہر

کوشش بے سود لوٹتی۔امی سے عرشیہ کے معتلق معلومات پوچھنے وہ کمرے سے باہر آیا تو نینی کو کسی سے کال پر بات کرتے سنا۔ویسے تو وہ ان کی ذاتیات کا خیال کرتے کبھی گوش گزاری نہ کرتا مگر ان کے فکر مند سکنات اسے متجسس بنا گئے۔

"کب سے۔۔۔۔تو صاحب نے کچھ کیا۔۔۔۔اب ہم کیا کریں۔۔۔۔میں یہاں ان کو کیسے سنبھالوں گی۔۔۔۔"نینی پریشان انداز میں گویا تھی جب اپنے عقب میں کسی کی موجودگی محسوس کرتے چونک کر پلٹی۔

"کس سے بات کر رہیں ہیں آپ۔۔۔۔"پیغام نے ٹھوس تاثرات بنائے پوچھا۔

"وہ پیغام۔۔۔۔تم ہائپر مت ہونا پر۔۔۔۔وہ بات کچھ ایسی ہے

کہ۔۔۔۔"نینی اسے سمجھانے مناسب الفاظ کا استعمال کرتے بتانے لگی

پیغام دانت پر دانت جمائے آنکھوں میں تجسس اور سخت تاثرات کے ساتھ

جامد کھڑا سن رہا تھا۔

"عرشیہ لاپتہ ہو گئی ہے۔۔۔۔"نینی نے بے بسی سے تفصیل بتائی۔

پیغام کی دھڑکن رک سی گئی۔اچانک آسمان میں بادل زور سے گرجے تھے۔

اسے لگا مانو فلک کے جیسے اس کے زندگی میں بھی کالی گھٹاؤں نے قبضہ کر لیا

ہو۔ہاتھ پیر سُن ہونے لگے اور دماغ ماوف۔پر یہ وقت خود پر قابو پا کر حالات

کو سنبھالنے کا تھا اس لیے اس نے نینی کو جواب دیئے بغیر باہر کے جانب دوڑ لگائی۔

وہ کس سپیڈ سے کار میں بیٹھا۔ کس طرح لرزتے ہاتھوں اور دھڑکتے دل سے کار بھگائی اور درانی پیلس پہنچا یہ اسے سمجھ نہ آیا۔ یاد تھا تو اتنا کہ اس کی بیوی دن بھر سے لاپتہ تھی۔

"عرشیہ۔۔۔۔ عرشیہ۔۔۔۔۔ڈیڈ۔۔۔۔۔" وہ لمبے ڈگ بھرتا لاونج میں داخل ہوا۔

اس کی آواز پر تابش صاحب اور سیرت بیگم بھاگتے ہوئے لاؤنج میں آئے تھے۔ تابش صاحب کو آتے دیکھ کر پیغام آنکھوں میں وحشت لیے ان پر جھڑپا۔

"عرشیہ کہاں ہے۔۔۔۔۔"اس نے تابش صاحب کا کالر جکڑ لیا۔

"مجھے نہیں پتا۔۔۔۔"تابش صاحب اس کے غصے سے بچنے کی کوشش میں پیچھے کو ہوئے۔

"پیغام۔۔۔بیٹا ہماری بات تو سن لو۔۔۔۔ہمیں خود نہیں پتا عرشیہ کہاں ہے۔۔۔۔"مام نے اس کے ہاتھوں کو تھامے تابش صاحب کا کالر چھڑانا چاہا۔

"جھوٹ۔۔۔۔یہ آپ دونوں کی ہی چال ہے۔۔۔۔عرشیہ نے کہا تھا آپ نہیں بدل سکتے پر میں نے اس کی بات نہیں مانی۔۔۔۔۔اب بتاو عرشیہ کہاں ہے۔۔۔۔"پیغام نے مٹھی مزید مضبوطی سے بند کر دی۔

"ہم سچ کہہ رہیں ہیں۔۔۔۔ہمیں سچ میں نہیں پتا۔۔۔۔۔ہم خود اس کے لیے پریشان ہیں۔۔۔۔ہمارا یقین کرو۔۔۔۔"تابش صاحب نے وضاحت دیتے سمجھایا۔

پیغام خود سے بڑے عمر کے شخص سے بد تمیزی نہیں کرنا چاہتا تھا مگر عرشیہ سے جدائی کا خوف اسے سارے حد و حدود پار کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔وہ اسی کشمکش میں تھا کہ لاونج کے دروازے پر دستک ہوئی۔دو باوردی پولس اہلکار

لاؤنج کے سرے پر کھڑے تھے۔پیغام نے تابش صاحب کا کالر چھوڑا اور غضب قابو کرتے سیدھا ہوا۔

"آیئے انسپیکٹر صاحب۔۔۔۔عرشیہ کی کوئی خبر۔۔۔۔"تابش صاحب فورا آگے آئے۔

"درانی صاحب۔۔۔۔مس عرشیہ کی تو کوئی خبر نہ ملی۔۔۔ہاں ان کی کار مل گئی ہیں۔۔۔۔"پولس انسپیکٹر نے انکشاف کیا۔

"کہاں ملی ہے۔۔۔۔"اب کی بار سوال پیغام کے جانب سے ہوا۔

"طارق روڈ پر فینسی بڑائڈل شاپ کے پاس۔۔۔۔"پولس انسپیکٹر نے ڈائری سے ایڈریس بتایا۔

"پر ڈیزائنز سے تو میں پوچھ چکی ہوں۔۔۔۔اس نے کہا وہ وہاں نہیں آئی۔۔۔۔۔"سیرت بیگم نے ان کے معلومات میں مزید اضافہ کیا۔

"ہمم اس کا مطلب وہ پارکنگ اور شاپ کے درمیانی راستے میں سے لاپتہ ہوئی ہیں۔۔۔۔"پولس نے سمجھنے کے انداز میں سر کو جنبش دیا۔

"تو چلیئے۔۔۔۔وہاں دوبارہ چل کر دیکھتے ہیں۔۔۔۔۔"پیغام سے مزید انتظار نہیں ہو رہا تھا۔

"مسٹر پیغام۔۔۔۔ ہمیں اس معاملے کو باریکی سے دیکھنا چاہیئے۔۔۔۔۔اگر یہ کوئی اغوا برائے تاوان کا کیس ہوا تو وہ لوگ خطرناک ہو سکتے ہیں اور عرشیہ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔۔۔۔۔"پولس نے اسے روک کر سنگین نتائج سمجھائیں۔

"کیا آپ نے ان کے فرینڈز اور کولیگز سے پوچھا۔۔۔۔"پولس نے تفتیش میں اضافہ کیا۔

"جی سب سے پوچھ لیا کسی کو نہیں پتا کہ وہ کہاں ہے۔۔۔۔"مام نے بھر آئی آواز میں سر ہلایا۔

پیغام بے بسی سے آہ بھرتے صوفے پر ڈھے سا گیا۔دل دعا و مناجات میں جٹ گیا تھا۔

"یااللہ میری عرشیہ خیریت سے ہو۔۔۔۔یااللہ وہ محفوظ ہو۔۔۔یااللہ وہ صحیح سلامت میرے پاس آجائیں۔۔۔۔یااللہ اسے اپنے حفظ وامان میں رکھنا۔۔۔۔"دل بار بار یہی کلمات دہرا رہا تھا۔

ایک مرتبہ پھر بادل پورے طاقت سے گرجے تھے اور پل جھپکتے ہی گرج چمک کے ساتھ برسات کا آغاز ہوا۔

"اوکے درانی صاحب۔۔۔۔اگر آپ کے پاس کسی کی کال آئے تو ہمیں فوراً خبر کر دیجیئے گا۔۔۔۔"پولس انسپیکٹر تسلی دیتے واپس نکل گئے۔

تفتیش کے چلتے عرشیہ کی گاڑی ان کے پاس رہنی تھی۔

پیغام ڈیڈ اور مام کو دلاسہ دیتے لان میں نکل آیا شام کے سات بجے آسمان پوری طرح گھنے بالوں سے لبریز شدت سے برسنے لگا تھا۔ وہ دکھ اور ملال میں ننگے پیر گھاس پر چلتے بھیگتا چلا گیا۔ اس نے بالوں سے پانی کی بوندیں ٹپک کر گالوں کو بھگو رہی تھی۔ بارش کے پانی کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے نکلتا نمکین پانی بھی گال پر لڑھکنے لگیں۔

سب سے خطرناک نشہ، انسانی نشہ ہوتا ہے کسی کی آواز کا نشہ، باتوں کا نشہ، آنکھوں کا نشہ، ساتھ کا نشہ اور جب یہ نشہ نہیں ملتا تو ہمارے جسم سے مانو ایک سہارا ٹوٹ جاتا ہے اندر ہی اندر خالی پن گھلنے لگتا ہے اور یہ ہی خلاء ہمارے وجود کو لمحہ بہ لمحہ کسی بوسیدہ عمارت کی طرح اندر سے ڈھے سے جاتا

ہیں۔عرشیہ کی غیر موجودگی میں وہ ایک ایسی ہی عمارت کے مانند ڈھلتا جارہا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

بادل گرجنے کی آواز پر وہ چونک سی گئی۔کمرے میں کوئی کھڑکی یا روشن دان نہیں تھا اس لیے اسے وقت کا اندازہ نہیں ہو سکا مگر اتنا جانتی تھی کہ وہ کافی دیر سے بند ہے اس لیے دن ڈھل چکا ہو گا اور شام ہونے کو آئی ہو گی۔

"نہیں میں اب اور ایسے ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھ سکتی۔۔۔۔مجھے یہاں سے نکلنے کے لیے کچھ کرنا ہو گا۔۔۔۔"وہ پر عزم ہوتے اٹھی اور راستہ تلاش کرنے لگی۔

"میں نے پہلے بھی تو شیری انکل کا قید توڑا ہے۔۔۔۔ان کے بورڈنگ اسکول سے بھاگی تھی۔۔۔۔یہ بھی ویسا ہی ایک قید خانہ ہو گا۔۔۔۔۔"اس نے کُرتے کے آستین اوپر کئے اور کان دروازے پر لگا کر باہر کی آواز سننے کی کوشش کی۔

"کوئی تو ہو گا یہاں۔۔۔۔کچھ تو ہو رہا ہو گا۔۔۔۔"وہ سارے حس اس جانب لگا کر سوچنے لگی مگر باہر پن ڈراپ خاموشی تھی۔

"اوکے عرشیہ۔۔۔۔لیٹس ڈو اٹ۔۔۔۔۔"اس نے اول اوپر سے نیچھے تک دروازے کی جانچ کی۔

دروازہ لکڑی کا بنا تھا اور اتری ہوئی پینٹ دیکھ کر لگ رہا تھا کافی پرانا ہو گا۔

عرشیہ بالوں کو اوپر باندھ کر آخر تک پیچھے ہوئی اس کی نظر دروازے کے

بوسیدہ حصے پر تھی۔ایک دو تین اور تیسرے گنتی پر وہ پوری قوت سے بھاگ کر دروازے کے اس حصے سے جا ٹکرائی۔

"آہہہہ۔۔۔۔۔"دروازہ چاہے پرانا ہی صحیح مگر عرشیہ کے مقابلے مضبوط تھا اس لیے وہ ٹکر لگنے سے کراہ اٹھی۔

"اسسسسس۔۔۔۔"اپنا بازو مسلتے پھر سے پیچھے ہوئی اور دوبارہ کوشش کی۔

اب کی بار طاقت دوگنی لگائی مگر لکڑی کا دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا۔دن بھر سے پریشان بھوکی پیاسی اس کی ہمت جواب دینے لگی مگر کوشش نہ چھوڑی۔ دو سے تین مرتبہ اور دھکہ لگایا گیا آخر خود ہی کندھے اور بازو میں اٹھتے درد کی شدت سے گر پڑی۔اس کے بازو میں نیل پڑ چکا تھا۔

"پیغام۔۔۔کہاں ہو تم۔۔۔۔۔مجھے نکالو یہاں سے۔۔۔۔۔"وہ باقائدہ رو پڑی۔

اس نے آنکھیں بند کر کے پیغام کو یاد کیا۔اُس کی آواز اُس کا بولنا۔اُس کے اشعار یاد کیے۔

Zubi Novels Zone

تیرے ہجر میں گزرے ہوئے سالوں سے محبت

یہ حال ہے کہ پاؤں کے چھالوں سے محبت

جو تجھ سے ہو وابستہ اس ہر چیز سے ہے عشق

تیرے نام سے تیرے ذکر سے حوالوں سے محبت۔۔۔

عرشیہ کا سر بھاری ہونے لگا۔فرش پر سر رکھے پیغام کو یاد کرتے کرتے اس کے حواس بے گانے ہو گئے تھے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

رات دس بجے تھک ہار کر بے دم قدموں سے چلتے سر تا پیر پورا بھیگا ہوا وہ گھر کے اندر داخل ہوا۔شادی والے گھر کے لاؤنج میں مکمل خاموشی تھی۔اس کے بوٹوں کے چھاپ پر امی اور نینی تیزی سے اٹھ کر اس کے پاس آئی۔

"پیغام کہاں تھے۔۔۔۔۔عرشیہ ملی کیا۔۔۔۔"امی نے اس کے پیشانی سے گیلے بال ہٹاتے پوچھا۔

پیغام کا گلا رند گیا اس نے بھیگا چہرا اٹھا کر نفی میں س ہلایا اور امی کے گلے لگا۔

"ہمت رکو۔۔۔۔عرشیہ مل جائے گی۔۔۔۔ہم سب اس کے ملنے کی دعا کر رہیں ہیں۔۔۔۔ان شاءاللہ ہماری دعائیں جلد قبول ہو جائیں گی۔۔۔۔۔"

امی نے اس کی ہمت باندھتے شانہ تھپتھپا کر دلاسہ دیا۔

پیغام خاموش رہا۔اس وقت اس سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا۔ان سے الگ ہو کر وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا۔وہاں موجود ہر شے میں اسے عرشیہ کا عکس دکھائی دیا۔اپنے آپ دل ڈوبتا چلا گیا۔وہ کمرے کے بیچوں بیچ آ کر گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھتا چلا گیا۔

"کہاں ڈھونڈوں تمہیں عرشیہ۔۔۔۔کہاں ہو تم۔۔۔۔۔"اس نے دل ہی دل میں سوچتے سر پکڑ لیا۔

ایک لمبا سانس لے کر وہ اٹھا اور پلٹ کر بیڈ کے پاس آیا کہ اورہان کا خیال آیا۔اس نے اپنا موبائل نکالا اور اسے کال ملائی۔

"واٹ۔۔۔۔عرشیہ صبح سے غائب ہے اور تم اب بتا رہے ہو۔۔۔۔"

اورہان اسی پر غصہ ہوا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہاں ڈھونڈوں۔۔۔۔۔پولیس کو بھی اب تک کچھ ہاتھ نہیں لگا۔۔۔۔مجھے اس کی بہت فکر ہو رہی ہیں۔۔۔۔"پیغام کی پریشانی اس کی لرزتی آواز میں صاف ظاہر تھی۔

اورہان کچھ دیر سوچتا رہا۔

"براڈکاسٹ کرتے ہیں۔۔۔۔تم ابھی اسٹیشن پہنچو۔۔۔۔۔"اورہان نے ایک آئیڈیا نکالا اور اسے فورا ریڈیو اسٹیشن بلایا۔

اس کی بات مانتے پیغام اسی بھیگے حالت میں بھاگتا ہوا باہر نکلا تھا۔قریب ساڑھے دس بجے وہ ریڈیو اسٹیشن میں موجود تھا۔چونکہ فرائی ڈے کی نائٹ تھیں اس لیے کئی سارے آرجیز کا شو آرہا تھا جسے اچانک روک دیا گیا۔حتہ کہ اورہان نے اپنی پہچان کا استعمال کرتے بقیہ ریڈیو اسٹیشنز میں بھی شوز رکوا کر پیغام کی لائف براڈکاسٹ شئیر کرنے کی ریکویسٹ کی۔

اس سب انتظامات میں مزید دس منٹ لگیں اور دس بج کر چالس منٹ پر آرجے پیغام کا لائف براڈکاسٹ سامعین تک پہنچانے کے لیے تیار تھا۔

پیغام اپنے اسٹوڈیو میں آیا۔مائک ہونٹوں کے قریب کیا کانوں میں ہیڈ فونز لگائیں اور لمبا سانس لے کر بولنے کے لیے تیار ہوا۔آج ریڈیو میں آنے والے ہر چینل پر خاموشی تھی کوئی گانا کوئی بیک گراؤنڈ میوزک نہیں تھا صرف ایک درد بھری محسور کن آواز تھی۔

"السلام علیکم پاکستان۔۔۔۔۔دل بھاری ہے۔۔۔آنکھیں نم ہیں۔۔۔۔ اندر طوفان ہیں مگر باہر خاموشی۔۔۔۔ سمجھ نہیں آرہا کہاں سے شروع کروں کہاں پہ ختم۔۔۔۔۔"وہ بولتے بولتے رک گیا۔

اور ہان اس کے ساتھ اسٹوڈیو کے اندر موجود تھا۔اس نے پیغام کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"میں نے ہمیشہ لوگوں کا بھلا چاہا اور کیا۔۔۔۔ ہمشیہ نیک راہ پر چلتا رہا۔۔۔۔ ریڈیو اسٹیشن، مسجد اور گھر بس یہی میری زندگی کا سفر تھا جس پر میں خوشی خوشی چلتا رہا۔۔۔۔ پھر ایک دن۔۔۔۔ میری لائف میں ایک موڑ آیا۔۔۔۔ جو میرے لیے اللہ کی طرف سے کامیابی کا تحفہ تھا لیکن۔۔۔۔ میں نے اسے ٹھکرا دیا۔۔۔۔ جھوٹ بولا فریب کیا دھوکہ دیا۔۔۔۔" وہ ماضی یاد کرتے اپنے آپ پر ہنس پڑا۔

ایک ایک کر کے سامعین کی ریٹنگ بڑھنے لگی۔ آر جے پیغام لائف براڈکاسٹ کر رہا ہے یہ خبر ریڈیو کے شوقین لوگوں میں تیزی سے پھیل گئیں۔

"اس فریب کی وجہ سے میرے ہاتھوں ایک معصوم دل ٹوٹ گیا تھا۔۔۔۔جس کی سزا شاید آج تک مل رہی ہیں۔۔۔۔۔میری وائف۔۔۔۔۔عرشیہ درانی۔۔۔۔۔آپ میں سے کوئی شخص اس نام سے ناواقف نہیں ہو گا۔۔۔۔۔کچھ عرصہ پہلے ان کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور۔۔۔۔آج وہ صبح سے لاپتہ ہے۔۔۔۔۔اگر کسی کو ان کے متعلق کوئی انفارمیشن ہو تو مجھے اس نمبر پر لازمی بتائیں پلیز۔۔۔۔"اس نے التجائی انداز کہتے اپنا نمبر نوٹ کروایا۔

"عرشیہ کہتی ہیں۔۔۔۔میری آواز میری شاعری ٹوٹے دلوں پر مرہم کی طرح لگتے ہیں۔۔۔۔اور آج کل تو ہر انسان زخمی ہیں۔۔۔۔۔چھوٹ کھایا ہوا ہے۔۔۔۔۔تو کبھی اگر میری باتیں میری آواز آپ سب کے دلوں پر مرہم کی طرح لگیں ہو تو میری ہیلپ کیجیئے۔۔۔۔۔۔میری وائف کو ڈھونڈنے میں میرا ساتھ دیجیئے۔۔۔۔۔آپ سب کی طرف سے یہ میرے

ٹوٹے دل کا مرہم ہو گا۔۔۔۔۔"اس نے آخری امید باندھی اور رخصت لے کر براڈکاسٹ ختم کر دی۔

بارہ بجے وہ ریڈیو اسٹیشن سے نکلا۔

"پیغام۔۔۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔جیسے ہی کوئی خبر آتی ہیں مجھے فورا بتانا۔۔۔۔۔"اور ہان اسے تسلی دیتے گلے لگا۔

پیغام نے سر اثبات میں جنبش دیا اور گھر کے سمت روانہ ہو گیا۔وہ بار بار موبائل چیک کرتا رہا وہیں اور ہان اور بقیہ ریڈیو اسٹیشن مالکان نے پیغام کی براڈکاسٹ رات کے آخری پہر تک چلائی رکھیں۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

صبح ہونے تک پولیس اور تابش صاحب کو پیغام کی براڈکاسٹ جو رات بھر ہر ریڈیو چینل پر چلتا رہا تھا، خبر ہو چکی تھی۔

وہ ایک امید لیے درانی پیلس پہنچا۔ ابھی تابش صاحب اس سے اسی بابت بات کر رہیں تھے کہ پولیس انسپکٹر لمبے ڈگ بھرتا اندر داخل ہوا۔

"یہ کیا کر دیا ہے آپ نے مسٹر پیغام۔۔۔۔" وہ خفہ ہوا۔

"جب آپ لوگوں کو عرشیہ کی کوئی خبر نہیں مل رہی تو مجھے اپنے جانب سے کچھ تو کرنا ہو گا۔۔۔۔" پیغام نے دوٹوک انداز میں جواب دیا۔

"ہم کوشش کر رہیں ہیں نا۔۔۔آپ کی اس حرکت سے اغوا کار چوکنے ہو جائیں گے۔۔۔۔وہ مس عرشیہ کو تنگ کر سکتے ہیں۔۔۔یا انہیں کسی اور جگہ شفٹ کرنے کی کوشش کریں گے۔۔۔۔"پولیس نے ایک دفعہ پھر اپنے مدعے پر زور دیا۔

"تو اچھا ہے۔۔۔میرے لسنرز اب الرٹ ہو گئے ہیں۔۔۔اگر وہ لوگ عرشیہ کو باہر نکالیں گے تو کوئی نا کوئی تو دیکھ ہی لے گا اور فوراً مجھے خبر کر دے گا۔۔۔۔باقی شہر کے بڑے ٹریکس پر آپ کے سیکیورٹی فورسز تعینات ہیں نا۔۔۔۔"پیغام نے ایک آبرو اٹھا کر انہیں گھورا جیسے ان کی کارکردگی کی تائید چاہتا ہو۔

"آفسر۔۔۔۔مجھے بھی پیغام کا آئیڈیا ٹھیک لگا ہے۔۔۔۔۔آپ فورس ڈبل کر دیں۔۔۔۔ہر چوک۔۔۔۔ہر چوراہے پر ایک ٹیم کھڑی ہونی چاہیئے۔۔۔۔۔"تابش صاحب نے مزید زور دیا۔

پولیس آفسر سر کو جنبش دے کر واپس نکل گیا۔

پیغام نے گھڑی میں وقت اور موبائل کی نوٹیفکیشن چیک کی تھی۔ساتھ ساتھ اورہان کو بھی وائس میسج بھیج کر اسٹیشن میں آئے کسی معلومات کے متعلق تفصیل مانگی جس کا جواب تسلی بخش نہ ملا۔ہر سوں غم و حراس کا سماں تھا۔ رات کو بارات تھی شہر کے بڑے بڑے نامور شخصیات مدعو تھے سارے انتظامات ہو چکے تھے پر چو بیس گھنٹے ہونے کو تھے اور دلہن ہی لاپتہ تھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

وہیں عرشیہ کل سے بھوکی پیاسی نیند اور پریشانی سے نڈھال ایک کونے میں پڑی تھی۔اس آزار کن حالت کے ایثار اس کے چہرے پر بھی واضح تھے۔

دروازے کے کھلنے پر اس نے شیری انکل کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔

اس کے تاثرات سپاٹ ہو گئے وہ غضب سے ہمت کر کے کھڑی ہو گئی۔

"کیسی ہو بے بی۔۔۔۔میرے لڑکوں نے بتایا تم رات بھر دروازہ توڑنے کی کوشش کرتی رہی۔۔۔۔۔"انہوں نے استحزیہ کہتے ہاتھ میں پکڑا پانی کا بوتل اور کھانے کا پیکٹ فرش پر رکھا۔

عرشیہ بیزار نظروں سے ان کا یہ عمل دیکھتی رہی۔

"کچھ کھا پی لو۔۔۔۔ کہی اپنے پیار کو ملنے سے پہلے مر ورنہ جاو۔۔۔۔۔" وہ سپاٹ ہو گئے اور واپس مڑ کر جانے لگیں۔

عرشیہ فورا سے بیشتر ان کے جانب لپکی اور ان کا بازو پکڑ لیا۔

"شیری انکل کیوں کر رہیں ہیں آپ ایسا۔۔۔۔۔ کیا چاہتے ہیں۔۔۔۔ مجھ سے کیا دشمنی ہیں آپ کی۔۔۔۔" اس کا لہجہ بے بس اور لاچار ہو گیا۔

"تکلیف دینا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ تمہیں تکلیف دینے میں بہت مزا آتا ہے مجھے۔۔۔۔" وہ اس کے جانب مڑے اور اس کی ٹھیوڑی اپنی مٹھی میں جکڑ لی۔

"اوراس دفعہ تو تمہیں تکلیف دے کراسے جوازیت مل رہی ہے وہ دیکھ کر تو اورمزاآرہاہے۔۔۔۔"انہوں نے معنی خیز نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پیغام کاذکر کیا۔

عرشیہ کادل ڈوب رہاتھا۔وہ کچھ بھی برداشت کرسکتی تھی مگر پیغام کواذیت میں نہیں۔

"جانتی ہو کل رات اس نے کیا کیاہے۔۔۔۔"وہ رازداری سے کہتے اپنا چہرہ اس کے کان کے قریب لے گئے۔

عرشیہ نے سانس روکے کان ان کے لفظوں پر لگائیں۔دل دوسو کی سپیڈ میں دھڑکتا محسوس ہوا۔

"ریڈیو میں تمہاری گمشدگی کا اعلان کیا ہے۔۔۔۔لوگوں سے تمہیں ڈھونڈنے کی منت سماجت کر رہا تھا۔۔۔۔ہاہاہا۔۔۔"آخر میں زوردار قہقہہ لگاتے اس سے دور ہوئے۔

عرشیہ کے آنسو ٹوٹ کر بہہ نکلے۔

"یہ بے حس لوگ اس کی مدد کریں گے۔۔۔۔ہونہہ۔۔۔۔یہ سوئی ہوئی عوام آج تک اپنے آپ کی مدد نہیں کر پائی ہیں۔۔۔۔کبھی اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے کی ہمت نہیں کی ہیں پھر وہ اس آرجے کی کیا مدد کرے گی۔۔۔۔"ان کے لفظوں میں معاشرے کی تلخ حقیقت تھی مگر چہرے پر اپنے کامیابی کا غرور۔

عرشیہ ان کے غرور کے پیچھے پیغام کی بے پناہ محبت محسوس کرتے مسکرا دی۔

"اپنے باپ کو کوئی پیغام تو نہیں دینا۔۔۔۔درانی پیلس جارہاہوں۔۔۔۔ سب تمہارے لاپتہ ہونے پر کافی غمزدہ ہیں۔۔۔۔"آخری کلمات کہتے وہ ایک قدم اور پیچھے ہوئے۔

"نہیں پلیززز مجھے چھوڑ کر مت جایئے۔۔۔۔آپ کو جو چاہیئے میں دو گی۔۔۔۔مجھے یہاں سے لے جائیں۔۔۔۔مجھے گھر جانا ہے۔۔۔۔شیری انکل۔۔۔۔رکیئے۔۔۔۔"عرشیہ ان پر حملے کی صورت جھڑپ پڑی اور انہیں کھینچ کر روکنے کی کوشش کرنے لگی۔

"جنگلی عورت ہٹو مجھ پر سے۔۔۔۔۔"شیری نے اسے ایک جھٹکے سے فرش پر پٹخ دیا۔

عرشیہ کی کراہ بلند ہوئی مگر اس نے ہمت نا چھوڑی اور دروازے لے سمت بھاگی۔دروازے کے باہر پہلے سے تعینات شیری کے آدمی کھڑے تھے جنہوں نے اسے جکڑ لیا۔شیری نے اس کے اس حرکت پر ایک زوردار تھپڑ دے مارا اور واپس کمرے میں ڈال دیا۔اس جھڑپ میں اس کے ناخنوں سے شیری کا ہاتھ اور گردن قدرے چھیل گئے اور خون کے چند قطرے باہر نکلے تھے۔اسے تندی سے گھور کر اپنے زخموں سے بے خبر وہ کمرہ بند کر کے چلے گئے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

پیغام پچھلے ایک گھنٹے سے اسٹوڈیو میں بیٹھا ایمیلز اور وائس میلز دیکھ رہا تھا۔

"چچ اس میں کوئی بھی کام کی جبر نہیں ہے۔۔۔۔کیا کسی نے عرشیہ کو وہاں سے لاپتہ ہوتے نہیں دیکھا۔۔۔۔۔افففف۔۔۔۔۔"اس نے ٹیبل پر مقہ مارا اور چیئر کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لی۔

دو دن میں ہی اس کا چہرا مرجھا سا گیا تھا۔رنگ پھیکا پڑ گیا تھا اور صحت نڈھال لگ رہی تھی۔وہ انہی سوچوں میں گم تھا کہ اسٹوڈیو کا دروازہ کھلنے اور کسی کے اندر آنے کا احساس بھی نہ ہوا۔سوچوں کی کڑی اپنے کندھے پر کسی کا لمس پا

کر ٹوٹی تو وہ چونک کر سیدھا ہوا اور سر اٹھا کر اس سر اپے کو دیکھا۔انزیلہ اس کے سرہانے کھڑی اس کے متوجہ ہونے پر مسکرا دی۔

"میں نہیں جانتی اس وقت آپ کی کیسے مدد کروں۔۔۔۔بس میں اتنا یقین دلانے آئی ہوں۔۔۔۔آپ کی کوشش بے کار نہیں جائے گی۔۔۔۔عرشیہ ضرور ملے گی۔۔۔۔"انزیلہ گھوم کر اس کے سامنے آگئی۔

پیغام متبسم ہوا۔

"سچی محبت میں بہت طاقت ہوتی ہیں۔۔۔۔اور آپ دونوں ایک دوسرے سے سچی محبت کرتے ہو۔۔۔۔یقیقا یہ محبت ضرور کامیاب ہو گی۔۔۔۔"

اس نے پر اعتمادی سے کہا۔

"تھینکیو۔۔۔۔۔تم آئی بہت اچھا لگا۔۔۔۔۔تم نے ہمیشہ ہر دکھ سکھ میں میرا ساتھ دیا ہے میں واقعی مشکور ہوں۔۔۔۔"پیغام اس کی تسلیت قبول کرتے اپنی سیٹ سے اٹھا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

انزیلہ کے اس اعتماد بھرے تسلی سے پیغام بہتر محسوس کر رہا تھا۔

"محبت صرف حاصل کا نام تو نہیں۔۔۔۔کچھ لاحاصل جذبات اور مقابل شخص کی خوشی میں اپنی خوشی دیکھنا بھی محبت کے کیٹگری میں آتے ہیں۔۔۔۔اور میں ہمیشہ آپ کی خوشی کی دعا گو ہوں۔۔۔۔۔"انزیلہ خیر محسوس انداز میں اپنے پیار کا اظہار کر گئی۔

پیغام لاجواب ہو گیا۔

"چلیئے۔۔۔۔ابھی دوبارہ کوشش کیجیئے۔۔۔۔ نئی امید کے ساتھ۔۔۔۔ آئی ایم شیور۔۔۔۔ کوئی راستہ ضرور مل جائے گا۔۔۔۔۔"اس کا اضطراب محسوس کرتے انزیلہ جانے کے لیے مڑی۔

"انزیلہ۔۔۔۔" پیغام نے پکارا۔

"جی۔۔۔۔"اس نے جاتے جاتے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

اس کی چمکتی بالیاں آگے پیچھے ہوئی تھی جس پر پیغام کی نظر گئی ضرور تھی۔

"تم بہت اچھی ہو۔۔۔۔" یہ دل سے نکلے الفاظ تھے۔

"اس مہرباں نظر کی عنایت کا شکریہ۔۔۔۔" اس نے سر کو خم دے کر پذیرائی وصول کی اور مسکان سے نواز کر باہر نکل گئی۔

پیغام نے لمبا سانس لیا اور پھر سے اپنی سیٹ پر آن بیٹھا۔ دس منٹ تک اپنا پیج ریفریش کرنے کے بعد وہ اکتا کر اٹھنے لگا تھا کہ کال آنے لگی۔ اس نے فورا سرور اپنے موبائل سے کنیکٹ کر کے کال موصول کی۔

"ہیلو آر جے پیغام۔۔۔۔" ایک نسوانی آواز اسپیکر پر ابھری۔

"جی میں آرجے پیغام بات کر رہا ہوں۔۔۔۔بتایئے کیا انفارمیشن ہے۔۔۔۔۔"پیغام نے اپنی تصدیق دیتے ہوئے مدعے کی بات پوچھی تاکہ فضول کی بات نہ ہو سکے۔

"میری سسٹر نے کل قریب ساڑھے گیارے بجے عرشیہ درانی کو دیکھا تھا۔۔۔۔"وہ ٹین ایج لڑکی ہچکچاتے ہوئے بتانے لگی۔

"ہاں کہاں دیکھا تھا۔۔۔۔۔"اس کا تجسس بڑھا۔وہ کال پر بات کرتے ہوئے اور ہان کے کیبن کے سمت بھاگا۔

"وہ۔۔۔۔طارق روڈ کے پاس۔۔۔۔"وہ لڑکی ساتھ بیٹھی بچی سے پوچھ پوچھ کر بتا رہی تھی۔یقیناوہ اس کی چھوٹی سسٹر تھی جس نے عرشیہ کو دیکھا تھا۔

"آپ اس وقت کہاں ہے۔۔۔۔میں وہی آتا ہوں۔۔۔۔"پیغام نے کیبن میں پہنچ کر اپنے موبائل کا اسپیکر آن کیا تاکہ اورہان بھی وہ معلومات سن سکے۔

"جی میں جناح اسکول کے پاس ہوں۔۔۔۔میری سسٹر یہی پڑھتی ہیں۔۔۔۔آپ یہاں آجائیں وہ آپ کو سب بتادے گی۔۔۔۔"ٹین ایج لڑکی فورا مان گئی۔مدد کرنے کے ساتھ ساتھ اگر اسے اپنے فیورٹ آرجے پیغام سے ملنے کا موقع مل رہا تھا تو وہ جانے کیسے دیتی۔

"اوکے میں ابھی آتا ہوں۔۔۔۔آپ کہی جانا مت۔۔۔۔۔"اس نے ترکی بہ ترکی ایڈریس نوٹ کیا اور باہر کو لپکا۔

اور ہان بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔دونوں آگے پیچھے اسٹیشن کی سیڑھیاں اتر کر پارکنگ میں آ گئے۔

"پیغام۔۔۔ڈرائیو میں کرتا ہوں۔۔۔۔تم سرور سے کنیکٹ رہو۔۔۔۔ شاید کوئی اور کال بھی آ جائے۔۔۔۔۔"اور ہان نے ڈرائیونگ سیٹ کے جانب بڑھتے ہوئے کہا۔

پیغام کے چہرے پر عجلت اور فکر مندی کے ملے جلے تاثرات دیکھ کر وہ حادثات سے حفاظتی اقدامات اٹھا رہا تھا۔

اس کی تجویز پر پیغام نے سر اثابت میں ہلایا اور دونوں کار میں سوار ہو کر مطلوبہ ایڈریس کے جانب روانہ ہوئے۔ عرشیہ تک پہنچنے کی چاہ میں اس کا دل کیا وہ اڑ کر جائے مگر یہ وقت صبر کے امتحان کا تھا اور اسے تحمل سے کام لینا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

درانی پیلس لائٹس اور پھولوں سے کئے سجاوٹ کے باوجود بھی ماند لگ رہا تھا۔ تابش صاحب اور سیرت بیگم بڑے صوفے پر بیٹھے پولیس یا پیغام کے جانب سے کسی خوشخبری کے بے صبری سے منتظر تھے۔

شیری انکل اپنے خباثت پر شرافت کا لبادہ چڑھائے لاؤنج میں داخل ہوئے۔

"تابش۔۔۔۔کیسے ہوا یہ سب۔۔۔۔عرشیہ کی کوئی خبر ملی۔۔۔۔"انہوں نے شفاف اداکاری کرتے فکر مندی ظاہر کی۔

"کچھ سمجھ نہیں آرہا شیری۔۔۔۔۔کہی کچھ پتا نہیں چل رہا۔۔۔۔"تابش صاحب ان کے چال چلن سے انجان دل ہلکا کرنے لگیں۔

"فکر مت کرو۔۔۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔"انہوں نے تابش صاحب کا کندھا تھپتھپا کر دلاسہ دیا۔

"آپ کی تو فوج میں بہت پہچان ہیں۔۔۔۔آپ کچھ کیجیئے۔۔۔۔۔"سیرت بیگم نے آس بھری نظروں سے دیکھا۔

"اللہ پر بھروسہ رکھیں۔۔۔۔وہ ضرور عرشیہ کو ملوادینگے۔۔۔۔"شیری انکل اپنی معنی خیز مسکان چھپائے گویا ہوئے۔

تابش صاحب اور سیرت بیگم ایک مرتبہ پھر خاموش ہو گئیں۔

"ویسے۔۔۔۔۔پیغام نظر نہیں آرہا۔۔۔۔۔"شیری نے چاروں اطراف دیکھ کر پوچھا۔

"وہ بھی کل سے عرشیہ کی تلاش میں لگا ہے۔۔۔۔"تابش صاحب نے افسوا کرتے سر ہلایا۔

شیری انکل انہیں جھوٹا دلاسہ دیتے رہیں۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

پیغام اور اور ہان جناح اسکول کے قریب کار پارک کر کے اترے اور آس پاس نظر دوڑائی۔اسکول گیٹ سے چند قدم آگے ایک ٹین ایج لڑکی اور اس کے ساتھ اسکول فراک میں چھوٹی بچی نظر آئیں۔دائیں سے بائیں دیکھتے انہوں نے بھاگ کر روڈ کراس کیا۔

جینز اور وائٹ شرٹ پر ڈینم کی جیکٹ پہنے وائٹ اسنیکرز میں اس جانب آتے آرجے پیغام کو دیکھ کر وہ لڑکی سحر زدہ عالم میں کھڑی ہو گئی۔پیغام کے قریب آنے پر جب مہنگی پرفیوم کی خوشبو اس کے نتھوں میں پڑی تو وہ فریفتہ ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

"ہائے۔۔۔آپ نے مجھے کال کی تھی۔۔۔۔" پیغام نے اپنائیت سے پوچھا تھا۔

"جی۔۔۔۔یہ میری سسٹر ہے سمارا۔۔۔اس نے دیکھا تھا عرشیہ میم کو۔۔۔۔"اس نے پیغام کے سحر سے نکل کر ساتھ کھڑی بچی کے جانب اشارہ کیا۔

وہ بچی ریڈیو اور آر جے پیغام کے دنیا سے بیگانی تھی اس لیے اس کے سحر میں نہیں آسکی۔پیغام دوزانو ہو کر اس کے آگے بیٹھا اور اپنے موبائل میں عرشیہ کی تصویر کھولی۔

"ہے پریٹی گرل۔۔۔۔کیا آپ نے انہیں دیکھا تھا۔۔۔"اس نے معصومیت سے پوچھتے موبائل اس بچی کے آگے کیا۔

"ہاں یہی تھی۔۔۔وہاں کار میں۔۔۔۔پر آنکھیں بند تھی۔۔۔شاید سو رہی تھی۔۔۔"اس آٹھ سالہ چھوٹی بچی نے آنکھیں گول گول گھماتے دماغ پر زور دیتے یاد کیا۔

پیغام اور اورہان کنفیوژن کا شکار ہوئے۔دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"وہ بے ہوش ہو گی۔۔۔۔اس لیے آنکھیں بند ہو نگی۔۔۔۔۔"اورہان نے کنفیوژن دور کرتے تائید کی۔

"اور ساتھ کون تھا۔۔۔۔آپ نے اسے دیکھا۔۔۔۔" پیغام نے جھٹ دوسرا سوال کیا۔

"ہمممم ٹھیک سے یاد نہیں۔۔۔۔کوئی عجیب سا آدمی تھا بڑا سا۔۔۔۔۔ خوفناک مونچھوں والا۔۔۔۔۔"بچی نے جھرجھری لی۔

"اور کار کیسی تھی۔۔۔۔ویسی۔۔۔۔۔"پیغام نے اگلا سوال کرتے سڑک کے پار کھڑی اپنی کار کے سمت انگلی سے اشارہ کیا۔

"اس سے کچھ بڑی تھی۔۔۔۔۔اور بلیک کلر تھی۔۔۔۔"بچی نے سر نفی میں ہلاتے تفصیل بتائی۔

"ہمممم اور کچھ دیکھا تھا۔۔۔۔"پیغام نے آخری سوال کیا۔

"ہمممم ہاں اس بڑے آدمی کے ہاتھ میں سونے کا بریسلٹ تھا۔۔۔۔اس نے کچھ لڑکوں کو پیسے دیئے اور چلا گیا۔۔۔۔"بچی نے معصومیت سے شانے اچکائے۔

پیغام نے وہاں سے رخصت ہو کر اس سب کڑیوں کو جوڑنے کا ارادہ بنایا اس لیے جیب سے کچھ چاکلیٹس نکال کر بچی کو دیئے۔

"تھینکیو بے بی۔۔۔آپ نے بہت ہیلپ کی۔۔۔۔۔" وہ پیار سے بچی کے رخسار پر ہاتھ رکھے مشکور ہوا اور جانے کے لیے اٹھا۔

وہ ٹین ایج لڑکی اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ جاتے جاتے پیغام نے اس کا بھی شکریہ ادا کیا تھا۔ وہ اور ہان کے ہمراہ روڈ کراس کر کے دوسرے سمت جانے لگا تھا کہ دماغ تیزی سے کام کرنا شروع ہوا۔ وہ پر سوچ انداز میں سارے سراغ جوڑنے لگا۔

"اس سے بڑی گاڑی مطلب مرسیڈیز یا bmw ۔۔۔۔۔ عجیب بڑا آدمی۔۔۔۔۔۔"اس کے آگے سوچ رک جاتی۔

اور ہان دائیں سے بائیں دیکھ دیکھ کر چل رہا تھا مگر پیغام کو ٹرافیک کا ہوش نا رہا۔

"سونے کا بریسلٹ۔۔۔۔۔"یہ جملہ ذہن میں آتے وہ ٹھٹک کر بیچ سڑک پر رک گیا۔دماغ میں جھماکا سا ہوا تھا دل کو دھچکا سا لگا تھا۔اس کے ذہن میں عرشیہ کا چہرا ابھرا تھا اور پھر شیری کا اور وہ قدم نہ بڑھا سکا۔اس کا جسم منجمد ہو گیا۔

اور ہان چند قدم آگے تھا پیچھے دیکھنے پر پیغام کو روڈ پر جامد پا کر ہڑ بڑا گیا

"پیغام کیا کر رہے ہو۔۔۔" تیزی سے اسے لپک کر روڈ پار کروایا۔

"میں اسے کیسے بھول گیا۔۔۔۔۔شیٹ۔۔۔۔۔یقیناً یہ اسی کا کام ہے۔۔۔۔۔عرشیہ اسی کے پاس ہے۔۔۔۔" پیغام اپنے آپ میں بڑبڑایا۔

"کس کے پاس ہے۔۔۔۔" اورہان کو اس کی باتیں سمجھ نہ آئی اس نے پیغام کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجوڑا۔

"کرنل شہریار۔۔۔۔۔شیری انکل۔۔۔۔۔" وہ چلا اٹھا۔

اس کا کلیجہ پھٹ جانے کو تھا۔اورہان کو سامنے سے ہٹا کر وہ کار میں جا بیٹھا۔ اورہان تیزی سے دوسری سیٹ میں سوار ہوا۔ابھی اس نے دروازہ بند بھی نہیں کیا تھا کہ پیغام نے کار اسٹارٹ کر دی۔اورہان اس کے آگ برساتی نظریں دیکھ کر خاصہ پریشان ہوا تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

تابش صاحب کا صبر ٹوٹنے لگا تو انہوں نے پیغام کو کال ملائی۔

"ڈیڈ۔۔۔۔عرشیہ انکل شیری کے قبضے میں ہے۔۔۔۔۔"اس نے کال اٹھاتے ہی خبر سنائی۔

"کیا۔۔۔۔پر وہ تو ابھی ابھی گیا ہے۔۔۔۔اس کے پاس کیسے ہو گی۔۔۔۔"

تابش صاحب کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔

"ڈیڈ۔۔۔۔آپ انہیں نہیں جانتے۔۔۔۔۔ان کی عرشیہ سے پرانی دشمنی ہے۔۔۔۔۔میں ان کے پاس جا رہا ہوں۔۔۔۔آپ پولیس کو لے کر وہیں پہنچے۔۔۔۔۔"اس نے ہدایت دی اور زور سے ہارن بجا کر ٹریفک ہٹانے کی جتن کرنے لگا۔

اس کی ڈرائیونگ دیکھ کر اورہان نے دل میں کلمہ ضرور پڑھا تھا۔

تابش صاحب اب بھی دوہری کیفیت کا شکار ہو رہیں تھے مگر اس وقت پیغام کی بات ماننے پر ہی اکتفا کیا اور انسپیکٹر کو کال کر کے خود پورچ میں نکل گئے۔

ڈیڈ کی کال کاٹ لینے کے بعد اس نے ایک اور نمبر ملایا۔

"فاخر مجھے ایک گن چاہیئے ابھی۔۔۔۔۔"اس نے ڈٹی آواز میں حکم صادر کیا۔

اور ہان کی دھڑکن بڑھ گئی تھی۔

"انتظام ہو جائے گا۔۔۔۔۔"فاخر نے حکم مانتے اپنا پتا بتایا اور کال کاٹ دی۔

اور ہان نے نرمی سے پیغام کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"پیغام۔۔۔۔جذبات سے نہیں ہوش سے کام لو۔۔۔۔۔ایسا کوئی قدم مت اٹھانا جس سے بعد میں پچھتانا پڑے۔۔۔۔۔"دوستی کی خاطر سمجھانا ضروری تھا۔

"آئی سویرا اور ہان۔۔۔۔اگر اس نے عرشیہ کے ساتھ کچھ بھی غلط کیا تھا تو میں سچ میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔۔"پیغام اپنی عزم میں پکارہا۔

ڈیڈ کی پولیس کی اور پیغام کی، تینوں گاڑیاں ایک وقت پر شیری کے گھر پہنچی۔ گیٹ کو دھکہ مار کر وہ آگے پیچھے اندر داخل ہوئے۔

"شیری۔۔۔۔شیری۔۔۔۔۔"تابش صاحب نے اندر آتے انہیں صدا لگائی۔

ان کی آواز پر آغر اور شیری کی بیگم باہر آئے تھے۔

"تابش انکل آپ یہاں۔۔۔۔اور یہ پولیس۔۔۔۔۔"آغر شہریار کی بات ابھی مکمل ہوئی نہیں تھی کہ پیغام اس پر جھڑپ پڑا اور اس کا کالر دبوچ لیا۔

"شیری کہاں ہے۔۔۔۔۔کہاں چھپایا ہے اس نے عرشیہ کو۔۔۔۔"اس نے دانت پیستے اسے گھورا۔

"کرنل شہریار۔۔۔۔میرے پاپا ہے وہ۔۔۔۔تمیز سے نام لو۔۔۔۔۔"آغر بھی اسی شدت سے غراتے اپنا کالر آزاد کروایا۔

"اور عرشیہ یہاں کیا کرے گی۔۔۔۔آج اس کی بارات ہے نا۔۔۔۔۔"یہ جواب مسز شیری نے اضافہ کیا تھا۔

"تمہارے پاپا کرنل شہریار نے جس لڑکی کو کڈنیپ کیا ہے آغر۔۔۔۔۔وہ میری بیوی ہے۔۔۔۔۔کہاں ہے وہ۔۔۔۔۔"اب کی بار اس نے نرمی سے پوچھا تھا۔

"پاپاایسا کیوں کریں گے۔۔۔۔۔"اسے سمجھ نہ آیا۔

"یہی ہمیں بھی پتا لگانا ہے بیٹا۔۔۔۔۔تم بس اس کا پتا بتادو۔۔۔۔۔وہ کال بھی نہیں اٹھا رہا۔۔۔"تابش صاحب نے آگے آکر اسے سمجھایا۔

"پاپاتو۔۔۔۔ صبح سے نکلے ہیں۔۔۔۔۔میں کال کر کے دیکھتا ہوں۔۔۔۔۔"آغر نے اپنے موبائل میں کال ملائی پر شیری انکل نے پک نہیں کی۔

"کرنل شہریار کا کوئی خفیہ ٹھکانہ یا ایسی جگہ جہاں وہ اکیلے جاتے ہوں۔۔۔۔۔"پولیس آفسر نے اپنے حصے کا اضافہ کیا۔

"ہمممم ٹارچر سیل۔۔۔۔۔"آغر نے یہ نام بہت ہی عام انداز میں لیا تھا

"یااللہ۔۔۔۔۔۔"مگر وہ نام سن کر تابش صاحب کے اوسان خطا ہونے لگیں۔

"ڈیڈ آپ جانتے ہیں اس جگہ کو۔۔۔۔"پیغام فوراان کے جانب مڑا۔

"وہ بہت تنگ جگہ ہے۔۔۔۔۔وہاں شیری اپنے قیدیوں کو ٹاچر کیا کرتا تھا۔۔۔۔اس جگہ کوئی بھوک پیاس تو برداشت کر بھی لیں مگر آکسیجن کی کمی کی وجہ سے زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتا۔۔۔۔۔"تابش صاحب نے ہچکچاتے ہوئے تفصیل بتائی۔

پیغام کا دل ڈوبا تھا۔

"ہمیں ابھی وہاں جانا چاہیئے۔۔۔۔آغر آپ بھی چلو ہمارے ساتھ۔۔۔۔"پولیس نے چارج لیتے ہدایت دی۔

سب آگے پیچھے باہر کو نکلے اور اپنی اپنی کار میں سوار ہو کر ٹارچر سیل کا رخ کیا۔آغر،تابش صاحب کے ہمراہ ان کی کار میں تھا۔

"انکل آپ کو بھی لگتا ہے۔۔۔پاپا نے عرشیہ کو کڈنیپ کیا ہے۔۔۔۔" اس نے بے یقینی سے سوال کیا۔

"بیٹا شیری اور عرشیہ کی تو ہمیشہ سے ہی ان بن ہوتی رہی ہیں۔۔۔۔اس لیے کچھ کہہ نہیں سکتا۔۔۔۔۔"تابش نے پیشانی مسلتے تبصرہ کیا۔

آغران کا جواب سن کر رخ موڑ گیا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔اس کے لیے اپنے پاپا پر ہوئے تبصروں پر یقین کرنا مشکل تھا۔پولیس اور تابش صاحب کے گاڑی کے پیچھے چلتی پیغام کی گاڑی ایک جگہ رکی جہاں فاخر نے اسے اس کی مطلوبہ چیز اخبار میں لپیٹے پکڑائی تھی

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

شیری انکل ٹارچر سیل کے کوریڈور میں ٹہلتے موبائل پر عرشیہ کیس کے پیش رفت کے بارے میں دیکھ رہیں تھے جب گیٹ پر دستک ہوئی۔انہوں نے

چونک کر گیٹ کے سمت دیکھا تھا۔خاموشی سے دونوں گارڈز کو گیٹ کھول کر دیکھنے کا اشارہ کیا۔وہ سر کو خم دے کر گیٹ کھولنے لگیں۔شیری کے سارے حواس بیدار تھے وہ کسی بھی حملے کے لیے چوکنا کھڑا تھا مگر اس کے توقعات کے برعکس گیٹ پر آغر کھڑا ملا۔

"آغر تم یہاں کیا کر رہیں ہو۔۔۔۔"ان کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

آغر بے یقینی سے انہیں دیکھتا اندر داخل ہوا اس کے پیچھے فورا سے پہلے پیغام اور اور ہان اندر آئیں تھے پھر تابش صاحب اور پولیس نفری۔ان سب کو باری باری اپنے پاس آتے دیکھ کر شیری کے تاثرات سپاٹ کر دیئے۔

"شیری عرشیہ کہاں ہے۔۔۔۔"تابش صاحب نے پہل کی۔

"مجھے کیاپتا۔۔۔۔ مجھ سے کیوں پوچھ رہیں ہو۔۔۔۔"شیری نے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔

"اگر آپ کو نہیں پتا تو پھر یہاں کیا کر رہیں ہیں۔۔۔۔۔"پیغام نے زو معنی انداز میں انہیں دیکھا۔

"تلاشی لو اس جگہ کی۔۔۔۔"پولیس آفسر نے حکم صادر کیا تو ان کے دیگر ساتھی بھاگ کر اندر داخل ہوئے۔

شیری کے گارڈز کو دوسرے عملہ نے گرفت میں لے لیا تھا۔

"یہ میری پراپرٹی ہیں۔۔۔۔میں جب چاہوں آسکتا ہوں۔۔۔۔"شیری نے غراتے جواب دیا۔

پیغام آگے آیا اور ان کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں نصب کی۔

"اگر وہ تمہارے پاس نکل آئی۔۔۔۔تو انجام بہت برا ہو گا۔۔۔۔۔مجھ سے بدلہ لینے اسے قید کر کے رکھا ہے۔۔۔۔انسان ہو تم یا نہیں۔۔۔۔۔"پیغام نے دانت کچکچائے تھے۔

تابش صاحب نے ان کی ممکنہ جھڑپ کو روکنے مداخلت کی اور پیغام کو کندھے سے پکڑ لیا۔اور ہاں اور آغر محض تماشائی بنے رہیں۔

"سر یہ تہہ خانہ بند ہیں۔۔۔۔۔"ایک اہلکار نے اونچی آواز میں صدا دی تھی۔

اس کی بات پر پیغام اندر کو بھاگا اور تہہ خانے کا رخ کیا۔آغر اور اورہان بھی اس کے پیچھے بھاگے تھے۔

دوسری طرف عرشیہ غیر حالت میں فرش پر پڑی تھی۔اس کے سماعتوں میں ڈب ڈب کی دبی آواز پڑی جیسے کوئی دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس نے بہ مشکل اپنی آنکھیں کھولی اور اٹھنے کی کوشش کی لیکن اٹھ نا سکی۔ وہیں اورہان اور پیغام دروازہ پر زور دے کر توڑنے کی کوشش کر رہیں تھے۔ ان کے عقب میں کھڑا آغر پلٹ کر پیچھے آیا۔

"پاپاچابی دیں۔۔۔۔"اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"آغر۔۔۔بیٹا۔۔۔۔"شیری نے اپنادفاع کرناچاہا۔

"پلیز پاپا۔۔۔۔چابی دیں۔۔۔۔۔"اب کی باروہ طیش میں بولا۔

بیٹے کی نظر میں اپنی عزت کم ہوتے دیکھ ان کا سر شرم سے جھک سا گیااور جیب سے چابی نکال کر دے دی۔وہ بھاگ کر پیغام کے پاس آیااور چابی تھمائی۔پیغام نے لاک کھول کر دروازہ دھکیلا مگر قدم چوکٹ پر ہی رک گئے۔عرشیہ بے آب ماہی کی طرح آکسیجن کی کمی سے تڑپ جاتی۔اس نے اپنے ہوش سنبھالے اور عرشیہ کے جانب لپکا۔

"عرشیہ۔۔۔میں آگیا۔۔۔آنکھیں کھولو دیکھو مجھے۔۔۔۔"اس نے عرشیہ کا سر اپنے بازو پر ٹکایا اور اسے جھنجوڑنے لگا۔

اور ہان نے سائیڈ پر پڑے پانی بوٹل اسے دی جس سے پیغام نے اس کے خشک لبوں پر اور منہ میں پانی ڈالا۔تابش صاحب نے خونخار نظر گھما کر شیری کو دیکھا تھا۔

"یہ کیا کیا تم نے۔۔۔۔۔"انہوں نے شیری کا گریبان پکڑ لیا۔

پولیس ان کی جھڑپ چھڑانے کی کوشش کرنے لگیں۔

"حرام زادے۔۔۔۔۔۔تم پاگل ہو گئے ہو۔۔۔۔۔یہ طریقہ ہے کسی کی اولاد سے پیش آنے کا۔۔۔۔۔"ان کا بس چلتا وہ شیری کا گلا دا دیتے۔

عرشیہ کی سانس بحال ہونے لگی تو اسے بازووں میں اٹھا کر باہر لے آیا۔تازہ ہوا ملتے عرشیہ کی رکی دھڑکن چلنے لگی۔

"تمہارے انہی حرکات کی وجہ سے تمہیں فوج سے نکالا گیا تھا۔۔۔۔۔"

تابش صاحب غصے میں شیری کا راز افشاں کر گئے۔

"بس کرو تابش۔۔۔۔۔"اپنی حقیقت سامنے آنے پر شیری آگ بگولا ہونے لگے۔

"کیوں بس کروں۔۔۔۔اپنی حقیقت تسلیم نہیں کی جاتی تم سے۔۔۔۔۔اپنا فرسٹریشن میری بیٹی پر اتارتے آئے ہو تم۔۔۔۔۔فوج سے نکال پھینک دیئے جانا تم سے برداشت ناہوا ہاں۔۔۔۔"تابش صاحب اسے کری کھوٹی سناتے اس کا کالر پکڑے رہیں۔

آغر اپنی جگہ جامد کھڑا دیکھتا رہا۔اسے ایک کے بعد ایک شاک مل رہا تھا۔ عرشیہ کا سر دیوار سے ٹکا کر پیغام ان کے مابین آیا۔

"میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔۔۔۔چپ کرو۔۔۔۔۔"شیری نے چلاتے ہوئے تابش صاحب کو دھکیلا۔

پیغام نے انہیں وقت پر گرنے سے بچا لیا اور اپنی گن نکال کر شیری پر تانی۔

"بہت ہوا اب۔۔۔۔"اس نے کہتے گن کا لاک کھولا۔

"پیغام نو۔۔۔۔"آغر نے ہڑ بڑا کر اس کا ہاتھ اوپر کو بلند کیا۔

"انہوں نے جو کیا ہے۔۔۔۔اس کی سزا قانون دے گی۔۔۔۔

پلیز۔۔۔۔"براہی سہی تھے تو شیری اس کے باپ ہی اس لیے اس سے رہا نہیں گیا۔

"مسٹر پیغام۔۔۔۔ہم مسٹر شہریار کو اپنی حراست میں لے رہیں ہیں۔۔۔۔۔آپ قانون ہاتھ میں نہ لیں۔۔۔گن نیچھے کر لیجیئے۔۔۔۔۔"

پولیس نے بھی اسے سمجھایا۔

"پیغام بیٹا۔۔۔۔اسے پولیس دیکھ لے گی۔۔۔۔ہمیں عرشیہ کو ہسپتال لے جانا چاہیئے۔۔۔۔چلو۔۔۔۔۔"تابش صاحب نے اس کا دھیان عرشیہ کے سمت کیا۔وہ گن کمر میں اڑساتا پیچھے مڑا۔

شہریار کو پولیس لیں گئی اور عرشیہ کو ہسپتال پہنچایا گیا۔راستے میں کار کی بیک سیٹ میں عرشیہ نے پیغام کی گود میں سر رکھیں پلکیں اٹھائی تو ایک شناسا کا حلیہ نظر آیا۔اسے یک دم اپنی success پارٹی کی رات اپنا پہلا ایکسیڈنٹ یاد آیا تھا جب ایسے ہی ایک حلیئے نے اس کی مدد کی تھی۔وہ یہی انسان تھا آج وہ جان گئی تھی۔اول تا آخر جب بھی اسے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت پڑی تھی پیغام ہی اس کے لیے پہنچا تھا۔وہ ہی اس کا سچا ساتھی تھا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

کمزوری کے باعث وہ کافی دیر دوائی کے زیر اثر سوتی رہی۔اگلی صبح نیند سے اٹھی تو ہواؤں کا رخ کچھ اور ہی تھا۔اس کی زندگی سے شیری نام کی بلا ہمیشہ کے لیے ٹل گئی تھی۔نرس نے اس اٹھا دیکھا تو پیغام کو اطلاع دینے چلی گئی۔

پیغام خبر ملتے ہی اس کے پاس آیا۔اسے پیار سے دیکھا اور خود سے لگا کر اپنائیت کا احساس دلایا۔

"پیغام۔۔۔۔مہندی اور بارات کا پروگرام تو گزر گیا۔۔۔۔"اس نے دل شکنی کا اظہار کیا۔

"تو کیا ہوا مہندی اور بارات کا گزر گیا۔۔۔۔۔ولیمے کا باقی ہے میری جان۔۔۔۔میری دلہن بننے کا تمہارا خواب ضرور پورا ہو گا۔۔۔۔"اس نے اس کا سر اپنے سینے میں بھینچے جواب دیا۔

وہ بلش کرتے مسکرا دی۔اس نے ایسے مہربان شوہر ہونے پر شکر ادا کیا تھا۔ کچھ دیر بعد مام ڈیڈ بھی اس کے پاس موجود تھے۔

"شکر ہے تم ٹھیک ہو۔۔۔۔"مام نے شکر کرتے اسے خود سے لگایا۔

ڈیڈ کی خوشی بھی دیدنی تھی۔دوپہر باسی ہونے تک وہ کافی بہتر ہو گئی اور گھر آکر ولیمے کے فنکشن کے لیے تیار ہونے لگی۔وہیں شام کو پیغام بھی بلیک تھری پیس سوٹ زیب تن کئے دلہا بنے کمرے سے باہر آیا۔

"نظر نا لگیں میرے بچے کو۔۔۔۔"امی نے اس کی نظر اتارتے دعا کی تھی۔

اس نے امی کو خود سے لگایا اور ہال کے لیے روانہ ہو گئے۔راستے میں اس کی پھولوں سے سجی کار دراني پیلس کے پاس رکی تھی۔وہ لاؤنج کے اندر آیا اور عرشیہ کا منتظر ہوا۔اپنے کوٹ کا کالر درست کرتے اور گھڑی دیکھتے اس کی نظریں سیڑھیوں کے جانب گئی اور وہیں جامد ہو گئیں۔عرشیہ سلور کلر کے لانگ برائیڈل ڈریس میں ملبوس۔بلیو ڈائمنڈ کی جیولری پہنے۔لمبے بال رول کئے۔خوبصورت سی تیار ہو کر سینڈل پر ٹک ٹک کرتی ایک ایک سیڑھی اتر کر نیچے آ رہی تھی۔

عرشیہ نے اسے اپنی جگہ ساکت کھڑے دیکھ کر بلش کیا جس سے اس کے چہرے کی چمک اور بڑھ گئی۔

"کیسی لگ رہی ہوں۔۔۔۔۔"اس نے مستحکم لہجے میں پوچھا تھا۔

جواب تو پیغام کی ٹکٹکی باندھی نظریں دے چکی تھیں مگر اس کے زبان سے تعریف سننے کا الگ ہی مزا تھا۔

"عجب تیری ہے اے محبوب صورت۔۔
نظروں سے گر گئے سب خوبصورت۔۔

پیغام نے شعر کی صورت اس کی تعریف کی۔وہ منہ پھر ہاتھ رکھ کر ہنس پڑی۔پیغام نے یوں ہی مخمور انداز میں ہاتھ آگے کیا۔عرشیہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھنے نے بجائے اس کے بازو میں دیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پورچ کے جانب چل پڑے۔قدم سے قدم ملاتے شانہ بشانہ شریک حیات کے رشتے میں بندھے وہ رائل کپل ہر روپ سے ایک دوسرے کو مکمل کر رہیں تھے۔

ہال میں بڑے بڑے نامور مہمانوں کی تشریف آوری کا سلسلہ جاری تھا۔ بزنس سے جڑے کئی چہرے اس محفل میں ظرف بخش رہیں تھے۔بزنس کے لوگ اور اقرباء کے ساتھ ساتھ ریڈیو اور ٹی وی سے منسلک شخصیات بھی آئیں ہوئے تھے۔بیک گراؤنڈ میں ہلکا میوزک اور لائٹس نے سماں کو پر تعیش بنا دیا تھا۔

پیغام کی دیکوریٹڈ کارہال کے انٹرنس پر رکی توسب مہمان اس جانب متوجہ ہوئے۔ڈی جے نے موقع کومزید رنگین کرنے منفرد میوزک لگایا۔

میں آلکھوں توآجائے

میں بیٹھ لکھوں توآبیٹھے

میرے شانے پر سر رکھے تو

میں نیند کہوں توسو جائے

میں آلکھوں توآجائے

میں بیٹھ لکھوں توآبیٹھے

میرے شانے پر سر رکھے تو

میں نیند کہوں توسو جائے

پیغام اور عرشیہ سپاٹ لائٹ میں پھولوں کے راہداری پر چلتے اندر داخل ہوئے۔

چل آ اک ایسی نظم کہوں

جو لفظ کہوں وہ ہو جائے

میں دل لکھوں تو دل تھامے

میں گم لکھوں وہ کھو جائے

ہر ایک نظر اس جوڑی پر تھی۔ وہ جو آسمانوں میں بنائی گئی تھی۔ وہ جو ہر طوفان سے گزر کر ایک ہونے کے دہلیز پر پہنچے تھے۔ وہ جو محبت کی نئی مثال قائم کر رہیں تھے۔ وہ جسے سب ستائش سے نواز رہیں تھے۔

میں آہ لکھوں تو ہائے کرے۔

بے چین لکھوں بے چین ہو تو۔

پھر بے چینی کا بے کا ٹوں

تجھے چین زرا سا ہو جائے۔

کبھی ع لکھوں تو سوچے مجھے

پھر ش لکھوں تیری نیند اڑے

جب ق لکھوں تجھے کچھ کچھ ہو

میں عشق لکھوں تجھے ہو جائے۔

سینٹر اسٹیج پر پہنچ کر پیغام نے ایک قدم دائیں سمت لیا اور اپنے بازو سے اس کا ہاتھ نکال کر ہاتھ میں تھام لیا اور اپنے قریب کر کے دوسرا ہاتھ اس کے کمر کر

گرد حمائل کیااور گول گول گھوم کر چاروں اطراف عشق کی خوشبو پھیلائی۔ عرشیہ چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھتے کھل اٹھی۔اس کی بڑی سی مسکان اس کی خوشی کااظہاراز خود کررہیں تھی۔اس لمحے کو فوٹو گرافر ویڈیو گرافر سمیت میڈیاوالوں نے بھی کیپچر کیا تھا۔

اسٹیج پر ایک جانب امی اور دوسری جانب مام ڈیڈان کے پذیرائی میں کھڑے تھے۔وہ دونوں ان کے ہمراہ کھڑے ہوئے اور سب مہمانوں کے روبہ رو آئیں۔ایک کے بعد دیگر مہمان انہیں مبارکباد پیش کرتے ملتے گئے۔

شروعات اورہان نے کی تھی۔ کہی نہ کہی آج بھی اس کے دل میں عرشیہ کے لیے فیلنگز تھی مگر وہ جانتا تھا عرشیہ کی زندگی میں دور دور تک اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے ہمیشہ اپنے احساسات دبا کر دوستی کو اول ترجیح دی۔وہیں انزیلہ نے پیغام کی یادوں کو اپنا ہمسفر بنالیا تھا۔اس نے اسٹیج پر آکر عرشیہ کو گفٹ باکس دیا۔

عرشیہ نے حیرت سے وہ چھوٹا باکس دیکھا اور تجسس میں اسی وقت کھولا تو اندر چاندی کی چمکتی بالیاں تھی۔

"پتا ہے عرشیہ۔۔۔۔ہر عورت کی ایک خاص چیز ہوتی ہیں جو مرد کو بہت آتی ہیں۔۔۔۔کسی کو ان کی خوشبو پسند ہوتی ہیں کسی کو بال کسی کو چوڑیاں کسی کو تل۔۔۔۔کسی کو نتھ۔۔۔۔اور پیغام کو بالیاں پسند ہے۔۔۔۔"انزیلہ نے اپنے جانب سے وضاحت دی۔

"تب تو یہ بہت خاص گفٹ ہے۔۔۔۔تھینکیو۔۔۔۔"وہ دل فراغی سے مشکور ہوئی۔

رات یوں ہی خوشیوں سے بھری اپنے سفر پر رواں دواں رہی۔ فوٹو شوٹ کروا کر کچھ بزرگان سے ملنے پیغام اسٹیج سے نیچے اتر آیا۔ میڈیا سے تعلق رکھنے والے کچھ صحافیوں نے اسے گھیرے میں لیں لیا۔

"کیسا لگ رہا ہے۔۔۔۔ مس عرشیہ درانی سے شادی کر کے۔۔۔۔۔" ایک صحافی نے سوال پوچھا۔

"بہت اچھا۔۔۔ ایک حسین خواب مکمل ہو گیا ہے۔۔۔۔ جس کے لیے اللہ تعالی کا بہت شکر گزار ہوں۔۔۔۔" پیغام کیمرے کے آگے کھڑے اطمینان سے جواب دیتا رہا۔

کچھ عرصے پہلے تک فین اور میڈیا سے چھپ کر رہنے والا آرجے آج کھل کر سب کو فیس کر رہا تھا اور اس میں یہ خود اعتمادی عرشیہ کے بدولت آئی تھی۔

"آرجے پیغام۔۔۔۔پلیز ایک سیلفی لے سکتی ہوں ساتھ میں۔۔۔۔۔"
ایک لڑکی مداح نے آف کیمرا فرمائش کی۔

پیغام نے سر اثبات میں ہلاتے ہامی بھری اور قدرے پیچھے مسکراتے کھڑا ہوا۔ لڑکی نے اپنا موبائل اونچا کیا اور سیلفی لی مگر پھر بھی اس کی جان نہ چھوڑی۔ وہ بس پیغام سے باتیں کرنے کا بہانہ ڈھونڈ رہی تھی۔ اسٹیج پر بیٹھی عرشیہ کے تاثرات بدل گئے مگر اپنے آپ پر قابو رکھا۔

"آئی ایم یور بگ فین۔۔۔۔آپ کے سارے شوز سنتی ہوں۔۔۔۔۔آپ کی آواز بہت پیاری ہے۔۔۔۔"لڑکی تعریف کرتی رہی۔

پیغام پھیکا مسکرا کر سر کو خم دیتا رہا۔وہ کسی صورت وہاں سے جانا چاہتا تھا مگر میڈیا ورکرز کے سامنے لڑکی سے بے مروتی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے مجبورا کھڑا رہا۔

"اوو۔۔۔۔آپ کے کوٹ پر کچھ لگا ہے۔۔۔۔۔"لڑکی نے نیا بہانہ گڑھا اور پیغام کے کوٹ سے دھول جھاڑنے کے انداز میں اس کے سینے کے پاس ہاتھ پھیرنے لگی۔دھول صاف کرنے کی اداکاری کرتے وہ پھونک مارنے قدرے قریب ہوئی تو پیغام کی بھینی سی مہک اسے مزید خمار دلا گئی۔

پیغام اس کے قریب ہونے پر مضطرب ہوا۔اپنا سر اور دونوں ہاتھ پیچھے کرتے ٹچ ہونے سے بچاو کرنے لگا۔دوسری طرف لڑکی کی اس حرکت پر عرشیہ کا ضبط جواب دے گیا وہ لانگ گاون کا دامن اٹھائیں اسٹیج سے اترنے لگی۔اسے جاتے دیکھ کر مہمانوں کی خدمت میں لگیں اور ہان اور تابش صاحب پریشان ہوئے اور اس کے پیچھے ہو لیئے۔

"کیا کر رہی ہو۔۔۔۔"عرشیہ نے یک دم اس لڑکی کا بازو دبوچ کر پرے کیا اور خود پیغام کے آگے آگئی۔

سب میں ہڑ بڑی سی مچ گئی۔پلیٹس اور ڈشز کے کڑکڑانے کی آوازیں تھم گئی ڈی جے نے میوزک روک لیا۔ایک رپورٹر نے تیزی سے اپنا کیمرا ان پر مرکوز کیا۔

"جی۔۔۔وہ۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔"لڑکی کنفیوز سی ہو گئی۔

"شرم نہیں آتی کسی اور کے شوہر سے فلرٹ کرتے ہوئے۔۔۔۔۔"عرشیہ ماحول سے غافل اونچا بولی تھی۔

پیغام نے سب کا دھیان اس جانب آتے دیکھ کر اسے ٹوکا تھا مگر اپنے حق پر کسی اور کی نظر عرشیہ کو قطعی پسند نہ تھی پھر چاہے وہ بزنس ہوتا یا محبت۔

"اور وہ بھی میرے شوہر سے۔۔۔۔۔عرشیہ درانی کے شوہر سے فلرٹ کر رہی تھی تم۔۔۔۔۔ہمت کیسے ہوئی تمہاری۔۔۔۔"اس نے جتاتے ہوئے اسے گھورا۔

وہ صرف اسے ہی نہیں بلکہ ملک بھر کی لڑکیوں کو ثابت کرنا چاہتی تھی کہ آرجے پیغام اس کا ہے اور وہ اس پر کسی کی پیش قدمی پر بہت برا پیش آسکتی ہیں۔

"عرشیہ۔۔۔۔اٹس اوکے۔۔۔۔ابھی فنکشن خراب نہیں کرتے۔۔۔۔ چلو۔۔۔۔۔" پیغام نے اسے پیچھے سے بازوؤں سے پکڑ لیا

اسے خوف تھا اس کا طیش بڑھ نہ جائے اور وہ لڑکی پر حملہ ہی نا کر دیں۔

"ہاں بیٹا۔۔۔۔سب مہمان بیٹھے ہیں۔۔۔۔چلو۔۔۔۔" تابش صاحب نے بھی اسے ہاتھ سے پکڑ لیا۔

عرشیہ گرم سانس خارج کرتے اسے گھوری سے نوازتے مڑی اور اسٹیج کے سمت بڑھ گئی۔ لڑکی نے جان بچی سو لاکھوں پائے کے مصداق شکر کا سانس لیا اور ایک کونے میں عرشیہ کی نظروں سے چھپ کر جا بیٹھی۔

اس کے بعد پیغام نے سارا وقت عرشیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے رکھا۔ اس کا موڈ بگڑ ضرور چکا تھا لیکن فل وقت خود کو کمپوز ہی دکھاتی رہی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

کمرے میں ریڈ وائٹ پنک گلاب کی ڈیکوریشن کی گئی تھی۔ صوفوں کے آگے رکھیں سینٹرل ٹیبل پر خوشبودار کینڈلز جلائے سماں کو رومینٹک بنایا گیا

تھا۔آفیشلی میاں بیوی کے طور پر یہ ان کا پہلا ملن تھا جسے ہر طرح سے خاص بنانے کی کوشش کی گئی تھیں۔

عرشیہ کمرے کے چوکٹ پر گلاب کے بکھریں پتیوں پر قدم رکھ کر اندر داخل ہوئی۔تازہ پھولوں کی مہک سے مسرور ہوتے وہ ہر چیز کا جائزہ لے رہی تھی۔

"کیسا لگا۔۔۔۔۔" پیغام نے پیچھے سے آکر اس کے کندھے کے پاس سر جھکا کر کان میں سرگوشی کی۔

وہ سماں کے سحر سے نکل کر اس کی خمار آلود آواز پر کسمسا سی گئی۔

"بہت اچھا۔۔۔" وہ دو لفظی جواب دے سکی۔

"کچھ اور بھی ہیں۔۔۔" پیغام نے اسی انداز دوسری سرگوشی کی اور اسے کندھوں سے تھامے اس کا رخ اپنے جانب کیا۔

وہ ایڑیوں کے بل گھوم کر اس کے روبہ رو ہوئی۔ بلاشبہ وہ آج اتنا ہینڈسم لگ رہا تھا کہ کوئی بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہو سکتی تھی۔ سر تا پیر اسے دیکھتے پیغام نے اول تو عرشیہ کے بالوں سے ٹکائی اوڑھنی کھول کر آزاد کی۔ وہ مجسمہ بنے اس کے سامنے کھڑی تھی اور وہ ایک ایک کر کے اپنے کام میں خلل ڈالنے والے عضو کو ہٹا رہا تھا۔ پہلے اوڑھنی پھر ٹیکہ پھر جھمکے پھر گلے کا نیکلس۔ ان سب سے اس کے جسم کو رہا کر کے وہ گھوم کر اس کے پیچھے آیا اور اس کے کھلے بال کندھے پر کر کے آگے کیے پھر گاون کے زپ پر انگلیاں رکھیں۔

عرشیہ نے اس کے اگلے اسٹیپ پر آنکھیں میچ لی۔پیغام کو اس کی سانسیں بھاری ہوتے محسوس ہوئی۔وہ متبسم ہوتے خود کو مزید قریب کرتے اس کے ساتھ لگا گیا۔ساتھ ساتھ اس کا ہاتھ زپ کا ہک پکڑے نیچھے سرک رہا تھا۔دوسرے ہاتھ سے اس نے اس کے کندھے سے گاون نیچھے سرکایا۔ زپ آخری بند تک پہنچی تو عرشیہ یک دم پلٹی اور اس کے کوٹ میں چہرا چھپا گئی۔

"میری جان۔۔۔۔تم میری زندگی کا حسین سرمایا ہو۔۔۔۔۔جسے میں خود سے کبھی الگ نہیں کروں گا۔۔۔۔۔"اس نے محبت کی تسکین بخشتے اپنی انگلی سے اس کی ٹھیوری اوپر کو اٹھائی۔

Zubi Novels Zone

عرشیہ کی آنکھیں اب بھی بند تھی اور دھڑکن برق رفتاری سے بھی تیز۔

پیغام اسے مزید تڑپانے کا ارادہ ترک کرتے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ تک آیا۔

پہلے اسے تکیے پر ٹکایا پھر اپنا کوٹ اتار پھینک کر خود کو اس کے حوالے کر دیا۔

عرشیہ اس کے گرد بازو کا حلقہ بنائیں خود میں بھینچ گئی۔ قسمت نے محبت دل کھول کر برسائی تھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اگلی صبح سورج پورے تاب سے چمک رہا تھا۔ کمرے میں ہر سوں نئی روشنی پھیلی تھی۔ پیغام نے سامنے کھڑکی سے آتی روشنی سے تنگ آکر کروٹ بدلی اور غیر ارادی طور پر اس سائیڈ ہاتھ پھیرا تو جگہ خالی تھی۔ ایک آنکھ کھول کر

اس نے دیکھا تو بیڈ کا دوسرا حصہ خالی تھا۔اس نے ملا تشی انداز میں سر اٹھایا اور کہنیوں پر ٹک کر سامنے دیکھا۔

عرشیہ وائٹ باتھ گاون پہنے آئینے کے سامنے کھڑی گیلے بال تولیے میں رگڑتے سکھا رہی تھیں۔اس کے چہرے پر شوہر کی قربت پا کر الگ کی نور امڑ آیا تھا۔بلیو سفیری کی وہ رنگ جو پیغام نے پہنائی تھی اس کے انگلی کی زینت بنی تھی۔اپنے سراپے پر سے ہوتی اس کی نظر پیغام کے عکس پر پڑی۔وہ باقائدہ نیم دراز لیٹے اسے دیکھ رہا تھا۔عرشیہ نے تولیہ چیئر کی پشت پر ڈالا اور بیڈ کے سمت آئی۔

"گڈ مارننگ ہسبینڈ جی۔۔۔۔۔"اس نے بڑی سی مسکان کے ساتھ صبح بخیر کہا۔

"گڈ مارننگ بیوی جی۔۔۔۔۔" پیغام نے جعلی جمائی لیتے اور انگڑائی لیتے ہاتھ بلند کیے اور ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے جانب کھینچا۔

"آاہہہ۔۔۔۔۔" وہ اس حملے کے لیے تیار نہ تھی اور زرا سے زور پر اس کے سینے پر جا گری۔

پیغام نے پھر سے آنکھیں موند لی۔ عرشیہ نے اس کے شرٹ لیس کندھے پر سر ٹکائے چہرا اوپر کو کیا۔

"ویسے تم نے مجھے رات کو کوئی گفٹ نہیں دیا۔۔۔" وہ معصومیت سے منہ بنا گئی۔

"گفٹ۔۔۔۔۔"اس نے حیرانگی سے آنکھیں کھولی۔

"اتنا زبردست گفٹ تو دیا ہے۔۔۔۔۔اور کونسا گفٹ چاہیئے۔۔۔۔"وہ شریر انداز میں تنگ کرنے لگا۔

اس کے زو معنی بات پر عرشیہ نے پلکیں جھکالی اور نفی میں سر ہلاتے متبسم ہوئی۔

"وہ نہیں۔۔۔۔ریل گفٹ۔۔۔۔منہ دکھائی جسے کہتے ہیں۔۔۔۔۔"اانے اصل مطلب بتاتے اٹھنا چاہا۔

"اس منہ پر تو دنیا قربان چھوٹے موٹے گفٹ کیا چیز ہیں۔۔۔۔"پیغام نے اس کے رخسار اپنے ہاتھ میں دبا لیے اور والہانہ انداز چومنے لگا۔

"اسسسس پیغام ممم۔۔۔۔ چھوڑو۔۔۔۔۔"اس نے دفاعی انداز میں زور لگایا اوراس کے گرفت سے آزاد ہوئی۔

"مجھے نہانا ہے۔۔۔۔"اس کو واشروم جاتے دیکھ کر صدا لگائی۔

"چینج کر کے آتی ہوں۔۔۔۔۔"جواب بھی اسی انداز ملا۔

"واو۔۔۔۔تو میں بھی آتا ہوں۔۔۔۔"پیغام نے شرارت کرتے دوسری صدا لگائی۔

اس کے آنے کے خوف سے عرشیہ نے تیزی سے لاک لگایا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔۔۔" پیغام کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

ان کی نوک جوک یوں ہی چلتی رہی۔اس کے فریش ہونے تک وہ ریڈ کلر کا فینسی فراک زیب تن کئے تیار تھی۔پیغام وائٹ کرتا پجامہ پہنے گیلے بال ماتھے پر بکھیرے اس کے پاس آیا۔اسے بازووں سے پکڑ کر بیڈ کنارے بیٹھا دیااور خود دوزانو ہو کر اس کے قدموں میں بیٹھا۔

"ہیرے جواہرات توسب دیتے ہیں۔۔۔۔اوران سب کی تمہاری لائف میں کوئی کمی بھی نہیں ہیں۔۔۔۔میں تمہیں عمر بھر کا پیار اور سکون دینا چاہتا ہوں۔۔۔۔"اس نے استحقاق سے کہتے ایک لفافہ آگے کیا۔

عرشیہ نے کھول کر دیکھا تو دو ویزا اور ٹکٹ تھے۔

"اس وقت تمہیں اور مجھے۔۔۔۔۔ہم دونوں کو کام سے آرام کی ضرورت ہیں۔۔۔۔۔اس لیے ورلڈ ٹور کا تحفہ دے رہا ہوں۔۔۔۔۔" وہ اس کے ساتھ آن بیٹھا۔

عرشیہ کی اشتیاق سے آنکھیں بڑی ہو گئی۔وہ تجسس سے ویزا میں درج مقامات کے نام پڑھنے لگی۔

"یہ سب سے قیمتی تحفہ ہے۔۔۔۔۔ تھینکیو۔۔۔۔" وہ آبدیدہ ہوتے اس کے سینے سے جا لگی۔

اسی کی خواہش تو کی تھی اس نے جو آج بن کہے پوری ہو رہی تھی۔ پیغام نے اس کے گرد بازو حمائل کر کے اپنائیت کا احساس دلایا۔ وہ اسے خود سے لگائیں تسکین اور تحفظ دینا چاہتا تھا۔ محبت اور ازدواج میں یہی تو ضروری ہوتا ہے۔ تھوڑی سی کوشش بہت سارا پیار اور کیئر۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

)دو ماہ بعد(

کچھ ہی دیر میں ان کی ترکی کی فلائٹ تھی مگر جانے سے پہلے عرشیہ اسے وہ دینا چاہتی تھی جس کی وصیت اس کے دادا جان نے کی تھی۔ کمپنی کا ادھا حصہ۔

"عرشی۔۔۔۔ساری پیکنگ ہو گئی نا۔۔۔۔۔"وہ آخری مرتبہ بیگز دیکھنے روم میں آیا۔

عرشیہ ہاتھوں میں وہ پیپرز لیے بیڈ کنارے بیٹھی تھی۔اسے کچھ کاغذات کے ساتھ دیکھ کر پیغام ٹھٹکا۔عرشیہ اس کی الجھن دور کرنے اٹھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بیٹھایا۔

"ٹور پر نکلنے سے پہلے میں تمہیں کچھ دینا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔"عرشیہ نے وہ کاغذات اس کے سمت بڑھائے۔

پیغام نے وہ قانونی پیپرز مشکوک انداز میں لیے اور پہلی چند لائنز پڑھ کر سر نفی میں ہلایا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے یار۔۔۔۔۔مجھے صرف تم چاہیئے ہو۔۔۔۔اور کچھ نہیں۔۔۔۔" وہ لینے سے انکاری ہوا۔

"پیغام۔۔۔۔۔دادا جان نے یہ وصیت بنائی تھی تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی بنائی ہو گی۔۔۔۔۔اور ویسے بھی ہمارے معاشرے میں مرد ابتر رہیں تو ہی عورت دولتمند ہوتی ہیں۔۔۔۔شوہر کی دولت اس کی عزت ہی عورت کی کمائی ہیں۔۔۔۔۔پلیز زانکار مت کرو۔۔۔۔" عرشیہ محبت سے سمجھا کر بضد ہوئی۔

"مجھے ایسی دولت کبھی نہیں چاہیئے جو ہمیں ایک دوسرے سے مختلف کریں۔۔۔۔۔نہیں چاہیئے ایسا حصہ جس میں تم مجھ سے کم ہو۔۔۔۔۔ہم

ایک ہیں اور ایک رہیں گے۔۔۔۔۔دادا جان نے یہ کسی کم ظرف کا سوچ کر لکھا ہو گا تا کہ وہ تم سے الگ نہ ہو سکے۔۔۔۔۔مگر میرے لیے ہر چیز سے بڑھ کر صرف تم ہو۔۔۔۔۔"اس نے سختی سے کہتے پیپرز پھاڑ دیئے۔

عرشیہ نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا تھا۔اسے ایک مرتبہ پھر اپنی محبت پر ناز ہوا تھا۔

"اب چلیں۔۔۔۔ائیر پورٹ کے لیے نکلنا ہے۔۔۔۔"اس نے وقت کا احساس دلایا۔

Zubi Novels Zone

عرشیہ ہینڈ بیگ کندھے پر ڈال کر آگے بڑھ گئی۔پیغام نے بیگز کار میں رکھنے ڈرائیور کو تھمائیں۔اس کے عدم موجودگی میں امی اور نینی کی ضروریات پورا کرنے اس نے حال ہی میں ڈرائیور رکھوایا تھا۔

ڈرائیور کو ہدایات دیتے وہ روم سے نکلا تو عرشیہ امی کے گلے لگ کر رخصت لیں رہی تھی۔

"اپنا اور پیغام کا بہت بہت خیال رکھنا۔۔۔اللہ تم دونوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھیں۔۔۔۔"امی نے دعا دیتے اسے بوسہ دیا۔

عرشیہ کے بعد پیغام بھی ان کے گلے لگا۔

"دوائی وقت پر لیتے رہنا۔۔۔۔اپنا خیال رکھنا۔۔۔۔اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو ڈرائیور چوبیس گھنٹے یہی رہے گا اور پھر نینی تو ہیں آپ کے پاس۔۔۔۔۔"اس نے تنبیہہ کرتے ہوئے آنکھیں دکھائی۔

"تم فکر مت کرو۔۔۔۔۔تم میری بیٹی کا خیال رکھنا اسے خوب انجوائے کرانا۔۔۔۔۔تمہاری امی کا خیال میں رکھوں گی۔۔۔۔۔"نینی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بھروسہ دلایا۔

پیغام ان کا مشکور ہوا اور دونوں ہاتھ ہوا میں جھلا کر بائے کرتے کار میں جا بیٹھے۔ائیر پورٹ سے پہلے وہ درانی پیلس گئے تھے اور مام ڈیڈ سے بھی رخصت لی تھیں۔ان دونوں کی غیر موجودگی میں ہارڈ ووڈ کمپنی تابش صاحب کے زیر نگرانی کر گئے تھے۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

"مام۔۔۔۔لوک۔۔۔۔آرجے پیغام۔۔۔۔۔"اسلام آباد سے انتالیہ کی فلائٹ میں ایک چھوٹے بچے نے اپنی امی کو متوجہ کروایا۔

یقیناوہ خاتون آرجے پیغام کی مداح تھی اس لیے دلچسپی سے مڑی اوران کے سمت دیکھا۔پیغام اور عرشیہ چونکے اس بچے کی پکار سن چکے تھے اس لیے اس خاتون کے جانب مسکرا کر احترام سے سر کو خم دیا۔

اس کے پیغام نے فلائٹ میں ہی کیپ اور ماسک پہن لیا۔

"اسی لیے میں اپنی پہچان کہی شائع نہیں کرتا تھا۔۔۔۔باہر نکلنا دشوار ہو جاتا۔۔۔۔"اس نے ہونہہ کیا۔

"یہ سب لوگ تم سے پیار کرتے ہیں۔۔۔۔تمہاری جھلک دیکھنے بے تاب ہیں اس لیے ایسے ری ایکٹ کرتے ہیں۔۔۔۔"عرشیہ نے بنا کسی جیلسی اور بغض کے اس کا بازو پکڑ کر محبت پاش نظروں سے دیکھا۔

"پوری دنیا میری دیوانی۔۔۔۔اور میں تیرا دیوانہ۔۔۔۔۔"پیغام نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"مجھے یقین نہیں آتا۔۔۔۔تم مجھ سے اتنا پیار کر سکتے ہو۔۔۔۔۔"عرشیہ نے حیرت کا اظہار کیا۔

"پیار تو فطری عمل ہے جانم۔۔۔۔۔جتنا ملتا ہے اس سے ڈبل واپس دیا جاتا ہے۔۔۔۔۔"اس نے عام سی لاجک سمجھائی۔

"میں دعا کروں گی۔۔۔۔۔ہمارا پیار ایسا ہی قائم دائم رہیں۔۔۔۔"عرشیہ نے اس کے کندھے پر سر رکھا۔

"ان شاءاللہ۔۔۔۔ایسا ہی ہو گا۔۔۔۔۔"اس نے یقین دہانی کرائی تھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

اس وقت وہ استنبول کے گرینڈ بازار میں موجود تھے۔وائٹ شرٹ اور جینز پہنے گلے میں اسراف ڈالے وہ اس بازار میں موجود ثقافتی اور روایتی ساز و ثمر سے محظوظ ہو رہی تھی۔وہیں پیغام بلیک ٹی شرٹ اور بلیک ہالف شارٹس میں ملبوس اسنیکرز پہنے ایک ہاتھ جیب میں ڈالے عرشیہ سے ایک آدھا شاپ پیچھے ترکش کلچر وئیر کے شاپ میں کپڑے دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو۔۔۔۔ایشین لڑکی ہے۔۔۔۔۔"ایک ترکش نے لوکل لینگویج میں کہتے لڑکے نے عرشیہ کے سمت اشارہ کیا۔

"لڑکی چھوڑ اس کی رنگ دیکھ۔۔۔۔۔اصلی جواہر ہے۔۔۔۔۔"دوسرے نے منہ پر ہاتھ رکھے اس کے ہاتھ پر نظریں گاڑھی تھیں۔

دونوں چوری کا منصوبہ بندی کرتے چلتے چلتے عرشیہ سے ٹکرا گئے وہ ایک جانب کو ہو گئی۔

"سوری سوری۔۔۔۔"اس لڑکے جعلی انداز شرمندہ ہوتے معذرت چاہی۔

اتنی دیر میں دوسرا لڑکا اس کے ہاتھ پر جھپٹا اور رنگ نکالنے لگا۔

"نو۔۔۔۔۔ چھوڑو۔۔۔۔۔"وہ ہڑ بڑا گئی اور مٹھی مضبوطی سے بند کر دی۔

"گیوات ٹو می۔۔۔۔"اس نے دانت پیستے اسے گھورا اور اپنی جھڑپ جاری رکھی۔

آس پاس کے سیاح رک کر تماشہ دیکھنے لگیں۔

"نیور۔۔۔۔۔وہ چلائی اور پیغام کو تلاش کرنے لگی۔

دوسرے لڑکی نے اس کی مذمت ناکام بنانے جیب سے تیز دھار چاقو نکال کر دکھایا اور اس کا دوسرا ہاتھ پکڑے رکھا۔وہ مسلسل ہل جل کرتی رہی جس کی وجہ سے اسے چاقو لگ بھی گیا تھا

"آہہہہ۔۔۔۔پیغام۔۔۔۔۔لیومی۔۔۔۔۔پیغام۔۔۔۔۔"وہ اونچی آواز میں صدا دینے لگی۔

پورے بازار میں گہما گہمی مچ گئی۔اس کی گھبرائی آواز پر پیغام دکان سے باہر آیااور اس کے سمت بھاگا۔

"ہے۔۔۔۔لیوہر۔۔۔۔۔"اس نے بھاگتے ہوئے دھمکی دی۔عرشیہ کے ہاتھ سے رستہ خون اسے طیش دلا گیا تھا۔

پیغام کو پبھرے شیر کے مانند اس سمت آتے دیکھ کر لڑکے خوفزدہ ہو گئے اور اپنا ارادہ ترک کرتے بھاگ نکلے۔پیغام نے عرشیہ کو چھوڑ کر ان کے پیچھے دوڑ لگائی مگر وہ کافی آگے جا چکے تھے اس لیے واپس مڑ کر اس کے پاس آیااور خون روکنے مضبوطی سے اس کے زخم پر ہاتھ رکھا۔

"کیا کر رہی تھی تم۔۔۔۔۔"وہ الٹا اس پر غصہ ہوا۔

"وہ میری رنگ چرا رہیں تھے۔۔۔۔۔"عرشیہ اشک بار آنکھوں سے اس سے شکایت کرنے لگی۔

"ہاں تو دے دیتی۔۔۔۔۔اب دیکھو اتنا خون بہہ رہا ہے۔۔۔۔"اسے عرشیہ کے چوٹ سے تکلیف ہو رہی تھی۔

"تمہارا دیا پہلا گفٹ ہے۔۔۔۔مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہے۔۔۔۔ میں کبھی کسی کو نہیں دوں گی۔۔۔۔۔"عرشیہ نے دائیں ہاتھ کے مٹھی میں بایاں ہاتھ بند کیا۔

"اور مجھے تمہاری جان عزیز ہے۔۔۔۔۔اگر کچھ ہو جاتا تو۔۔۔۔۔"اس نے اسے جھنجوڑ دیا تھا۔

"سوری۔۔۔۔۔"وہ سر جھکا گئی۔

پیغام نے کرب سے آنکھیں بند کی اور بازار سے نکل کر ٹیکسی روکی اور سپتال کا رخ کیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

ترکی کے بعد وہ ملیشیا، نیوزی لینڈ، جاپان اور ساوتھ کوریا کے ساتھ ایشیاء کے دیگر ممالگ بھی گئے جہاں دو سے تین دن رک کر انہوں نے اپنا ایک ماہ کا ٹور پورا کیا۔

)ایک سال بعد(

اس رات انٹر نیشنل یوتھ فیسٹیول کے جانب سے بزنس کی دنیا میں قدم رکھنے والے نئے چہروں کے لیے ایک ایونٹ منعقد کیا گیا تھا۔ جس میں شہر کے موجودہ بزنس میں نام بنا چکے جوانان کو نئے جوانوں سے ٹپس شئیر کرنے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنے کے لیے اسپیچ پروگرام متوقع تھا۔اس پروگرام مسٹر اینڈ مسز پیغام بھی مدعو تھے۔

وہ بلیو کلر کے ڈنر سوٹ میں نت ست تیار اپنے نام کے ریزروڈ ٹیبل پر بیٹھا میزبان کی گفتگو سن رہا تھا۔

"اب اگلے جوان جو آج کی شام کو اپنے سفر سے روشناس کرنے آ رہیں ہیں وہ ہے مسٹر پیغام۔۔۔۔۔"ہوسٹ نے مائک پر اس کا نام اناونس کیا۔

وہ تالیوں کی گونج میں سپاٹ لائٹ میں چلتا اسٹیج تک آیا۔اپنے منہ کے قریب مائک درست کر کے اس نے ہال میں موجود لڑکے لڑکیوں کی تجسس اور دلچسپی بھری نظروں میں دیکھا تھا۔

"سب سے اول تو۔۔۔۔۔السلام علیکم پاکستان۔۔۔۔۔"اس نے اپنے مخصوص انداز میں سلام کیا۔

سب جوانان میں تالیوں اور سیٹھوں کا شور گونج اٹھا۔

"میرے پاس کہنے کو کچھ خاص نہیں ہے۔۔۔۔۔میرا سفر آپ سب کے سامنے موجود ہے۔۔۔۔۔ایک معمولی ریڈیو آر جے سے بزنس مین کا سفر۔۔۔۔۔پر اس سفر میں دینے والے کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے۔۔۔۔۔ اللہ کی ذات۔۔۔۔۔اور میری وائف مسز عرشیہ۔۔۔۔۔" وہ مائک میں بولتے اپنے آواز سے ماحول میں جادو بکھیرنے لگا۔

سب خاموشی سے اسے سن رہیں تھے۔کیمرے کی فلیش لائٹس جل بجھ کر اس کی پکچرز لیں رہیں تھے۔

"ہاں اس سفر سے میں نے ایک اہم درس سیکھا۔۔۔۔۔ جھوٹ بول کر جیتنے سے اچھا سچ بول کر ہار جاو۔۔۔۔۔" وہ اپنا تجربہ سب کے ساتھ شئیر کرنے لگا۔

"جھوٹ وہ قرض ہے جو آپ کو واپس ادا کرنا پڑتا ہے۔۔۔۔ اور وہ کس انداز میں آپ سے واپس لیا جائے گا۔۔۔۔ یہ کوئی نہیں جانتا۔۔۔۔۔۔ اسلام میں بھی تو جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔۔۔۔ اس لیے جتنا ہو سکیں اس سے بچیں۔۔۔۔۔ ہم سب کو پتا ہوتا ہے۔۔۔۔ جھوٹ دھوکہ فریب۔۔۔۔ حسد غیبت۔۔۔۔ تکبر کیا ہے۔۔۔۔ پر انسان بھول جاتا ہے۔۔۔۔ اسے ریمائنڈر چاہیئے ہوتا ہے۔۔۔۔ میں انسان کو قصوروار بھی نہیں ٹھہراتا۔۔۔۔ انسان کا مطلب ہی نسیان سے نکلتا ہے جس کا مطلب ہے بھول جانا غلطی کر بیٹھنا۔۔۔۔ لہذا جب آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہو توبہ کر

لیں اور اپنے آپ کو سدھارنے کی کوشش کریں۔۔۔۔شکریہ" وہ بات مکمل کر کے خاموش ہوا۔

اس کی نصیحت پر ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔وہ سب کا مشکور ہوتا اسٹیج سے اترا اور مینیجر سے رخصت لیتے روانہ ہوا۔اسے جلد از جلد گھر پہنچنا تھا۔ابھی وہ پارکنگ میں ہی تھا کہ کال آئی۔

" ہاں امی بس نکل گیا ہوں۔۔۔۔تھوڑی دیر میں گھر پہنچ جاوں گا۔۔۔۔"

اس نے موبائل فون کان اور کندھے کے بیچ میں دبائے کار کا دروازہ کھولا۔

"گھر نہیں ہسپتال پہنچو۔۔۔۔"امی نے لرزتی آواز میں اطلاع دی تھی۔

"ہسپتال۔۔۔۔۔پر ابھی تو ڈلیوری میں ٹائم ہے نا۔۔۔۔۔"وہ عرشیہ کی پریگننسی کا سوچ کر فکر مند ہوا۔

"ہاں پر اچانک اس کی طبیعت خراب ہو گئی تو ہم ہسپتال لے کر آ گئے۔۔۔۔۔"امی کے عقب میں ڈاکٹرز کی آوازیں آ رہیں تھی۔

"میں ابھی آتا ہوں۔۔۔۔"اس نے کار اسٹارٹ کی اور زن کر کے ہسپتال کا رخ کیا۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

آپریشن تھیٹر کے سامنے امی مام ڈیڈ اور نینی متفکر کھڑے تھے جب اسے آتے دیکھا۔

"سب ٹھیک ہے نا۔۔۔۔ عرشیہ اور بے بی۔۔۔۔" اس سے مزید کچھ بولا نہیں گیا۔

کیا اسے ایک اور آزمائش سے گزرنا تھا۔ کیا جھوٹ کی ادائیگی ختم نہیں ہوئی تھی۔ اس کا دل بے قرار ہونے لگا۔

"ڈاکٹرز دیکھ رہیں ہیں۔۔۔۔ تم حوصلہ رکھو بیٹا۔۔۔۔" ڈیڈ نے شانہ تھپتھپا کر دلاسہ دیا۔

وہ لب بھینچے اپنی بیوی اور بے بی کی خیریت کی دعائیں کرنے لگا۔قریب ایک گھنٹہ بعد ڈاکٹر صاحبہ اوٹی سے باہر آئی۔پیغام سرخ پڑتی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔اس کی تشویش کم کرنے ڈاکٹر صاحبہ مسکرادی۔

"مبارک ہو بیٹا ہوا ہے۔۔۔۔"ڈاکٹر صاحبہ نے خوشی کی نوید سنائی۔

پیغام وہی سجدہ زیر ہو گیا۔اس نے سب سے اول سب کے پالنے والے کا شکر ادا کیا۔

"پر ڈاکٹر۔۔۔۔ابھی تو نائنتھ منتھ بس شروع ہی ہوا تھا۔۔۔۔بے بی ٹھیک ہے نا۔۔۔۔"اس نے سجدے سے اٹھ کر آنکھیں صاف کرتے سوال کیا۔

"اٹس فائن پیغام۔۔۔۔نو مہینے کے پانچ دس دن گزرنے ساتھ ہی کسی بھی دن ڈلیوری ہونا نارمل ہے۔۔۔۔"ڈاکٹر نے تسلی دی تو اس نے سمجھنے کے انداز میں سر کو جنبش دیا۔

امی اور مام ڈیڈ سے مبارک باد وصول کر کے وہ پھر سے ان سے مخاطب ہوا۔

"کیا عرشیہ اور بے بی سے مل سکتے ہیں۔۔۔۔"اس سے مزید انتظار نہیں ہو رہا تھا۔

"ابھی نہیں۔۔۔بے بی فلحال نرسری میں ہے اور عرشیہ کو وارڈ میں شفٹ کیا جا رہا ہے۔۔۔۔۔آپ کو تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔۔۔۔"ڈاکٹر نے دوستانہ مزاج میں کہا اور واپس تھیٹر کے اندر چلی گئی۔

آدھ گھنٹے کے بعد وہ عرشیہ کے پاا وارڈ میں موجود تھاا اوقت اسے آرام کی ضرورت تھی اس لیے وہ محض اس کے سرہانے خاموش بیٹھا تھا جب دستک ہوئی اور ایک نرس اندر داخل ہوتے نظر آئی۔دستک پر عرشیہ نے آنکھیں کھول لی اور نیم اٹھ بیٹھی تھی۔نرس اسے وہ ننھی سے جان تھما گئی۔پیغام اور عرشیہ دونوں ہی آبدیدہ ہوتے اپنے بے بی کو دیکھ رہیں تھے۔

"تھینکیو عرشیہ۔۔۔۔یہ تحفہ کوئی اور نہیں دے سکتا تھا۔۔۔۔"اس نے گیلی سانس اندر کھینچ کر خود کو کمپوز کیا اور عرشیہ کے پیشانی پر بوسہ دیتے مشکور ہوا۔اا کی نظریں بے بی پر تھی۔

"میری جگہ کوئی اور ہوتی تو بھی تمہیں یہ تحفہ ضرور ملتا۔۔۔۔۔ you deserve it۔۔۔۔۔تم نے اپنے ہر حال میں ہمیشہ صبر سے کام لیا ہے۔۔۔۔اب صبر کا پھل ملنا تھا ہی۔۔۔۔"عرشیہ نے اس کے کندھے پر سر رکھا۔

"نو we deserve it۔۔۔۔۔تم نے بھی کوئی کم تکالیف نہیں اٹھائی۔۔۔۔۔یہ تمہارے صبر کا بھی پھل ہے۔۔۔۔"اس نے اکیلے سارا کریڈٹ لینا مناسب نہ سمجھا۔

"اب سے میرا سارا وقت اس کا۔۔۔۔میں اسے دوسری عرشیہ نہیں بننے دوں گی۔۔۔۔جو پیار اور اپنائیت باہر کے لوگوں میں تلاش کریں۔۔۔۔۔

اسے آرجے پیغام کے جیسے بننا ہے۔۔۔۔۔سب کا پیارا۔۔۔۔۔رشتوں کو نبھانے والا۔۔۔"عرشیہ نے مترنم ہوتے عزم لیا۔

"اور میرا سب کچھ تم دونوں کا۔۔۔۔پیسے کا لالچ مجھے کبھی تم دونوں سے غافل نہیں کر سکے گا۔۔۔۔۔یہ میرا وعدہ ہے۔۔۔۔۔"اس نے پہلے عرشیہ اور پھر بے بی کو چوما تھا۔

آخر کار آرجے پیغام اور عرشیہ کے زندگی میں نئی روشنی نے جنم لیا تھا۔

Zubi Novels Zone

ناچاہتے ہوئے بھی یہ عشق دیوانہ بنا دیتا ہے

خدا دل تو دیتا ہے مگر دھڑکن کسی اور کو بنا دیتا ہے

ختم شد

اگر آپ ناول پڑھنے کے شوقین ہیں تو ہم آپکے لئے لائے ہے دنیا کا سب سے بڑا ناولز کا مشہور ویب سائٹ جہاں سے آپ دنیا جہاں کے مزے کے ناولز پڑھ اور ڈاؤنلوڈ کر سکتے ہے جو ناولز آپکو کہی کسی اور ویب سائٹ سے نہیں ملے گے

ZUBINOVELSZONE.COM 👉 ZNZ.LIFE

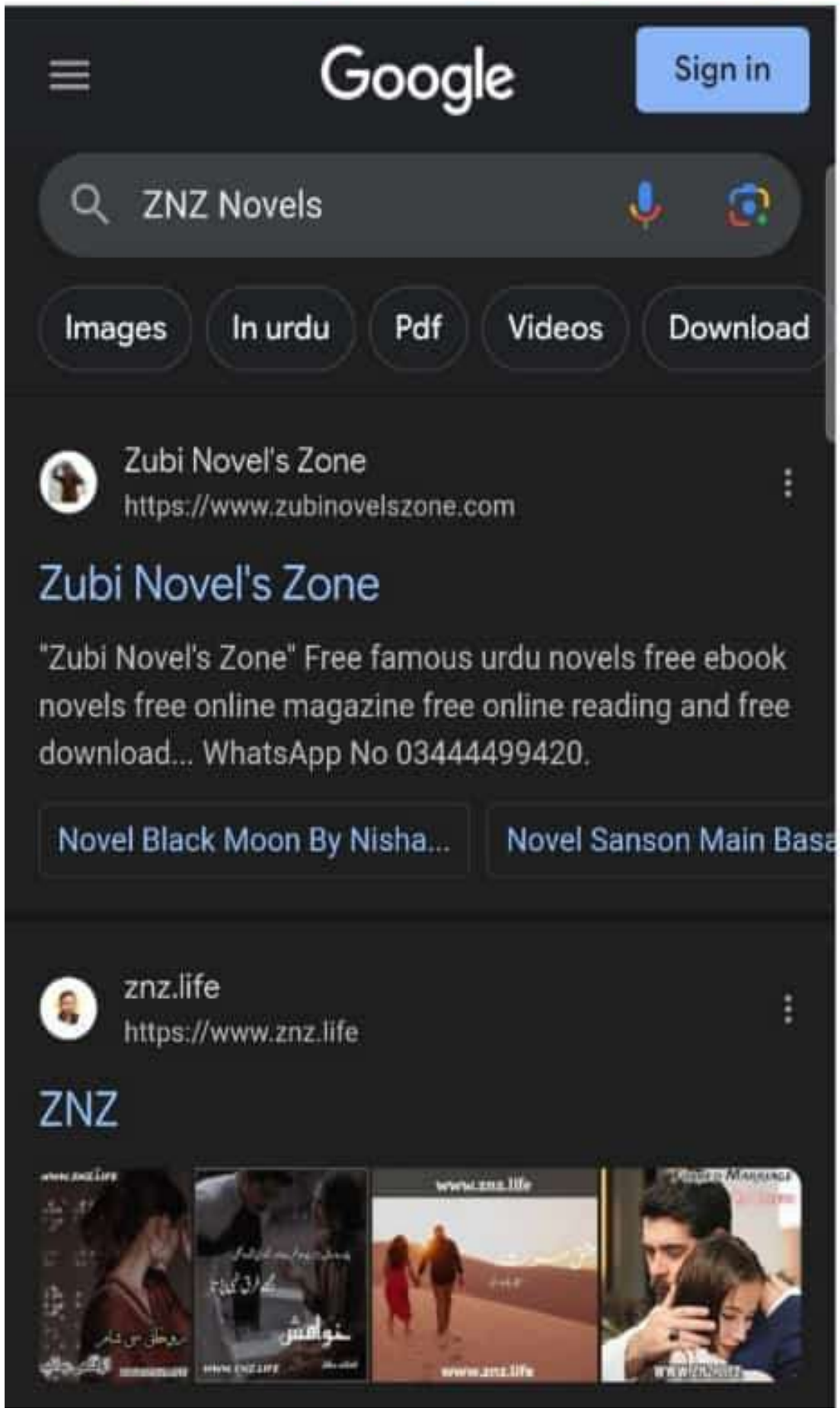

تو دیر کس بات کی ابھی گوگل پر جائے اور ٹائپ کریں

ZNZ NOVELS

ٹوپ پر دو ویب سائٹ آجائے گے جسکی سکرین شاٹ آپ سامنے دیکھ سکتے ہے کوئی بھی ایک سائٹ وزٹ کریں اور اپنے پسند کا ناول سرچ کر کے بآسانی ڈاؤنلوڈ کر کے پڑھ لیں

مذید کے لئے رابطہ کریں

0344 4499420

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420

https://www.zubinovelszone.com/

For Free Ebook Novels Link

https://heylink.me/ZUBI_NOVELS_ZONE

اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

https://www.znz.life

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/zubairkhanafridi2020

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now